الالحان

الایمان

ملقب بہ

مظہر حمیریہ

یوں تو اصول دین کی صدہا کُتب و رسائل ۔عربی ۔فارسی ۔اُردو میں موجود ہیں مگر مذکورہ بالا کتاب جو ایک شائق فاضل ۔ماہرِ رموز دین و واقف آثار آئمہ طاہرین جناب مولا و مقتدانا مولوی السید مظہر حسن صاحب قبلہ موسوی امہارپوری ادام اللہ ظلالہ علی رؤس المومنین کے قلم بلاغت رقم سے نکلی ہے اپنی طرز وضع میں بالکل نرالی ہے چہاردہ معصوم علیہ السلام کی سوانح عمری نہایت لطیف پیرایہ میں درج ہے ۔نیز دلائل امامت جناب امیرؑ و باقی آئمہ طاہرین کو سلیس اُردو میں ادا کیا گیا ہے اور حالات و علامات قیامت ۔برزخ و موت ۔توبہ گناہان کبیرہ وغیرہ وغیرہ بہت فصاحت سے ذکر ہوئے ہیں

سنہ ۱۳۲۹ ہجری

سید صغیر حسن شمسی نے مطبع یوسفی دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

بار اوّل ۔تعداد ایک ہزار

قیمت فی جلد (عہ)

فہرست کتب جدید مطبوعہ و موجودہ کتبخانہ مطبع یوسفی کشمیری بازار دہلی

الفرق جلد اوّل و دوم کامل

چودھویں صدی کی بیش بہا تصنیف یا مہذب و شائستہ کتب مناظرہ میں ایک قابل قدر اضافہ ہے اس کے مشہور و معروف مصنف جناب میرزا عابد علی بیگ صاحب قزلباش سب جج پنشنر تھے۔ مولوی شبلی نعمانی نے کتاب الفاروق اور اکثر مقامات پر وہ الفاظ قید تحریر میں لائے گئے جو ایک مورخ کی شان سے بعید ہیں اور ایک محقق کے قلم سے کبھی نہیں نکل سکتے الفاروق کو حضرت عمر کی سوانح عمری یا حالات زندگی ظاہر کرکے دریردہ وہ تمام فضائل اور خصائل جو جناب رسالتمآب کی ذات بابرکات کے لئے مخصوص تھے حضرت فاروق کو سپرد کردئے ہیں مگر بشتر مقامات پر حضور سرور کائنات سے بھی مرتبہ بڑھادیا ہے اور نزول وحی کو حضرت عمر کی رائے پر منحصر رکھا ہے غرضیکہ مؤلف الفاروق مولوی شبلی نے اپنی تصنیف میں جو اُن کی کل تصانیف کا سرتاج ہے اور جس کا مصالح حاصل کرنے میں اُنھوں نے مصر و روم و شام اور جانے کہاں کہاں کا سفر اختیار کیا اور طرح طرح کی زحمتیں اُٹھائی تھیں۔ قدم قدم پر ٹھوکریں کھائی ہیں اور کوئی صفحہ ان کا لغزشوں سے خالی نہیں ایسے صریح واقعات سے چشم پوشی کرگئے ہیں جن کو ایک مورخ اور محقق اپنی ذات کے لئے کبھی پسند نہیں کرسکتا۔ اس کتاب الفاروق کا جواب اوّل سے آخر تک فلسفیانہ رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ جچا اور تلا ہوا ہے ہر ایک واقعہ کی اصلیت کا اس طرح پتہ لگایا ہے کہ اگر کوئی محقق اور مورخ کسی واقعہ کی نسبت جانچ سکتا ہے تو اس سے زیادہ نہیں اسیر نئی روشنی کی تہذیب قند مکرر کا مزا دے رہی ہے۔ کہاں ہیں وہ نوجوان طلبار مدارس انگریزی جو سنّی شیعہ کے جھگڑے کی کتابیں دیکھنا پسند نہیں کرتے اور کتب مناظرہ شیعہ کو غیر مہذب ہونیکا طعنہ دیتے ہیں وہ الفرق کا مطالعہ کریں اور خیال کریں کہ دنیا میں قسم قسم کے مذاق کی طبیعتیں ہیں اور اُن ہی کے حسب مذاق تصنیفات ہر فن میں اسوقت بکثرت موجود ہیں حضرات شیعہ علی العموم اور کالجوں اور سکولوں کے طلبہ بالخصوص [illegible] بغیر تفرقہ سے فائدہ اُٹھائیں۔ الفرق آپ کی معلومات میں ایک بہترین اضافہ کردیگی اس کتاب میں سینکڑوں سرخیاں ہیں کس کس پر ریویو کیا جائے مجھے ڈر ہے کہ دوسرا ریویو الفرق پر تیار ہو جائے اس کتاب کو منگاکر خود ملاحظہ فرمائے۔ یہ کتاب ۲۰×۲۶ تقطیع کاغذ پر نہایت آب و تاب سے چھپی ہے ضخامت (۱۰۰۰) قیمت للعہ روپیہ علاوہ محصول

هذا موعظة للناس وهدی للمتقین

الحمد لله والمنة کہ دریں ایام میمنت فرجام ایں رسالہ نافعہ مملو بہ فوائد دینیہ الموسوم بہ

البیان

الملقب بہ

[illegible]

من تالیفات فاضل اجل مولانا مولوی السید مظہر حسن صاحب قبلہ سہارنپوری

سید صغیر حسن نے مطبع یوسفی دہلی میں چھپوا کر شایع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ الطیبین الطاہرین۔
امّا بعد بندۂ عاصی مظہر حسن بن سید صادق حسن بن سید شہامت علی موسوی
اثنا عشری سہارنپوری اپنے دینی بھائیون کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب میری
چھوٹی بہن کہ حق تعالےٰ اُس کی توفیقات کو زیادہ کرے قرآن شریف اور ایک د و
دینی رسالہ مثل ذخیرۂ آخرت و تحفۃ العوام وغیرہ کے جو درینولا ان اطراف میں
درمیان عورات مومنین کے رائج ہیں پڑھ چکی تو میں نے چاہا کہ اُس کو ایک ایسی کتاب
پڑھاؤن جس میں عقاید مذہب امامیہ اثنا عشریہ ذرا بسط و تفصیل سے مذکور ہون
اور کچھ کچھ فضایل حضرات چہاردہ معصوم علیہم السلام مع مختصر تاریخی حالات ان بزرگوارون
کے مندرج ہون کہ یہ امر میرے خیال میں علاوہ واقفیت دینی کے باعث مزید محبت
و اعتقاد ہے ان حضرات سے اور اُردو اُس کی سلیس اور صاف ہو کہ عورتون کو پڑھنا
اور سمجھنا زیادہ دشوار نہ ہو اُس کے لئے ہر چند خیال کیا اور کتابون کی الماریون کو اُلٹا
پلٹا مگر کوئی کتاب ایسی نظر میں نہ جچی جس میں ان سب باتون کا لحاظ رکھا گیا ہو حالانکہ
علاوہ ان کتب و رسایل کے جو مختلف اوقات میں اس فن کے دیکھے گئے اس وقت بھی
کئی رسالے میرے پاس موجود ہیں حقیقت یہ ہے کہ جیسی انسانی طبیعتیں اور مزاج مختلف ہیں

ویسے ہی ان کی اغراض اور خواہشیں بھی جدا ہیں ضرور نہیں کہ جو طرز و روش ایک شخص کے خیال میں مفید معلوم ہو دوسرا بھی اس کو ویسا ہی سمجھے پس ہر شخص جو ڈھنگ اس کی رائے میں بہتر معلوم ہوتا ہے اس کو اختیار کرتا ہے۔ چونکہ اس عاصی کے نزدیک اسی طرح کی کتاب عورات و اطفال کے لئے ازبس مفید بلکہ ضرور ہے اس لئے یہ رسالہ برعایت امور مذکورہ اس فن کی کتابوں سے انتخاب کر کے سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں مرتب کیا اور نام اس کا الایمان اور لقب تحفۂ مظہریہ مقرر کیا ایزد جل شانہ سے دعا ہے کہ اس عزیزہ کو جو اصل بانی و باعث اس کی ہے اور دیگر اطفال و عورات مومنین کو اس مختصر سے فایدہ مند کرے اور میرے نامۂ اعمال کی سیاہی کو اس عمل خیر کی برکت سے بروز قیامت دور فرمائے اور دست راست میں مجھکو عطا فرما دے آیندہ اگر زندگی چند روزہ نے وفا کی اور توفیق الٰہی شامل حال ہوئی تو ارادہ ہے کہ کچھ احکام ضروری طہارت۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ بیع۔ رہن۔ نکاح۔ طلاق وغیرہ کتب فقہ سے انتخاب کر کے بمنزلہ اس کے دوسرے حصہ کے اور کچھ اخلاق و آداب اکل و شرب و لباس پہننے اور مہمانداری و نیک و بد ایام و لیالی و اعمال سال و ہفتہ و ہر روزہ و ثواب و زیارت چہاردہ معصوم علیہم السلام وغیرہ اسی قسم کی کتابوں سے لے کر اس کا تیسرا حصہ بناؤں کہ یہ سب ملکر ایک مستقل کتاب کافل مہمات و رافع ضروریات دین واسطے عورات و اطفال مومنین کے ہوجاوے اور باوجود اس کے پھر ضرورت دوسری کتاب کی ان ضروری امور کیلئے باقی نرہے واللہ الموفق والمعین

ف ہنوز یہ رسالہ تمام نہ ہوا تھا کہ اس عزیزہ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ اور داغ حسرت و افسوس کا میرے اور جملہ عزیزوں پس ماندوں کے دلوں پر چھوڑا۔ چونکہ اصل موجب و علت رسالۂ ہذا وہی مرحومہ تھی۔ اس کی وفات کے بعد اس کی تحریر و تکمیل ملتوی ہو گئی اور ایک عرصۂ دراز تک یہ نسخہ طاق نسیان پر پڑا رہا اب شہور سنہ ۱۳۲۶ھ میں عرصہ ۲۳ سال کے بعد بعض احباب کی خواہش کی کہ یہ کام پورا کیا جائے اور اصرار و ابرام کو حد سے بڑھا دیا۔ لہذا پہلے جس قدر لکھا جا چکا تھا اس پر نظر ثانی کی اور باقی کو لکھا خدا کا شکر ہے کہ حسب مقصود تمام ہوا۔ منہ عفی عنہ

جاننا چاہیئے کہ دین و ایمان کو مثل ایک درخت[1] کے فرض کیا ہے اس کی چند جڑیں ہیں جو اصول دین کہلاتی ہیں اور چند شاخیں ہیں جو فروع دین کے نام سے نامزد ہیں۔ اس رسالہ میں صرف اصول دین یعنی توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت۔ معاد کا بیان مقصود ہے پس یہ مختصرہ شامل ہے ایک مقدمہ اور پانچ مطلب اور ایک خاتمہ پر۔

مقدمہ۔ بیان میں فضیلت علم[2] و علماء دین کے معلوم کرنا چاہیئے کہ فضائل علم اور علماء کے بے شمار ہیں۔ اور تاکید حاصل کرنے علم دین کی عظیم ہے احادیث کثیرہ اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں مگر ازانجملہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ فرمایا طلب کرو علم کو اگرچہ ملک چین میں ہو تحقیق کہ طلب علم ہر مسلمان پر واجب ہے مرد ہو یا عورت اور نیز فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میری امت کے عالم رتبے میں برابر ہیں انبیاء بنی اسرائیل کے اور حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ علم حاصل کرو کہ اس کا حاصل کرنا ایک حسنہ ہے اور بحث و تکرار اس میں بمنزلہ جہاد کے ہے راہ خدا میں اور تعلیم کرنا اس کو جو نجانتا ہو تصدق و خیرات ہے علم خدا کے نزدیک باعث قرب و منزلت ہے اسی سے حلال و حرام کی تصدیق ہوتی ہے اور اس پر چلنے والا بہشت کی راہ چلتا ہے اور فرمایا حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ

---

[1] حدیث میں ہے کہ دین مثل ایک درخت کے ہے ایمان اس کی جڑ ہے نماز اس کی رگیں ہیں زکوۃ اسکی تری ہے روزہ اسکی چھال ہے اور خوش خلقی اس کے پتے ہیں اور ترک گناہان اس کے پھل ہیں ۱۲ منہ

[2] مراد علم سے ان مقامات میں علم دین یعنے علم حدیث و قرآن ہے عام علم مراد نہیں بلکہ بعض علوم کے لغو اور فضول ہونیکی احادیث میں تصریح وارد ہوئی ہے چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول خدا مسجد میں تشریف لائے کچھ لوگ ایک شخص کے گرد جمع تھے آپ نے فرمایا یہ کیسا ہجوم ہے عرض کی کہ مرد علامہ ہے اس کے پاس لوگ جمع ہیں فرمایا علامہ کسے کہتے ہیں عرض کی جو عرب کے نسب اور دیگر حالات اور ایام جاہلیت کے واقعات اور عربی شعر و سخن سے واقفیت رکھتا ہو۔ فرمایا یہ ایک علم ہے کہ اس کا جاننا یا نہ جاننا برابر ہے نہ تو جاننے سے کچھ نفع ہے اور نہ جاننے سے نقصان پھر فرمایا کہ علم نافع یہ ہے کہ انسان کسی آیہ محکمہ یعنی علم قرآن کو جانے یا واجبات و مستحبات شرعی سے واقفیت رکھتا ہو جو اس کے سوا ہے وہ زاید و فضول ہے ۱۲ منہ

وآلہ وسلم نے رد نہ کرو عالم کی بات کو اور نہ عداوت رکھو اُس سے بلکہ محبت کرو اُس کیساتھ
کس لئے کہ محبّت عالم کی اخلاص ہے اور عداوت اُس کی کفر و نفاق۔ آگاہ رہو کہ جس نے
عالم کی بے عزتی کی گویا اُس نے میری بیعزّتی و اہانت کی اور جس نے میری بیعزتی و اہانت
کی اُس نے حق تعالےٰ کی بیعزّتی و اہانت کی اور بیعزّتی و اہانت کرنے والا حق تعالےٰ کا قطعی
دوزخ میں ہے ایسا ہی جس نے عالم کی عزت و توقیر کی اُس نے میری عزت و توقیر کی اور
جس نے میری عزّت و توقیر کی اُس نے حق تعالیٰ کی عزّت و توقیر کی اور ایسے شخص کے لئے
بیشک جنت ہے خبردار ہو کہ حق تعالیٰ عالم کے واسطے اوروں پر اس طرح غضبناک ہوتا
ہے جیسا کہ حاکم ظالم تم میں سے کسی گنہگار پر۔ نیز فرمایا۔ غنیمت سمجھو دعاء عالم کو کس لئے کہ
حق تعالےٰ دُعا اُس کی قبول کرتا ہے جس کے کہ حق میں کرے اور جس نے کہ عالم کے پیچھے
نماز پڑہی اُس نے گویا میرے پیچھے نماز پڑھی اور ابراہیمؑ خلیل اللہ کے پیچھے نماز پڑھی
پس اقتدا کرو عالم کی۔ اور اختیار کرو اُس سے صاف اور ستھری بات کو اور چھوڑ دو
اُس کے مکدّر اور گدلے کو بتحقیق کہ حق تعالےٰ ستّر سو گناہ عالم کے ایسے معاف کرتا ہے۔ کہ
جاہل کا ایک بھی معاف نہیں کرتا اور فرمایا کہ فضیلتیں عالم کی تعداد میں خشکی تری اور
اونٹوں کے بدن کے بالوں سے زیادہ ہیں پس غنیمت سمجھو عالم کے پاس بیٹھنے کو کیونکہ اُسکی
مجلس ایک ٹکڑا ہے باغ جنّت کا کہ رحمت و برکت وہاں نازل ہوتی رہتی ہے مثل بارش
باران کے لوگ گناہ لیکر وہاں بیٹھتے ہیں اور مغفور و مُعاف ہوکر اُٹھتے ہیں جب تک بیٹھے
رہتے ہیں ملائکہ اُن کے لئے دُعاء مغفرت میں مصروف رہتے ہیں اور حق تعالےٰ بنظر رحمت
اُن کی طرف دیکھتا ہے اور عالم اور طالب علم کو اور اُن کی طرف دیکھنے والے اور اُن سے
محبّت رکھنے والے کو بخشدیتا ہے۔

مطلب پہلا

توحید کے بیان میں۔ معنے توحید کے یہ ہیں کہ بندہ اعتقاد کرے کہ خدا تعالےٰ واحد و
یکتا ہے کوئی اُس کا مثل اور اُس کے کام کا شریک و سہیم نہیں وہ کنبہ قبیلہ نہیں رکھتا۔

نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے بلکہ سب کو اُس نے پیدا کیا ہے
سے معنے ہیں کلمہ شریفہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے اور یہی مدار اسلام کا ہے پس اعتقاد کرے کہ کوئی معبود
اور خدا نہیں سوائے حق سبحانہ تعالےٰ کے وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وہ تنہا و یکتا ہے کوئی اُس کا شریک
نہیں جو لوگ اس کے برخلاف ایک سے زیادہ خداؤں کے قائل ہیں یا اُس کی پیدا کی ہوئی
چیزوں کو اُس کا شریک اور ساجھی قرار دیتے ہیں یا صرف انہی چیزوں کو خدا جانتے ہیں اور
حق تعالےٰ سے سروکار نہیں رکھتے وہ سب کافر و مشرک ہیں مسلمان نہیں۔ ایسی چند قومیں
ہیں ازانجملہ۔ فرقۂ ثنویہ ہے قوم مجوس[1] سے کہ دو چیز کو خدا مانتے ہیں ایک روشنی و نور کو
کہ اُس کو یزدان کہتے ہیں دوسرے تاریکی و ظلمت کہ وہ اہرمن کے نام سے موسوم ہے۔ ان
دونوں کو قدیم و ازلی اور اصل تمام چیزوں کی جانکر اُن کی پرستش کرتے ہیں چنانچہ
اس لیئے ان کو ثنویہ یعنی دو خدا کے ماننے والے کہتے ہیں اور بعض مجوس صرف نور کو خدا
کہتے ہیں تاریکی و ظلمت کو اس کے برخلاف شیطان بتلاتے ہیں اور اکثر اُن میں سے
آتش و آفتاب کی پرستش کرتے ہیں پس جاننا چاہیئے کہ یہ تمام عقیدے باطل و فاسد
ہیں اور قایل ان کا کافر و مشرک۔ اندھیرا چاندنا۔ آتش۔ آفتاب و دیگر رنگ اور اشیا خدا
کی پیدا کردہ اشیا ہیں۔ خود خدا نہیں۔ حق تعالےٰ ان کی رد میں فرماتا ہے۔ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ
کہ روشنی اور تاریکی کو خدا تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ ازانجملہ۔ قوم نصاریٰ ہیں جو یہ کہتے
ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں اور ایک روح القدس یا حضرت مریم مادر عیسیٰؑ کو بڑھا کر
تین خداؤں کے قائل ہیں یہ عقیدہ عین کفر و ضلالت ہے حضرت عیسیٰؑ فقط اُس کے رسول
و پیغمبر تھے بیٹے نہ تھے گوشت پوست خون۔ استخوان سے اسی طرح بنے تھے جس طرح اور آدمی
ہوتے ہیں سوتے۔ جاگتے۔ بھوک پیاس لگتی تھی تو کھاتے پیتے تھے۔ حق تعالےٰ ان
سب حاجتوں سے بری ہے اور یہ بات کہ بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوئے تھے
اس سے لازم نہیں آتا کہ خدا کے بیٹے ہوں۔ حق تعالےٰ قادر ہے جس کو جس طرح
چاہے پیدا کرے چنانچہ حضرت آدمؑ کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا تھا۔ ایک انہیں
سے گمراہ فرقہ بت پرستوں کا ہے کہ پتھر۔ لکڑی وغیرہ اشیا سے آدمی کی شکل بنائے

فرقۂ ثنویہ

نصاریٰ

بت پرست

[1] یہ لوگ زمانہ قدیم سے ملک ایران کے باشندے تھے رعایا بادشاہ سب اسی مذہب کے ہوتے تھے بوقت ظہور اسلام بہت سے ان
سے اسلام لے آئے اور باقی بھاگ کر بمبئی سندھ وغیرہ ہندوستان کے ملکوں میں آباد ہوگئے۔ چنانچہ آجتک

اور اُس کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور نفع و نقصان کی ان صورتون سے اُمید رکھتے ہیں
حالانکہ اگر بتون کو عقل و شعور ہوتا تو مقتضائے انصاف یہ تھا کہ وہ اپنے بنانیوالون کے ممنون احسان ہوتے
اور اُن کی پرستش کرتے نہ کہ اُلٹے یہ عقل کے دشمن اپنے ہاتھون کی بنائی ہوئی
چیزون کی آپ عبادت کریں حضرت ابراہیمؑ کا آذر بُت تراش تھا بُتیں بناتا۔
اور ایام طفلی آنحضرتؑ میں آپکو دیتا کہ بازار میں فروخت کریں آپ ابتداء سے موحد خدا
پرست تھے۔ گھر سے نکلکر ان کی گردن میں رسّی باندھتے اور حقارت سے زمین پر کیچڑ گارے میں
سے اُن کو کھینچتے لے جاتے اور طنز کی رو سے اُن کو کہتے کہ کھاؤ پیو۔ کلام کرو۔ اور خریداران
سے کہتے کہ خریدو ان چیزون کو کہ نہ تم کو نفع پہونچا سکتی ہیں نہ کسی نقصان سے بچا سکتی ہیں
تاکہ لوگ جانیں کہ یہ اشیاء خریدنے کی بھی لایق نہیں چہ جائیکہ پوجنے کی ح اسلام سے پہلے
اہل عرب بھی اسی ضلالت میں مبتلا تھے بُت پرستی ان میں ایسی پھیلی ہوئی تھی کہ خود
کعبۂ مقدسہ میں تین سو ساٹھ بت رکھ چھوڑے تھے مگر دین اسلام نے اس منحوس

ح - اس زمانے میں ہرچند قریب قریب تمام دنیا کے عقلاء پر بت پرستی کی بیہودگی
ثابت ہوگئی - الّا ہمارے اس ملک ہندوستان کے باشندے ہندو ایسے سیدھے سادے
ہیں کہ وہ اب تک اُسی پُرانی لکیر کے فقیر بنے ہوئے مورتی پوجن (بُت پرستی) پر
جان دیتے ہیں چنانچہ ان کی عبادت خانون میں انواع اقسام کے بُت پتھر پیتل
ملمع سونے چاندی کے بنے ہوئے رکھتے ہیں یہ نادان ان کے آگے ہاتھ جوڑتے اور اُس
سے دعائیں مانگتے ہیں مسلمان بادشاہون نے ہرچند ان کو اس جہالت سے نکالنے
اور راہ راست پر لانے میں بہت کوششیں کیں لیکن پورا فایدہ نہوا اب خود ہندوؤں کے
درمیان سے ایک فرقہ بنام آریہ کھڑا ہوا ہے۔ جو بت پرستی سے روکتا ہے اس کے
ماسوا اور بہت سی باتون کی مثل نکاح بیوہ وغیرہ کی ترغیب دیتا ہے مگر ایک
بڑا عیب اس میں یہ ہے کہ یہاں کے ہندو مسلمانون کو کہ ہم وطنیت کیوجہ
سے باہم اتفاق رکھتے تھے۔ اب یہ فرقہ اُن کو لڑواتا ہے اور سلوک سے
رہنے نہیں دیتا ۔ ۱۲ منہ

رسم کی اس قدر بیخ کنی کی کہ عرب تو عرب جہان تک قابو ملا۔ اور ملکون سے بھی اُنکا
نشان مٹا کر چھوڑا۔ از انجملہ۔ فرقہ صوفیون کا ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان بتلاتے ہیں اور
باایں قائل ہیں وحدت وجود کے یعنے کہتے ہیں کہ خدا کے سوا اور کوئی شے موجود
ہی نہیں وہی ہر شے میں جلوہ گر ہے۔ اور تشبیہ دیتے ہیں خالق ومخلوقات کو ساتھ
دریا اور اُس کی امواج کے اور مٹی اور کوزون کے اور لاف مارتے ہیں کہ دراصل توحید کے
معتقد ہم ہی ہیں کہ سوائے خدا کے کسی شے کو موجود ہی نہیں جانتے۔ حالانکہ اُس سے لازم آتا
ہے کہ ہر چیز کو خدا کہیں اور جب یہ صورت ہے معاذ اللہ منہا تو کس کی عبادت کریں اور کیون
کریں نیز جبکہ ثنویہ کو بسبب دو خدا ماننے کے اور نصاریٰ کو تین خدا جاننے کے کافر جانتے ہیں۔ تو
تو وائے برحال اس فرقہ کے جو ہر چیز کو خدا کہتا ہے اور بزعم خود ہر ایک خدا بنا بیٹھا انا الحق
پکار رہا ہے۔ اس لئے احادیث میں وارد ہے کہ صوفی اُمت محمدیہ سے نہیں بدتر ہیں کفار
مشرکین سے اور قطعی جہنمی ہیں اور یہی عقیدہ غالیون کا ہے۔ جو غلو وافراط کرتے ہیں مدح
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وائمہ ہدیٰ میں کہ درجہ عبودیت سے بڑھا کر خدا ہی
کے رتبہ میں لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم آنحضرات کے دوست دار ہیں۔ حالانکہ یہ عین
دشمنی ہے اور وہ حضرات قطعی اُن سے بیزار ہیں حضرت امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میرے
بارے میں دو فرقہ گمراہ ہوئے ایک وہ جنہون نے زیادتی کی میری محبت میں اور مجھکو میرے
درجہ سے زیادہ قرار دیا۔ دوسرے جنہون نے کمی کی اس میں اور دشمنی وعداوت کی حد تک
پہونچ گئے۔ المختصر بعض تو غالیون سے کافر مطلق ہیں کہ صاف صاف آنحضرت علیؑ کو خدا کہتے ہیں
غرض غالی کا ہے گمان کہ اللہ ہے وہی۔ معاذ اللہ منہا یہ مذہب عبد اللہ بن سبا سے جاری
ہوا ہے جو ابتدا میں یہودی تھا۔ پھر بظاہر مسلمان ہوا۔ اور زمانہ خلافت ظاہری حضرت امیرؑ میں
یہ فاسد عقیدہ لوگون میں پھیلاتا تھا حضرت کو خبر ہوئی تو اُس کو گرفتار کرکے توبہ کرنے کو کہا
مگر اس ملعون نے اس سے انکار کیا ناچار حضرت علیؑ نے آگ روشن کرکے اُس کو جلوا دیا۔ لیکن
یہ خبیث مذہب اس سے جاری رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ حق تعالے نے محمدؐ وعلیؑ کو پیدا کیا اور
کاروبار عالم کو ان کے سپرد کرکے مختار کارخانہ تقدیر کر دیا۔ اب وہی پیدا کرتے ہیں وہی

صوفیہ

غالیہ

روزی دیتے ہیں وہی جلاتے ہیں وہی مارتے ہیں اس فرقہ کا نام مفوضہ ہے اور ابتدا اس مذہب کی عبداللہ مذکور کے بیٹے سے ہوئی۔ ہرچند وہ اپنے باپ کی نسبت ایک درجہ کم رہا مگر مردود و باطل ہونے میں یہ دونو مذہب برابر ہیں جیسے باپ کا ویسا ہی بیٹے کا سگ زرد برادر شغال حضرات کیسے ہی مقرب درگاہ اور خدا کے خاص الخاص ہوں۔ پھر بھی اُس کے بندے ہیں پیدا کرنا روزی دینا صرف حق سبحانہٗ کا کام ہے۔ قل اللہ خالق کل شئی و ہوالواحد القہار یعنے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہدے اے محمدؐ تو کہ اللہ ہی ہر شئے کا خالق ہے اور وہ یگانہ قہر و غلبہ والا ہے۔ اور جو گاہ گاہ ایسے امور آنحضراتؑ کے ہاتھ پر جاری ہوتے تھے وہ بنا بر اظہار معجزہ حق تعالےٰ کیجانب سے ہوتے تھے۔ اور اُسی کی دی ہوئی طاقت سے۔ پس وہ افعال حق تعالےٰ سے شمار ہوں گے نہ آنحضراتؑ کے حضرت امام رضا علیہ السلام اپنی ایک مناجات میں فرماتے ہیں

اَللّٰھُمَّ اِنَّا عَبِیْدُکَ وَاَبْنَاءُ عَبِیْدِکَ لَا نَمْلِکُ لِاَنْفُسِنَا نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

خداوندا ہم تیرے بندے ہیں اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں نہ ہم اپنے نفع و نقصان کے مالک ہیں نہ موت و حیات کے کسی شئے پر قدرت نہیں رکھتے پروردگارا جو کوئی گمان کرے کہ ہم خدا ہیں ہم اُس سے بیزار ہیں اور جو کہے ہم پیدا کرنے والے یا روزی دینے والے ہیں اُس سے برائت کرتے ہیں جس طرح کہ حضرت عیسٰی پیغمبرؑ اپنی اُمت سے بیزار ہیں پس یاد رکھنا چاہیئے کہ غالی لوگ مارِ آستین دشمن خانگی ہیں شیعوں کی اہل بیت کی دوستی کے پردہ میں۔ اُن کو فریب دیتے ہیں اور اپنے باطل عقیدے اُن میں شایع کرتے ہیں اُن سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ احادیث میں ہے کہ ان لوگوں سے اجتناب کرو۔ اور کسی طرح کی راہ و رسم نرکھو۔ کھانے پینے۔ رلنے ملنے اور نکاح بیاہ کو ان کے ساتھ موقوف کرو۔

وجود حق سبحانہٗ تعالیٰ

جاننا چاہیئے کہ وجود ہستی حق تعالےٰ کی بہت ظاہر و واضح ہے جس کو ذرا بھی عقل ہوگی جان لیگا کہ میں اور تمام آدمی کل حیوانات سارے درخت پہاڑ دریا زمین آسمان ... خود بخود پیدا نہیں ہوگئے کسی نے تو ہم سب کو پیدا کیا ہے جو ان سب کا پیدا کرنے والا ہے

وہی ہمارا خدا ہے جس نام سے چاہو اُسے پکارو۔ رام کہو یا رحیم کہو۔
نقل کسی اعرابی جنگل کے رہنے والے سے پوچھا تھا کہ تو نے خدا کو کس طرح پہچانا اُس نے کہا
اونٹ کی مینگنیاں بتلاتی ہیں کہ اونٹ یہاں سے گذرا ہے گدھے کی لید گدھے کے وجود پر
دلالت کرتی ہے اسی طرح نشان قدم سے چلنے والے کا پتہ چلتا ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ زمین
و آسمان باین عظمت و شان حق تعالے کے موجود ہونے پر دلالت نہ کریں۔

حدیث

کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی یا ابن رسول اللہ وجود حق تعالیٰ
پر کوئی دلیل ارشاد فرمائیے تحقیق کہ مجھ کو نزاع و جدال کرنے والوں نے حیران کر دیا ہے
فرمایا اے بندہ خدا تو کبھی کشتی میں بھی سوار ہوا ہے۔ عرض کی بارہا ہوا ہوں۔ فرمایا کبھی
تیری کشتی ایسے موقعہ پر ٹوٹی ہے کہ بظاہر وہاں کوئی ڈوبنے سے بچانے والا نہ تھا۔ نہ کوئی تختہ
باقی تھا کہ اُس سے مدد چاہے نہ شناوری سے وہاں کار برآری ہو سکتی تھی۔ عرض کی ایسا
بھی اتفاق ہوا ہے آپ نے فرمایا۔ اُس وقت تیرا دل کسی کیطرف رجوع تھا اور اُمید تھی۔ کہ
اس مہلکہ سے کوئی نجات بخشنے والا ہے۔ عرض کی یہ اُمید بھی تھی۔ فرمایا بس وہی قادر توانا
حق سبحانہ تعالے ہے جس سے ایسے وقت اُمید کی جاوے۔ اور جو ایسی یاس کی حالت میں
کام آوے۔ بالجملہ آثار و علامات وجود باری تعالے کے ایسے ظاہر ہیں کہ عقلمند کو انہیں
دیکھ کر اس میں شبہ نہیں رہ سکتا دانا کے نزدیک ایک ایک برگ خدا شناسی کا ایک دفتر ہے یہی
وجہ ہے کہ قریباً دنیا کے کل عقلاء ہمیشہ سے اس پر متفق چلے آئے ہیں کہ کوئی نہ کوئی ہمارا بنانیوالا
ضرور ہے اور جو شاذ و نادر اس سے انکار رکھتے ہیں وہ بھی دل میں مانے ہوئے ہیں البتہ
ذات خدا میں فکر نہیں کرنی چاہیئے کہ کیسی اور کس طرح پر ہے اس کے آثار حکمت اور کاریگری
سے اس کو پہچانے ذات تک نہ جائے کیونکہ ذات باری اس سے بزرگ و برتر ہے کہ عقل
انسانی وہاں تک پہونچ سکے اور اُس کو پا سکے۔ اس لئے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ فکر نہ
کرو ذات خدا میں کہ گمراہ ہو جاؤ گے صنائع و صفات حق تعالے کو دیکھو کہ توفیق پاؤ گے
پس اب جبکہ خدا کی شناخت اُس کی صفات و علامات میں منحصر ٹھیری۔ تو بعض مشہور

صفتیں اُس کی بیان کرتا ہون۔ تاکہ معرفت الہی بوجہ احسن حاصل ہو۔ جاننا چاہیئے کہ صفات باری تعالےٰ دو طرح پر ہیں۔ ثبوتیہ و سلبیہ یعنی کچھ ایسی صفتیں ہیں کہ اُن کا خدائے تعالیٰ کی ذات میں پایا جانا ضرور ہے اور ہم کو لازم ہے کہ اعتقاد کریں کہ حق تعالےٰ اِن صفات سے موصوف ہے اِن کو صفات ثبوتیہ کہتے ہیں۔ **اوّل**۔ انمیں سے **قدرت و اختیار** ہے یعنی اعتقاد کرے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ قادر مختار ہے جس کام کو جب چاہے کرے جس وقت اس کی مرضی ہو ترک کرے ایسا نہیں جیسا کہ حکیمون کا مذہب ہے کہ خدا فاعل موجب ہے۔ جو فعل اس سے صادر ہوتے ہیں وہ اُن کے کرنے پر مجبور و بے اختیار ہے جیسا کہ آگ جلانے میں اور آفتاب روشنی بخشنے میں کیونکہ یہ عجز ہے اور عاجز ہونا اُس کے شایان نہیں۔ **دوسرے علم** یعنی حق سبحانہٗ تعالیٰ عالم ہے جمیع معلومات کا سب حاضر و غائب گزشتہ و آئندہ پر اس کا علم کامل محیط و شامل ہے اگر ایسا نہ ہو تو لازم آتا ہے کہ جاہل ہو اور جہالت اُس کے لیئے روا نہیں کیونکہ ذات باری جامع جمیع صفات کمال اور تمام عیوب و نقصانات سے پاک ہے **تیسرے**۔ حقتعالےٰ مرید و کارہ ہے جو نیک کام کرتا ہے بارادہ و قصد کرتا ہے اور جن برائیون کو چھوڑتا ہے تو کراہت و نفرت سے چھوڑتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اَنَّمَا اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ یعنے حلال کیا خدائے تعالےٰ نے بیع کو اور حرام کیا سود خواری کو یعنی خرید و فروخت میں نفع اُٹھانے کو حلال و مباح فرمایا۔ قرض دیکر مسلمانون سے فایدہ حاصل کرنے کو منع کیا کہ یہ قومی ہمدردی کے خلاف تھا پس اچھی بات کو پسند کیا بُری سے کراہت ظاہر فرمائی۔ **چوتھے**۔ خدا یتعالےٰ متکلّم ہے یعنی جس چیز میں چاہے پہاڑ و درخت وغیرہ سے کلام پیدا کر دے کہ وہ آدمیون کی طرح سے باتیں کرنے لگے۔ چنانچہ ایک درخت زیتون کو قدرت دی تھی کہ حضرت موسیٰؑ سے باتیں کرتا تھا اِسی وجہ سے آنحضرتؑ کو کلیم اللّٰہ یعنے خدا سے باتیں کرنیوالا کہتے ہیں کلام خدا کے یہ معنی نہیں کہ آدمی اور جانورون کی طرح اُس کے بھی منہ زبان وغیرہ آواز کے سامان و اسباب ہون۔ خدا ان تمام جسمانی آلائشون سے پاک ہے۔ **پانچویں**۔ وہ حیّ یعنے زندہ ہے پہلے گزرا کہ وہ عالم و قادر ہے اور علم و قدرت بغیر حیات و زندگی کے متصوّر نہیں ہو سکتے پس ضرور ہے کہ زندہ ہو۔ علاوہ بریں زندہ

نہ ہونا بھی ایک عیب ہے اور ذات خدا کی جمیع عیوب سے پاک و پاکیزہ ہے۔ چھٹے۔ خدا
مدرک و سمیع و بصیر ہے یعنی جو بات ہم کو حواس خمسہ آنکھ۔ ناک۔ کان۔ زبان۔ ہاتھ۔ پیر سے
معلوم ہوتی ہے وہ بغیر ان چیزوں کے ویسے ہی معلوم کر لیتا ہے پس ذائقوں سے
واقف ہے بغیر اس کے کہ زبان سے چکھے خوشبو و بدبو کو جانتا ہے بلا اس کے کہ ناک سے
سونگھ کر معلوم کرے علیٰ ہذا بے آنکھوں کے دیکھتا ہے بغیر کانوں کے سنتا ہے۔ بغیر ہاتھ
پیر سے چھونے کے اشیا کی سختی نرمی کو جان لیتا ہے۔ ساتویں۔ خدائے تعالےٰ صادق
یعنے راست گو ہے جو کہتا ہے سچ کہتا ہے اس لئے کہ جھوٹ اور دروغگوئی برے کام ہیں اور
بری قبیح باتوں سے شان کبریا بلند و رفیع ہے۔ علاوہ بریں اگر جھوٹ بولنا اس کے لئے
روا ہو تو اس کے وعدے وعید پر اعتماد نہیں رہتا۔ آٹھویں۔ خدائے تعالےٰ قدیم و ازلی
ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور باقی و ابدی ہے یعنی ہمیشہ کو رہیگا اور سرمدی ہے یعنی زمانہ میں
نہیں زمانوں گذشتہ و آیندہ و موجودہ سے قایم ہے کبھی عدم اس کیلئے روا نہیں۔

صفاتِ سلبیہ

اسی طرح چند صفتیں ایسی ہیں کہ ذات باری ان سے منزّہ اور پاک ہے اور وہ اس کی
شایان نہیں ان کو صفات سلبیہ کہتے ہیں۔ پہلے یہ کہ اعتقاد کرے کہ حق تعالےٰ کا مثل
اور شریک کوئی نہیں اس کی ذات میں وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے چنانچہ بیان اس کا
پہلے توحید میں گزرا۔ دوسرے۔ خدا جسم و جسمانی نہیں کہ کسی شے سے مرکب ہو مانند حیوانات
کے کہ چار عنصر خاک۔ ہوا۔ پانی اور آگ سے مرکب ہیں۔ تیسرے۔ خدا متحیّز نہیں یعنی کسی جگہ
میں نہیں کوئی مکان اس کو احاطہ نہیں کر سکتا بلکہ ہر جگہ موجود ہے۔ باین معنی کہ اس کی قدرت
تمام عالم کو گھیرے ہوئے ہے اور کہیں بھی نہیں یعنی جسطرح جسمانی چیزیں ہوتی ہیں کہیں
نہیں ہے چوتھے حلول اس پر روا نہیں یعنی کسی بدن میں وہ داخل نہیں ہوتا جیسا کہ آدمی کے بدن میں روح داخل ہوتی ہے
اور نکلجاتی ہے وہ ایسا نہیں۔ پانچویں حق تعالی محل حوادث نہیں کہ مختلف حالات و کیفیات اس کو حاصل
ہوتی ہوں مانند اس کے کہ سوتا تھا جاگ گیا لڑکا تھا جوان۔ جوان سے بوڑھا ہو گیا۔ ذات خدا ان

تغیرات سے پاک ہے جیسا ہمیشہ سے تھا ویسا ہی ہے اور ویسا ہی رہیگا۔ چھٹے۔ حق تعالےٰ اپنی وجود وہستی میں کسی کا محتاج نہیں جیسا کہ سوائے خدا کے اور اشیا اور جاندار چیزیں اپنے غیر کے یعنی واجب الوجود کے محتاج ہیں۔ ساتویں۔ اس کی صفات اس کی ذات سے علیحدہ وجدا نہیں۔ بلکہ عین ذات ہیں ایسا نہیں جیسا کہ اہلسنت کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ عالم ہے علم سے قادر ہے قدرت سے۔ اور علم وقدرت وغیرہ کو ایک علیحدہ شے موجود جانتے ہیں۔ اور ہر ایک کو مثل ذات خدا قدیم و ازلی کہتے ہیں کہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ ذات خدا معاذ اللہ محتاج ہو غیر کی طرف اور تنہا بغیر اُس کے ناقص ہے اور کمال اُس کو بوجہ ایک دوسری شے کے حاصل ہوتا ہے اور یہ باطل ہے کس لئے کہ حق تعالیٰ ہر عیب و نقصان سے بری ہے اور نیز چونکہ ذات خدا ہمیشہ سے موجود ہے تو چاہیئے کہ یہ چیزیں بھی یعنی علم وقدرت وغیرہ اُس کے ساتھ ہمیشہ سے موجود ہوں۔ اور یہ درست نہیں۔ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ۔ ذات خدا الگ تھی اور اُس کے ساتھ کوئی شے موجود نہ تھی۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ آٹھویں۔ حق تعالےٰ مرئی یعنی قابل دیکھنے کے نہیں نہ دنیا میں نہ عقبیٰ میں کس لئے کہ نہ وہ جسم وجسمانی ہے نہ کوئی مکان اُس کے لئے ہے نہ کسی طرف وجہت میں ہے اور آنکھ سے دیکھنے کے لئے ان باتوں کا ہونا ضروریات سے ہے اور خود فرماتا ہے۔ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔ ترجمہ۔ آنکھیں اُس کو ادراک نہیں کرتیں اور نہیں پاتیں اور وہ ادراک کرتا اور پالیتا ہے آنکھوں کو اور ہے وہ پاکیزہ وخبردار۔ جاننا چاہیئے کہ یہ اعتقاد ضروریات مذہب شیعہ سے ہے سُنّی اس کے برخلاف قیامت کے روز خدا کے دیدار کے قایل ہیں اور بعض ان میں سے اُس کے لئے جسم بھی ثابت کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے باتیں کرے گا اسقدر ہنسے گا کہ ڈاڑہیں دکھائی دیں گی کبھی کہتے ہیں کہ صرف اپنی پنڈلی سے پردہ اُٹھائیگا کہ اُس کو دیکھتے ہی لوگ سجدہ میں گر جائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے دعا مانگتے ہیں کہ قیامت کو خدا کا دیدار اور پیغمبر کی شفاعت نصیب ہو۔ مگر معلوم ہے کہ خدا کے دیدار کا عقیدہ غلط اور باطل ہے اور افترا ہے خدا ورسول پر۔ تعالیٰ اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ خدا اس

سے زیادہ بزرگ و برتر ہے کہ جسم و جسمانی ہو۔ اور کسی کو نظر آوے۔ سبحان اللہ حضرت موسےٰ سے جلیل القدر پیغمبر کو تو خدا کا دیدار نہ ہوا۔ اور حق تعالےٰ اُن کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں لن ترانی یا موسیٰ۔ اے موسیٰ تو مجھے کبھی نہ دیکھیگا۔ اور حضرت موسیٰ ع اپنے اس سوال سے جو محض اُمت کے اصرار سے کیا تھا توبہ کریں اور کہیں سبحانک تبت الیک۔ پاک ہے تو اے خدا توبہ کرتا ہون تیرے آگے پھر کبھی ایسا سوال نہیں کرونگا۔ چنانچہ یہ قصہ قرآن شریف میں مفصل مذکور ہے اور یہ لوگ جواز دیدار پر اصرار کریں۔ اور گستاخانہ دعا مانگیں پس تم پر مخفی نہ رہے کہ جن آیات سے ظاہر ان کو یہ شبہ پیدا ہوا ہے اُن کی صحیح تفسیر اہلبیت علیہم السلام سے منقول ہے جو قرآن ناطق ہیں اور کتب مبسوطہ شیعیان میں تفصیل وار مذکور ہیں اگر یہ لوگ آنحضرت کی پیروا تابع ہوتے۔ تو ایسی غلطی میں نہ پڑتے۔

مطلب دوسرا عدل کے بیان میں

یہ دوسری اصل ہے اصول دین سے مطلب اس سے یہ ہے کہ بندہ اعتقاد کرے کہ حق تعالےٰ منصف و عادل ہے روا ظلم و ستم کا کسی پر نہیں جو کچھ کرتا ہے با قتضا حکمت و مصلحت کرتا ہے اُس نے بندون کو پیدا کیا۔ ہاتھ پاؤن وغیرہ اعضا اور قوتیں انکو بخشیں عقل عنایت کی۔ انبیا علیہم السلام کو اُن کی ہدایت کے لئے بھیجا اور ایسے کامون کی اُن کو تکلیف کی جن کو بوسعت و آسانی بجا لاسکیں۔ مثلاً شب و روز میں پانچ نمازیں مقرر کیں حالانکہ انکو اس سے بڑھکر طاقت تھی سال بھر میں ایک مہینے کے روزے فرض کئے اور وہ اُس سے زیادہ رکھ سکتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اور غرض و غایت بھی ان حکمون اور تکلیفون کی خود انہیں بندون کی طرف راجع فرمائی۔ کیونکہ وہ محتاج کسی کی عبادت کا نہیں اگر کوئی عبادت

لہ۔ عدل و عدالت ایک صفت ہے صفات افعال خدا سے اور صفات افعال الہی گو اور بہی بہت سی ہیں مگر اس صفت خاص میں چونکہ اسلام کے دو عظیم فرقہ یعنے سنی شیعہ میں اس مسئلہ میں بہت سی بحث و تکرار ہے اور بہت سے مسایل باریک اس سے متعلق ہیں لہذا علمائے دین کو ہمیشہ اس مقدمہ میں اہتمام خاص رہا ہے حتے کہ اس لئے عدل کو ایک اصل اصول دین سے شمار کرنے لگے ہیں ۱۲ منہ

خدا کرے تو اس میں اسی کا فایدہ ہے مدارج عالیہ بہشت میں ملیں گے۔ اب اُنکو اختیار ہے
چاہیں اُس احکام کے موافق کاربند ہوں اور بندگی کرکے مستحق ہوں۔ اُن بے انتہا نعمتوں کے
جو آخرت میں اُن کے لئے موجود کی گئی ہیں یا عصیان و نافرمانی کرکے اپنے تئیں آتش
جہنم میں ڈالیں حجت خدا ان کے اوپر تمام ہے جیسا کریں گے ویسا بدلا پائیں گے۔ مَنْ عَمِلَ
صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْهَا۔ جو نیک کام کریگا وہ اپنے نفس کے لئے کرے گا
یعنی اُس کا فایدہ وہی پاوے گا۔ اور جو بدی کرے گا اُس کی سزا بھی وہی بھگتیگا۔ یہ ہے
مذہب شیعوں کا اس مقدمہ میں۔ اور عادل ہونا حق تعالی کا جیسا کہ عقل کے موافق ٹھیک اور
درست ہے ویسا ہی آیات قرآن مبین و احادیث اہلبیت طاہرین اِس پر دلالت کرتی
ہیں۔ چنانچہ حق تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَان
کہ تحقیق حکم کرتا ہے خدا اپنے بندوں کو عدل و انصاف کرنے کا۔ پس کیسے ہوسکتا ہے کہ اوروں کو
حکم دے انصاف کرنے کا اور خود اس پر کاربند نہ ہو حالانکہ خود فرماتا ہے۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ
بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ۔ آیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو اس حکم دینے
میں فراموش کرتے ہو یعنی آپ کو حکم نہیں دیتے اور خود اس پر کاربند نہیں ہوتے اور
نیز فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ۔ کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ پس
جب ظلم کرنیوالا نہیں تو ضرور عادل ہوگا اور احادیث اس میں بکثرت وارد ہیں جابجا ادعیہ
ماثورہ وغیرہ میں خدا تعالےٰ کو عدل و قسط کے ساتھ سراہا ہے۔ حضرت صادق علیہ السلام سے
منقول ہے کہ دین کی اصل توحید اور عدل ہے۔ پھر توحید کی شرح کرکے فرماتے ہیں کہ عدل یہ
ہے کہ تو حق تعالی کی طرف وہ باتیں منسوب نہ کرے جن پر اُس نے تجھ کو ملامت کی ہے لیکن سنی
اس باب میں بالکل شیعوں کے برخلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا کے لئے عادل ہونا ضرور نہیں
اُس نے بندوں کو اُن کے افعال میں کچھ اختیار نہیں دیا کوئی خیر و شر وہ خود نہیں کرسکتے
سب کچھ خدا ہی اُن کے ہاتھوں سے کراتا ہے پھر اُنپر جو وہ جزا و سزا دیگا اُس میں کوئی ظلم نہیں
اور ظلم ہو بھی تو خدا کے لئے کوئی عیب نہیں جو چاہے سو کرے اور جو کرے وہی حق و درست
ہے اگر بالفرض کوئی اول دنیا سے آخر تک زندہ رہے اور ایک عبادت بھی عبادت خدا سے

غافل نہ ہو اُس کو وہ بروز قیامت جہنّم کے ساتویں طبقہ میں ڈالدے تو کوئی قباحت اُس
میں نہیں اور نیز جائز جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو ناممکن کاموں کے کرنے کی تکلیف
دے اور جب اُن سے نہ ہوسکیں تو عذاب و عقاب کرے مثل اس کے کہ ایک زمین گیر کو حکم
دے کہ آسمان پر پرواز کرے یا کسی کو حکم دے کہ آفتاب کو آسمان پر سے نیچے اُتار لائے یا حکم
کرے آب دریا کو ایک گھونٹ میں پی جاوے کوہ قاف کو سوئی کے ناکے سے نکال دے اور
جب یہ کام اس سے نہ ہوسکیں تو جہنّم میں ڈالدے کوئی عیب اُس میں نہیں۔ اور اپنی تسلّی
اُنہوں نے اس طرح پر کرلی ہے کہ ٹھیرا لیا ہے کہ خوبی و بدی کسی کام کی فی الواقع کوئی
شے نہیں جس کو شرع نے خوب کہا خوب ہے جس کو بُرا کہا بد ہے۔ حالانکہ یہ نری خام خیالی
ہے۔ معقول بات نہیں۔ ہر امر میں قطع نظر شرع کے نفس الامر میں کوئی نہ کوئی
برائی یا بھلائی موجود ہے خواہ عقل اُس کو پہونچ سکے یا نہ پہونچ سکے۔ چنانچہ بعض باتیں ایسی
ہیں کہ ادنیٰ سی عقل بھی اُنکو فوراً نیک یا بد بتلا سکتی ہے۔ مثلاً سچ بولنا ایسے مقام پر
جہاں کچھ فایدہ ہو یا جھوٹ کہنا ضرر کیجگہ میں کہ جو لوگ کسی شرع کے پابند نہیں وہ بھی جانتے
ہیں کہ پہلا کار نیک ہے دوسرا بُرا۔ ہاں بعض مقامات پر انسانی عقل بوجہ اپنے ضعف کے
کسی امر کی خوبی یا بدی ادراک نہیں کرسکتی تو وہاں شرع اس کی رہبر بنتی ہے۔ مثلاً روزہ
آخر روز ماہ رمضان کا اور اول دن ماہ شوال کا کہ شرع نے بتلایا ہے کہ پہلا خوب دوسرا
بد ہے عقل کو دونوں میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا یہ نہیں کہ نفس الامر میں کوئی کام نیکی بدی
سے موصوف نہیں حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں محکم و متشابہ دونو طرح کی آیتیں موجود
ہیں جہاں بکثرت ایسی آیتیں ہیں جو صاف صاف عدالت حق تعالےٰ اور بندوں کے با اختیار
فاعل ہونے پر دلالت کرتی ہیں جیسے کہ بعض اُن سے پہلے مذکور ہوئیں وہاں بعض ایسی بھی
ہیں جن سے بظاہر اُن کا مجبور ہونا متوہم ہوتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ خدا ہی ہر ایک کام کو
ان سے کراتا ہے بندے کا اختیار نہیں اسی وجہ سے ظلم کے قائل ہوگئے پھر اس
کی وجہ سے حسن و قبح عقلی سے انکار کرنا پڑا۔ مگر یہ سرے سے باطل ہے۔ خدا ہرگز بندہ
کو بُرے کاموں پر جبر نہیں کرتا اور وہ آیتیں ہرگز اپنے ظاہری معنو پر محمول نہیں ان کی

مسئلہ حسن و قبح

فصل

صحیح تفسیر احادیث اہلبیت[۵] میں ہے جن کے گھر میں قرآن اترا ہے اور کتب شیعہ میں منقول ہے
یہی وجہ ہے کہ اہلبیت علیہم السلام حدیث متواتر نبوی کے موافق کہ کتب فریقین میں مذکور ہے
کشتی نوح سے تشبیہ دیئے گئے ہیں جو اس میں سوار ہوا اُس نے نجات پائی جس نے تخلف
کیا ہلاک و برباد ہوا۔ اور اسی واسطے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بار ہا
مجمع عام میں فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو شئے عظیم چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا یعنی
قرآن۔ دوسری اہلبیت۔ جب تک تم ان دونوں کی پیروی کروگے گمراہ نہ ہوگے۔ وہ دونوں روز
قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگی۔ سنّی بھائیوں نے حضرت رسولخدا کی وفات ہی
پر ان کو ایک دوسرے سے جدا سمجھا۔ اور قرآن کو بغیر اہلبیت کے کافی جانا۔ کیا معنی کہ شروع
ہی سے اس کشتی میں سوار نہیں ہوئے اسی کی شامت ہے کہ طرح طرح کی غلطیوں میں پڑے
کبھی حق تعالےٰ کو جسم و جسمانی قرار دیکر اُس کے دیدار کے اُمیدوار ہوتے ہیں کبھی ہر نیک و
بد کو اس سے منسوب کر کے اس کو ظالم کہتے ہیں جس کی خود اُس نے مذمت کی ہے۔ ایک

---

[۵] ابراہیم محمود نے سوال کیا۔ قول حق تعالےٰ وَتَرَکَھُمْ فِی ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ سے کہ
چھوڑ دیا اللہ نے اُن کو اندھیرے میں جہاں وہ نہیں دیکھتے۔ فرمایا (امام رضا نے) اللہ تعالیٰ چھوڑنے اور
ترک کرنے سے متصف نہیں ہوتا جیسا کہ مخلوق اُس سے متصف ہوتی ہے۔ مگر جب وہ جانتا ہے کہ یہ بندہ
اپنے کفر و گمراہی سے باز نہ آئے گا۔ تو اپنی نصرت و اعانت کو اُس سے ہٹا لیتا ہے اور بحال خود اسکو
چھوڑ دیتا ہے۔ عرض کی خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ کے کیا معنی ہیں فرمایا مراد ختم سے طبع یعنی مُہر
لگانا کفار پر بوجہ اُن کے کفر کے اُنکی سزا میں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ بل طبع اللّٰہ علیہا
بکفرھم فلا یؤمنون الا قلیلاً۔ یعنے مُہر لگائی ہے اللہ نے اُن کے دلوں پر بوجہ اُن کے کفر کے۔ نہیں ایمان
لاتے وہ مگر کمتر۔ عرض کی خدا اپنے بندوں کو گناہوں پر مجبور کرتا ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ خود اُن کے اختیار میں
ہے وہ شبانہ مہلت دیتا ہے اُس کو توبہ کرنے کی۔ عرض کی ایسے امر کی تکلیف دیتا ہے۔ جو ان کی طاقت
سے باہر ہو۔ فرمایا یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ خود فرماتا ہے لیس بظلام للعبید۔ نیز فرمایا میرے
باپ نے اپنے پدر بزرگوار امام جعفر صادق ع سے روایت کی کہ جو گمان کرے کہ حق تعالےٰ بندوں کو
گناہوں پر مجبور کرتا ہے اور اُن کی طاقت سے زیادہ اُن کو تکلیف دیتا ہے۔ اس کا ذبح (بقیہ دیکھو ص۱۸)

مرتبہ ابو حنیفہ کوفی امام اعظم اہل سنت نے جو امام موسی کاظم علیہ السلام سے تعرض کرکے اس مسئلہ میں جواب شافی پایا ہم اس کو یہان نقل کرتے ہیں۔

مروی ہے کہ ایکبار ابو حنیفہ عبد اللہ بن مسلم کے ساتھ عراق سے مدینہ آئے۔ عبد اللہ انکو باعث ہوئے کہ اس شہر میں علماء اہلبیت سے امام جعفر صادق ع تشریف رکھتے ہیں اُن کی خدمت میں چلیں اور استفادہ کریں۔ در دولت پر آئے۔ تو دیکھا بہت سے شیعہ منتظر تشریف آوری امام عالی مقام در دولت پر جمع ہیں۔ بھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک جوان رعنا اندر سے برآمد ہوئے۔ لوگ اُن کی ہیبت و جلال سے سرو قد تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ بو حنیفہ نے ابن مسلم سے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے اُس نے کہا یہ موسی کاظم فرزند ارجمند آنحضرت کے ہیں ابو حنیفہ نے کہا قسم بخدا کہ میں اس کو اس کے شیعون کے سامنے خجل و شرمسار کردونگا ابن مسلم نے کہا۔ خاموش تیرا یہ مقدور نہیں کہا خدا کی قسم میں ایسا کرونگا۔ پھر حضرت کی طرف متوجہ ہوا۔ اور براہ حقارت ایک ادنی مسئلہ بیت الخلا جانے کا دریافت کیا۔ کہ صاحبزادہ تمہارے اس شہر میں کوئی مسافر وارد ہووے تو وہ اپنی حاجت کہان رفع کرے حضرت نے فرمایا کسی درو دیوار کے پیچھے جہان کسی کی نظر اُس پر نہ پڑے

یتوارٰی خلف الجدار و یتوقی

عین الجار و شطوط الانہار و مسقط

پوشیدہ ہو۔ آب جاری کے کنارون اور ثمردار درختون کے نیچے سے پرہیز کرے

الثمار و لا یستقبل القبلۃ و لا یستدبر

ہا فحینئذ یضع حیث یشاء

اور رو و پشت قبلہ نہ بیٹھے۔ پھر جہان موقع ملے اپنی حاجت رفع کرے۔

اس مختصر عبارت میں حضرت نے سب مسایل واجبات و مستحبات بیت الخلا کے فرما دیئے تو ابو حنیفہ کے کان کھڑے ہوئے۔ اور اُسکو چھوڑکر اُنہون نے مشکل سے مشکل

؎۱ بقیہ صلا۔ کیا ہوا جانور نہ کھاؤ کہ اُس کی شہادت قبول کرو۔ نہ اُس کے پیچھے نماز پڑھو۔ نہ مال زکوۃ سے اُسے کچھ دو۔ ۱۲۔ طبقۃ العلیا فی اخبار الرضاء

[illegible]

مسئلہ افعال بندگان کی طرف رجوع کیا۔ فرمایا صاحبزادے بھلا یہ تو فرماؤ۔ کہ گناہ کس کیطرف سے ہوتا ہے حضرت نے ارشاد کیا تین حال سے خالی نہیں یا خدا کی طرف سے ہے اور بندہ کو اُس میں دخل نہیں۔ اس صورت میں لایق عدالت حق سبحانہ تعالےٰ نہیں کہ جس کام میں بندہ کا دخل نہ ہو اُس پر اُس سے مواخذہ کرے اور عقوبت فرما دے اور یا یہ کہ بندہ اور خدا دونو کی شرکت سے گناہ ہوتا ہے تب بھی شریک قوی کو زیبا نہیں کہ شریک ضعیف پر ظلم کرے تیسری صورت یہ ہے کہ گناہ بندہ آپ کرتا ہے اس صورت میں روا ہے کہ حقتعالیٰ گناہ پر سزا دے اور روا ہے کہ اُس کو بخش دے اپنے فضل و کرم سے۔ ابوحنیفہ یہ مدلّل جواب سن کر چپ ہو گئے۔ گویا یہ پتھر اُن کے منہ میں لقمہ دیا گیا تھا۔ عبداللہ بن مسلم نے کہا کیوں میں نہ کہتا تھا کہ اولاد رسول سے متعرض مت ہو۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ ہے مختصر اور سلیس بیان عدل حق سبحانہ تعالیٰ کا اس کے متعلق مسایل دقیق و پیچیدہ مثل مسئلہ قضا و قدر و مسئلہ بدا وغیرہ کے بہت سے ایسے ہیں جن سے بوجہ اُن کے دقیق ہونے کے یہاں تعرّض نہیں ہو سکتا۔ اور دریافت کرنا ان کا بڑی بڑی کتابوں پر موقوف ہے۔ فایدہ حرام زادوں لڑکوں اور دیوانوں کے بیان میں۔ بعض احادیث شنیعہ سے معلوم ہے کہ حرام زادہ ہمیشہ کافر ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ عذاب الٰہی میں گرفتار رہے گا۔ چونکہ مضمون اِن احادیث کا عدالت باری تعالیٰ کے خلاف ہے تو ممکن ہے کہ یہ احادیث شری سے ضعیف و ساقط الاعتبار ہوں یا کوئی صحیح تاویل ان کی کی جا دے۔ نہیں تو مذہب مشہور علماء امامیہ کا یہی ہے کہ حرام زادے کا حال دیگر آدمیوں کے حال کے ساتھ یکسان ہے یعنی اچھے کام کریگا تو ثواب پائے گا۔ بُرائی پر مستوجب عذاب جہنّم ہو گا۔ عدالتِ الٰہی جو عقلی دلیلوں اور قرآن و احادیث سے ثابت ہے۔ اسی کی مقتضی ہے۔ کیونکہ جب وہ مومن ہوا اور اچھے کام مثل نماز روزہ وغیرہ کے بجالایا۔ تو اصول و فروع سب درست ہو گئے پھر اس کا کیا قصور ہے کہ ناحق نار دوزخ میں ڈالا جائے اور حرام زادہ ہونے میں خود اس کا کوئی دخل نہ تھا وہ فعل اُس کے ماں باپ کا تھا۔ ہاں بعض احادیث سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرام زادوں سے جو مومن نیکوکار ہوں گے اُن کے لئے بہشت میں

علیحدہ جگہ مقرر کریں گے تاکہ اور اہل بہشت جن کی ولادت طیب و طاہر طریقہ سے واقع
ہوئی۔ اُن کے قرب سے ایذا نہ پائیں ان احادیث کے اوضاع میں کوئی مضایقہ نہیں۔ کہ
وجہ سے خالی نہیں اور احادیث آئمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ
بچے مومنوں کے عالم برزخ میں جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ و جناب ابراہیم خلیل و سارہ کی
تحویل میں رہتے ہیں اور بچے کافروں کے اپنے ماں باپ کے ساتھ آتش میں ساکن ہیں
اس طرح پر کہ آگ ایذا نہیں پہونچاتی۔ بروز قیامت ان سب کے لئے آگ روشن کرینگے۔
اور پروردگار عالم حکم کریگا۔ ان کے تئیں کہ اس میں کود پڑیں تعمیل ارشاد کی تو ثواب پائیں گے
ورنہ عذاب ابدی میں گرفتار ہونگے۔ علیٰ ہذا دیوانے اور وہ لوگ کہ حجت خدا کی دنیا میں اُن
پر تمام نہیں ہوئی جیسا کہ رہنے والے دور دراز ملکوں کے اور باشندے جزیروں اور
پہاڑوں کے جہاں کہ ان تک مذہب حق کا آوازہ نہیں پہونچا۔ اور موقعہ تحقیق حق کا
نہیں پا سکے ایسا ہی وہ ضعیف العقل مرد و عورتیں جن میں حق و باطل کے تمیز کرنیکی قوت نہ تھی حق تعالےٰ
انکو بلا اتمام حجت عذاب ابدی میں گرفتار نہیں کرے گا۔ بلکہ بطریق بالا پہلے اُن کا امتحان
کرے گا۔ پھر بہشت دوزخ سے جس کے وہ مستحق ہوں گے وہاں بھیجے گا۔

مطلب تیسرا نبوت میں

نبوت کے معنی یہ ہیں کہ اعتقاد کرے کہ حق تعالےٰ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے نبیوں کو
بھیجتا ہے تاکہ اُن کو راہ خدا دکھائیں اور حلال و حرام خدا سے آگاہ کریں اور یہ لطف الٰہی
ہے کہ جس سے وہ طاعت خدا کے نزدیک اور معصیت سے دور ہوتے ہیں اور نیز اگر نبیوں کو
نہ بھیجتا تو حجت خدا خلق پر تمام نہ ہوتی اور اُن کو گناہ کرنے میں ناواقفیت کا عذر رہتا
حالانکہ خود فرماتا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ۔ خدا کی حجت پوری کامل ہے پس ضرور ہے
کہ انبیا علیہم السلام مبعوث ہوں اور جو معجزات کہ اُن کے دعووں کی تصدیق کریں انکے
ہاتھوں پر جاری ہوں تاکہ لوگوں کو اُن کی نبوت کا یقین حاصل ہو اور اُن کی ہدایت کرنے سے
ہدایت پائیں۔

مُعجزہ۔ معجزہ وہ کار ہے کہ جس کے کرنے میں انسان عادتاً عاجز ہو یا یون کہو کہ سوائے خدا کے کوئی ایسی پر قدرت نہ رکھے۔ مثلاً مُردے کو زندہ کرنا۔ مادر زاد اندھے کو بینا کرنا وغیرہ وغیرہ پس جو کوئی دعویٰ نبوت کرے اور ایسے کام حق تعالیٰ اُس کے ہاتھ پر جاری کرائے وہ اُس کے دعویٰ کی تصدیق کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ پیغمبر برحق ہے۔ کیونکہ حق تعالےٰ ایسی باتیں کبھی جھوٹے کے ہاتھ پر جاری نہیں کرتا۔ اور جو کرتا ہے۔ تو اس طرح پر کہ بجائے اس کے دعوے کی تصدیق ہو اُلٹی اور تکذیب ہوتی ہے اور وہ جھوٹا دعوے کرنیوالا سر عام فضیحت و رُسوا ہوتا ہے جیسا کہ لوگون نے مسیلمہ[۵] کذاب سے کہا کہ محمدؐ اندھے کو بینا کر دیتے ہیں۔ تو بھی اپنا معجزہ دکھا کر اُس نے ایک کانے کے واسطے دُعا کی اُس کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی صاف اندھا ہو گیا علیٰ ہذا کسی نے کہا آنہون نے کم آب کوئیں میں آب دہن ڈالا۔ اُسکا پانی بڑھ گیا مسیلمہ نے اپنا آب دہن کوئیں میں گرایا جس قدر پانی اُس میں تھا وہ بھی خشک ہو گیا ایسے معجزے کو معجزۂ مکذّبہ یعنی جھٹلانے والا معجزہ کہتے ہیں۔

وحی۔ احکام الٰہی اور پیغامات جو خدا کی طرف سے بندون کے پاس آتے ہیں اُن کو وحی کہتے ہیں۔ وحی کئی طرح پر ہوتی ہے کبھی فرشتہ آدمی کی شکل بنکر روبرو آتا ہے اور پیغام زبانی پہونچاتا ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ہمارے پیغمبر صلوات اللہ علیہ کے پاس جبرئیل بشکل دحیہ کلبی کی شکل میں آتے تھے۔ لکھا ہے کہ اسرافیل فرشتے کی آنکھون کے سامنے ایک تختی یاقوت کی لٹکتی رہتی ہے جس وقت حق تعالےٰ ارادہ وحی کرتا ہے تو وہ تختی خود بخود حرکت کر کے اُن کی پیشانی پر لگتی ہے اور مضمون وحی اس میں نقش ہوا نظر آتا ہے اسرافیل اُسکو پڑھ کر میکائیل کو پہونچاتے ہیں اور میکائیل جبرئیل کو اور جبرئیل کہ امین وحی ہیں اُس پیغام کو

---

[۵] مسیلمہ کذاب اہل عرب سے ملک یمامہ کا رہنے والا رسول اللہ کے زمانہ میں ایک مرد تھا پہلے مدینہ آکر حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا پھر اپنے ملک میں جا کر مرتد ہو گیا۔ اور نبوت کا مدعی بنا حضرت کی وفات پر اسکی جمعیت بڑھ گئی تھی آخر سلہ ہجری میں بزمان خلافت ابوبکر خالد ولید نے اس ملک پر چڑھائی کی اور مسیلمہ وحشی قاتل امیر حمزہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ وحشی نے اُسی حربے سے اُس کا کام تمام کیا جس سے کفر کی حالت میں حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا ۱۲ منہ

دُنیا میں نبیوں کے پاس لے جاتے ہیں۔ اور کبھی غیب سے ایک آواز انبیا کے کان میں آجاتی اور آواز دینے والا نظر نہیں آتا۔ کبھی کوئی امر خواب میں دیکھ کر جان لیتے ہیں کہ یہ حکم خدا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا تھا۔ کہ گویا اسمٰعیلؑ کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہے ہیں اور اُس کو حکم خدا سمجھے تھے کبھی ویسے ہی الہام ہو جاتا ہے اس کے سوا اور صورتیں بھی وحی کی کتب مبسوطہ میں لکھی ہیں۔

ملائکہ۔ جاننا چاہیئے کہ فرشتے اجسام لطیف و نورانی ہیں۔ اُن کو قدرت ہے کہ جس صورتیں چاہیں متشکل ہو جائیں ان کا مسکن سات آسمان ہیں کھانے اور آرام کرنے کی اُن کو حاجت نہیں ہے صرف نسیم عرش سونگھ کر جیتے ہیں اور شب روز عبادت خدا میں مصروف رہتے ہیں۔ اور بعض علمائے کہا ہے کہ ملائکہ جن شیاطین ایک ہی جنس سے ہیں جو ہمیشہ نیک کام کرتے ہیں فرشتے کہلاتے ہیں جو ہمیشہ بدکار ہیں شیطان ہیں اور جو کبھی نیک کبھی بدکار ہیں وہ جن ہیں۔

عصمت۔ موافق مذہب شیعہ ضرور ہے کہ انبیا علیہم السلام ابتداء عمر سے انتہا تک گناہان صغیرہ و کبیرہ سے عمداً و سہواً مبرا و معصوم ہوں کس لیے کہ اگر جائز الخطا و فاسق ہوتے معاذ اللہ تو اُن کے قول و فعل پر اعتماد نہ ہوتا۔ پس خلقت میں ذلیل و خوار ہوتے اور جو غرض اُن کی نبوّت سے مقصود تھی حاصل نہ ہوتی۔ نیز چاہیئے کہ تمام علوم جن کی اُمت کو احتیاج ہو اُن کو حاصل ہوں بلکہ تمام خوبیوں میں اپنی اُمت سے فائق ہوں۔ اور تمام صفات حسنہ مثل علم۔ حلم۔ شجاعت۔ سخاوت۔ عفت۔ تواضع۔ مروّت وغیرہ سے آراستہ ہوں اور تمام عیوب بغض۔ حسد۔ حرص۔ بخل۔ کینہ جوئی۔ نامردی۔ کج خلقی وغیرہ سے پاک ہوں اور ایسی بیماریاں اُن کو عارض نہیں ہوتیں جن سے خلایق نفرت کرے مانند اس کے کہ کوڑھی جزامی۔ اندھے۔ بہرے۔ گونگے نہیں ہوتے۔ اور کمینے پیشے مانند حجامی۔ جولاہا گری۔ حمامی وغیرہ وہ اور اُن کے باپ نہ کرتے ہوں۔ اور صحیح النسب و نجیب ہوں۔ نیز چاہیئے کہ ماں باپ تمام انبیا کے کفر و شرک سے پاک و طاہر ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ کے باپ تارخ تھے جو مومن و موحد تھے۔ آذر بت تراش ان کا باپ نہیں تھا چچا ہوتا تھا۔ بہ باعث اس کے کہ اُس نے آپ کو پرورش کیا تھا۔ مجازاً باپ کہتے تھے۔ اور اعتقادات شیعہ سے ہے کہ زمین ابتدا

تعلقت انسان سے محبت خدا سے خالی نہیں رہی۔ اور نہ آیندہ کبھی خالی رہیگی۔ زمانہ ہائے فترت جو دو نبیوں کے درمیان گزرے۔ اگر نبی سے خالی تھے تو وصی و امام اس وقت بھی موجود رہے ہیں چنانچہ مروی ہے کہ حضرت ابو طالب آخر اوصیاء عیسی علیہ السلام تھے کہ تمام وصایا و تبرکات آنحضرت کے اور انبیاء سابقین کے حضرت رسول خدا کو پہونچائے۔ اس وقت بھی بارہویں امام یعنی حضرت صاحب الامر مہدی علیہ الصلوۃ والسلام زندہ موجود ہیں گو نظروں سے غائب ہیں چنانچہ مفصل ذکر اُن کا باب امامت میں آئیگا۔ اور مشہور یہ ہے کہ حضرت آدم سے لیکر حضرت محمد مصطفیٰ تک کل ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گزرے ہیں۔ مجملاً اس کا اعتقاد چاہیئے از انجملہ پانچ پیغمبر نوح ۔ ابراہیم۔ موسیٰ عیسیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیغمبران اولوالعزم یعنی صاحب کتاب و شریعت تھے۔ اور اُن میں سے ہر ایک کی شریعت اپنے سے ماقبل کی شریعت کو منسوخ کرنیوالی تھی۔ اور جن نبیوں کا نام قرآن شریف میں مذکور ہے مثل ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحاق۔ یعقوب۔ یوسف۔ موسیٰ۔ سلیمان۔ داؤد۔ عیسیٰ۔ یحییٰ وغیرہ کے ان کی نبوت کا اقرار ضروریاتِ دین اسلام سے ہے

بعد ان سب کے خواجۂ دوسرا حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ افضل النبیین و خاتم المرسلین ہیں ان کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے۔ ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا کہ اس کو منسوخ کرے یہ شریعت قیامت تک رہیگی۔ وہ حضرت تمام انبیاء بلکہ جملہ مخلوقات خدا جن و انس و ملائکہ سے بہتر و افضل ہیں اگر وہ اور اُن کی ذریت طاہرہ نہ ہوتی تو حق تعالیٰ ارض و سما آدم و حوا سے کسی کو بھی خلق نہ کرتا۔ آپ کا نور دو ہزار برس بروایتے سات یا بارہ ہزار سال پیشتر حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا ہوا عرش الہی کے سامنے تسبیح و تقدیس الہی میں مشغول تھا۔ یہانتک کہ حق تعالے نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور اُس نور کو اُن کی پشت مبارک میں جگہ دی۔ پھر وہ نور پشت ہائے طاہرہ و ارحام مطہرہ کیجانب منتقل ہوتا رہا۔ یہان تک کہ پشتِ عبدالمطلب میں آکر اُس کے دو حصے ہوگئے نصف اُس کا پشتِ عبداللہ میں گیا اوس سے حضرت رسول خدا پیدا ہوئے اور نصف دیگر پشت ابو طالب میں آیا اُس سے آپ کے برادر و وصی و داماد وزیر

امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب پیدا ہوئے۔ پدر بزرگوار آنحضرتؐ کے حضرت عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب ہیں اور مادر گرامی حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے پچیسوین پشت میں ہیں اور جناب آدمؑ سے پیتالیسوین پشت میں ہیں پس کل پشتیں بنا بر مشہور آدم ابو البشرؑ سے آنحضرتؐ تک پچاس ہیں تمام اجداد آپکے کہ حامل نور محمدیؐ تھے مومن مسلمان تھے کوئی مشرک بت پرست نہ تھا اور مائیں بھی کم از کم جب تک کہ نور مبارک اُن کے رحم میں رہتا ضرور ہی مومنات تھیں۔

ولادت باسعادت۔ حضرت رسولؐ خدا جس سال کہ ابرہہ بادشاہ یمن خانہ کعبہ کے انہدام کے ارادہ سے فیل سفید اور افواج لیکر مکہ معظمہ پر چڑھا۔ اور ابابیل پرندوں نے بحکم خدائے جلیل اُس کو معہ تمام لشکر کے سنگریزوں سے سنگسار کیا پچپن روز بعد اس واقعہ کے ۱۷ ربیع الاوّل بروز جمعہ بوقت طلوع صبح مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ شب ولادت بہت سے عجائبات روئے زمین پر نمودار ہوئے۔ کاہنوں کا علم جاتا رہا۔ جادوگروں کا جادو باطل ہو گیا۔ جو بُت جہاں رکھا تھا منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ کسرے بادشاہ عجم کے محل میں لرزہ پڑ گیا اور چودہ کنگرے اُس کے زمین پر آرہے۔ آتش خانہ فارس کہ ہزار سال سے برابر روشن چلا آتا تھا اُس رات کو سرد ہوگیا۔ دریاچہ ساوہ کہ شہر کاشان کے قریب کافروں کی پرستشگاہ تھا خشک ہوکر نمک زار بن گیا۔ شاہان روئے زمین کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔ نطق وگویائی اُن میں مطلق نہ رہی اور تخت اُن کے سرنگون ہوئے۔ ملک حجاز سے اُس شب کو ایک نور اُٹھتا ہوا نظر آیا۔ جو تمام عالم میں پھیل گیا۔ شکم مادر سے زمین پر تشریف لائے تو اوّل سجدہ کیا۔ پھر بزبان فصیح فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ملائکہ مقرّب وارواح انبیا علیہم السلام اُس وقت حاضر ہوئے۔ رضوان خازن بہشت نے آب بہشت حاضر کیا اور بدن اطہر کو اُس سے شست وشو کیا پھر درمیان دونوں شانوں کے مہر نبوت لگائی جس میں منقوش تھا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ۔ اور ایک پارچہ سفید ریشمین میں لپیٹا اور [illegible] حضرت پر عرض کیا۔ ملائکہ سماوات وعرش وکرسی نے حاضر ہوکر آنحضرتؐ پر سلام کیا۔

رضاعت۔ حضرت رسولؐ ابھی شکم مادر ہی میں تھے کہ پدر عالی قدر آپ کے جناب عبداللہ عالم آخرت کو سدھارے۔ چار مہینے کے ہونے پائے تھے۔ کہ حضرت آمنہ والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا اور اس دُرِ یتیم کے دُودھ پلانے کے واسطے ضرورت دایہ کی ہوئی چونکہ یہ سعادت روز ازل سے حلیمہ سعدیہ کے حصے میں آچکی تھی۔ بہت سی عورتوں کے درمیان سے وہی انتخاب ہوئیں حضرت عبدالمطلب نے بہت تاکید غور و پرداخت کر کے اپنے لخت جگر کو اُن کے سپرد کیا دائی حلیمہ اس دولت عظمیٰ کو اپنے گاؤں یعنی قبیلہ بنی سعد میں کہ مکہ سے چھ فرسخ اٹھارہ میل کے فاصلہ پر تھا لیگئیں جس قدر خیر و برکت بدولت آنحضرتؐ کے انکو اور اُن کے کنبے قبیلے کو پہنچیں اور جو عجائبات ان لوگون نے اس عرصہ میں مشاہدہ کیا اُن کی تفصیل کو ایک دفتر چاہیئے۔

نکتہ۔ والدین کی اطاعت بباعث اُن کے حقوق کے تمام اولاد پر لازم و محتم ہے۔ بچپن ہی میں آنحضرتؐ کے ماں باپ کی طرف سے یتیم ہو جانے میں یہ مصلحت تھی کہ خدا تعالےٰ کو منظور نہ تھا کہ اس کے نبی پر سوائے اس جلشانہ کے کسی اور کی اطاعت واجب ہو حضرت رسول سات سال کے تھے کہ حضرت عبدالمطلب جدامجد آنجناب نے ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ اُس وقت سے حفظ و تربیت آپ کی آپ کے عم مکرم حضرت ابو طالب کے سپرد ہوئی۔ اُنہوں نے جیسا چاہیئے تھا اس خدمت کو انجام دیا۔ دل و جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے زوجۂ ابو طالب جناب فاطمہ بنت اسد مادر امیرالمومنینؑ اپنی اولاد سے زیادہ چاہتی تھیں چوبیس ۲۴ سال کو پہنچے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ مادر فاطمہ زہرا صلوات اللہ کے ساتھ شادی ہو گئی اُس وقت سے آپ کے ساتھ رہنے لگے چالیس سال کی عمر تک عبادت الٰہی و خدا پرستی میں مصروف رہے اس زمانے میں بھی کسی نبی کی شریعت کے تابع نہ تھے طریقۂ طاعت بطور الہام جانب حق تعالیٰ سے القا ہوتا تھا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔ یعنی میں نبی تھا حالانکہ آدم علیہ السلام ہنوز آب و گل کے درمیان تھے۔ چالیس سال کامل ہوئے۔ تو تمام جن و انس سفید و سیاہ عرب و عجم پر پیغمبر برحق مقرر ہوئے۔ روایت ہے کہ جب ستارۂ نبوّت طلوع کے قریب پہونچا۔ تو حضرت بیشتر اوقات غار حرا میں تشریف لے جاتے اور شب و روز عبادت خدا میں مصروف رہتے۔ آمد و رفت

مین جس درخت پتھر سے گزرتے آواز سلام آتی۔ ۲۷ رجب کو اسی غار مین تشریف رکھتے تھے کہ اول وحی آئی جبریل امین نازل ہوئے۔ اور آیات شروع سورۂ اقراء لائے۔ اسوقت عام اہل عرب خصوصًا مکہ والے کفر و بت پرستی مین مبتلا تھے۔ حضرت اُن کو وحدانیتِ خدا کیطرف دعوت کرتے تھے۔ سب سے پہلے جس نے آپ کی تصدیق رسالت کی حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام اور جناب خدیجہ الکبریٰ تھیں۔ بعد ازان ایک ایک دو مسلمان ہوتے رہے چنانچہ تیرہ سال زمانہ قیام مکہ مین بہت کم لوگ اس شرف سے مشرف ہوئے۔ اکثر قریش کفر و بدینی پر اصرار رکھتے تھے۔ بلکہ جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے اُن کے درپے آزار تھے۔

معراج

انہی ایام قیام مکہ میں آنحضرتؐ کو معراج ہوئی۔ یعنی حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عالم علوی سات آسمان عرش کرسی بہشت دوزخ وغیرہ عجائبات کی سیر کرائی۔ جبرئیل امین بحکم رب العالمین براقؑ بہشت لائے۔ اور حضرت کو اُسپر سوار کر کے اول بیت المقدس ملک شام میں جسے اہل عرب مسجد اقصیٰ کہتے تھے۔ اور انبیاء سابقین کا قبلہ تھا لے گئے۔ پھر وہان سے آسمان پر عروج فرمایا بیت المعمور پر کہ چرخ چارم پر محاذی خانہ کعبہ واقع ہوا ہے اور اہل آسمان کا قبلہ ہے۔ ارواح انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ سے گذر کر عرش معلیٰ تک پہونچے اور مرتبہ قاب قوسین او ادنیٰ پر فائز ہوئے۔ اور شرف ہمکلامی حضرت باری تعالیٰ حاصل کیا۔ بہت سے اسرار نہانی کھلے عقدے حل ہوئے۔ خلافت و امامت

؎۱ ۔ براق ایک بہشتی جانور ہے خوش نما رنگ میانہ ڈیل ڈول کا گدہے سے اونچا۔ خچر سے اترتا سوا اس کے پیچھے دو پر در و جواہر سے مرصع گردن کے بال لمبے دہنے طرف کو لٹکتے ہوئے زین یاقوت سرخ کا اور رکابیں مروارید سفید لگام خالص سونے کا اُس کی دونو آنکھون کے درمیان کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ منقوش۔ بلند جگہ پر چڑھنے کے وقت اُس کے دونو پاؤن دراز اور ہاتھ کوتاہ اور اُترنے میں اُس کے برعکس ہو جاتے ہیں تیزرَو اس درجہ کا کہ اگر سوار کی مرضی پائے تو ایک قدم میں عرصۂ دنیا و آخرت کو طے کر رکھے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بروز قیامت بھی اُس پر سوار ہون گے ۱۲ منہ

امیر المومنینؑ و باقی آئمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم صاف طور سے مُعیّن ہوئی۔ نماز پانچ وقت کی فرض ہوئی۔ واپسی کے وقت بہشت دوزخ کا ملاحظہ فرمایا۔ اور اُسی رات اپنے مکان کو مکہ معظمہ میں واپس تشریف لائے یہ ہے مختصر کیفیت معراج کی اور تفصیل اس کی بڑی بڑی کتابوں میں درج ہے۔ اس کا اعتقاد ضروریات سے ہے حدیث میں وارد ہے کہ انکار کرنے والا چار چیز دن کا ہمارے شیعہ سے نہیں۔

معراج۔ سوال وجواب قبر۔ بہشت و دوزخ۔ شفاعت نیز اعتقاد کرے کہ یہ معراج حضرت کو جسم و بدن کے ساتھ ہوا۔ اور حالت بیداری میں۔ ایسا نہیں جیسا کہ بی بی عائشہ اپنے پیروں کو سمجھا گئی ہیں کہ جسم مبارک بستر سے غائب نہیں ہوا تھا۔ اور معاویہ کا بھی ایسا ہی کچھ مذہب ہے۔ کہ معراج صرف ایک خواب تھا جو آنحضرتؐ نے دیکھا تھا۔ یہ سب عقیدے باطل ہیں اور اصل انکار معراج جسمانی کی کفار سے ہے جن کا سرگروہ ابوجہل ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ جب صبح کو حضرت رسولخداؐ نے اس واقعہ کی خبر دی۔ تو اُس لعین نے قریش سے کہا۔ اچھا موقع ہے محمدؐ کا جھوٹ اس وقت کھل جائیگا اُن سے دریافت کرو کہ بیت المقدس میں کتنے ستون اور کے محرابیں ہیں اور کس قدر قندیلیں اس مسجد میں لٹکتی ہیں جبرئیل نے ایک نقشہ ہو بہو بیت المقدس کا لاکر روبرو حضرت کے رکھدیا۔ قریش سوال کرتے اور آپ ٹھیک اُس کا جواب دیتے تھے مگر کفر اُن کے دلوں میں راسخ تھا۔ کچھ اثر نہ ہوا۔ نیز حضرت نے خبر دی۔ کہ ایک قافلے پر جو شام سے آتا ہے میرا گذر ہوا ایک اونٹ ان کا راہ میں گم ہو گیا میں نے اُن سے پانی مانگا تھوڑا اُس میں سے نوش کیا باقی زمین پر گرا دیا وہ قافلہ صبح طلوع آفتاب پر داخل مکہ ہوگا ایک شتر خاکستری رنگ کا سب سے آگے ہے یہ سب باتیں سچ نکلیں مگر کفار پر کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ سرکشی اُنکی زیادہ ہوئی۔ دسویں سال نبوت عمّ نامدار جناب ابوطالبؑ کہ حامی و مددگار و یار جان نثار تھے اور زوجہ محترمہ جناب خدیجہؑ کہ مونس و غمخوار تھیں۔ رہگرائے عالم باقی ہوئے۔ ان دو سچے دوستوں کی جدائی کا سخت قلق ہوا چنانچہ اس سال کا نام عام الحزن یعنی سال غم و اندوہ رکھا۔ ہجرت۔ جبکہ قریش اہل مکہ مسلمانوں کو طرح طرح سے ایذائیں دینے اور ستانے لگے اور ظلم و ستم اُن کے حد سے گذر گئے۔ اور ابوطالب سا حامی و سرپرست دنیا سے اُٹھ گیا تو ناچار

تیرھویں سال نبوت سے بحکم پروردگار مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ چنانچہ حساب سنہ ہجری اس سال سے لیا جاتا ہے۔ یہاں قبیلہ بنی اوس و بنی خزرج سکنہ مدینہ نے جو پہلے سے متمنی آپکی تشریف آوری کے تھے حق مہمانی ادا کر کے سعادت دارین حاصل کی اور انصار دین کا لقب ہمیشہ کو پایا۔ اُس وقت مہاجرین کی جو مکہ سے ہمراہ گئے تھے۔ اور انصار کی معقول جمعیت ہو گئی تھی حکم جہاد ملا۔ شعائرِ اسلام بلند ہوئے۔ ذوالفقار امیر المومنین میان سے باہر آئی۔ قریش مکہ کے رہنے والوں و دیگر مشرکین عرب اور یہودیوں نے متواتر جنگ کر کے ہزیمتیں پائیں بہت سے کفار اشرار بضرب شمشیر آبدار واصل جہنم ہوئے۔ بہت سے گردن کشوں نے طوعاً و کرہاً اسلام قبول کیا بقیہ کو جزیہ[1] دینا پڑا۔ بقول مورخین اسلام کُل غزوات حضرت رسولؐ خدا چھبیس[26] ہیں۔ از انجملہ نو غزوات میں حضرت بہ نفس نفیس شریک تھے۔ بہت مشہور غزوے یہ ہیں۔ غزوۂ بدر کبریٰ ماہ رمضان سال دوم ہجرت میں غزوۂ اُحد ماہ شوال سال سوم ہجرت میں غزوۂ خندق و بنی قریظہ یہود کے ساتھ شوال سنہ ۵ھ میں جنگ خیبر و فتح مکہ معظمہ اور جنگ حنین سنہ ۸ھ میں جنگ تبوک سنہ ۹ھ میں اکثر غزوات میں امیر المومنین علیہ السلام سردار و علمدار لشکر ہوتے تھے اور بیشتر فتوحات اسلام آپ کے دست حق پرست پر واقع ہوئیں۔ الحاصل دس سال کے عرصہ میں تقریباً تمام عرب سے کفر و بت پرستی اُٹھ گئی جہاں بُت پایا توڑ دیا گیا عین خانہ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بُت رکھے تھے۔ سب نیست و نابود کئے گئے۔ دسویں آخری حج یعنی حجۃ الوداع کے لئے مکہ معظمہ کو تشریف لے گئے اور ارکان و آداب حج سے اُمت کو آگاہ کیا۔ بوقت مراجعت درمیان مکہ و مدینہ غدیر خم کے مقام پر ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمیوں کے مجمع میں خلافت و امامت امیر المومنین کا اعلان فرمایا۔ اور تمام سے بیعت و اقرار لیا۔ چنانچہ یہ قصہ بالتفصیل باب امامت میں مذکور ہوگا۔ آخر کار جب دین خدا ہر طرح کامل و مکمل ہو گیا۔ اور قبائل عرب فوج فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ تو آنحضرتؐ کو خبر وفات دی گئی۔ جس کے بعد بیشتر اوقات ذکر تسبیح و استغفار وردِ زبان تھا۔ اکثر خطبے کہکر اصحاب کو پند و نصیحت فرمائے۔ اور اہلبیت اطہار کی

[1] جزیہ ایک خراج یا محصول مقرری ہے۔ جو کفار پر لگایا جاتا ہے تاکہ سالانہ یا ششماہی یا دیگر اقساط سے اُن سے وصول کیا جائے ۱۲ منہ۔

متابعت کی تاکید اکید کرتے بار بار ارشاد ہوتا ایہا الناس میں تم سے جدا ہوتا ہون مگر دو شئے عظیم و بزرگ تمہارے درمیان چھوڑتا ہون۔ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہون گے جب تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات نہ کریں۔ ایک کتاب خدا دوسری میری اہلبیتؑ ہے اگر تم ان کی پیروی کروگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ صحیح بخاری میں کہ کتب معتبرہ اہلسنت سے ہے۔ بلکہ قرآن کے بعد کوئی کتاب ان کے نزدیک اس درجہ کی نہیں۔ لکھا ہے کہ دوران مرض الموت میں آپ نے قلم و دوات و کاغذ طلب کیا کہ چاہتا ہون تمہارے لئے ایک کتبہ تحریر کرون جس کے باعث تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ عمر ابن خطاب نے اس سے منع کیا اور کہا درد نے ان پر غلبہ کیا ہے یا معاذ اللہ پیغمبرؐ کو ہذیان ہورہا ہے۔ ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ بعض اہل مجلس نے کہا حسب الارشاد قلم دوات ضرور حاضر کرنا چاہیئے۔ بعضون نے عمر کی تائید کی اسی ردّ و بدل میں شور و غل ہوا۔ آپ نے آزردہ ہوکر فرمایا۔ میرے پاس سے اٹھ جاؤ یہ مقام لڑنے جھگڑنے کا نہیں۔ عبداللہ ابن عباس اس قصّے کو یاد کرکے اس قدر روتے تھے۔ کہ سنگریزے مسجد کے آپ کے آنسوؤن سے تر ہوجاتے تھے کہتے تھے کیسی سخت مصیبت ہے کہ رسول خدا کو وصیّت نامہ نہ لکھنے دیا۔ واضح رہے کہ یہ وصیّت فقط خلافت امیرالمومنینؑ کے بارمیں تھی جس کے لئے بار بار امت کو زبانی تاکید فرماچکے تھے اب چاہتے تھے تحریر کرکے اس کو اور بھی مضبوط کردیں مگر خود غرضون نے مدعا حضرت کا تاڑلیا۔ اور اپنے مقصود کے خلاف سمجھکر انکار کیا۔ کمال بے ادبی کے ساتھ آخری وقت میں آنحضرتؐ سے پیش آئے جس کے معانی اہلسنت کی کتابون میں بھی مذکور نہیں اور رسولؐ اللہ یہ سمجھکر کہ جن لوگون کے واسطے زیادہ تر ضرورت اس تحریر کی ہے وہ میری حیات میں میرے روبرو اس سے انکار کرتے ہیں پیٹھ پیچھے تو کیا مانیں گے۔ خاموش ہورہے اور معاملہ سپرد خدا کیا اور حضرت امیرالمومنینؑ کو صبر و شکیبائی کی وصیت فرمائی۔

وفات۔ تاریخ وفات سرور کائناتؐ میں علماء اسلام نے اختلاف کیا ہے اہلسنت ۱۲ ربیع الاوّل کہتے ہیں بارہ وفات ان کے ہان زبان زد خاص و عام ہے شیعوں میں مشہور ۲۸ صفر سنہ ۱۱ ہجری ہے مگر بعضون نے تحقیق بلیغ کے بعد بروز دوشنبہ دوسری ربیع الاوّل سنہ ۱۱ ہجری قرار دی ہے اس لیئے احتیاط یہ ہے کہ دونون تاریخوں میں

مراسم عزا بجا لائیں کیونکہ کوئی مصیبت اہلبیت بلکہ تمام اسلام پر اس مصیبت سے زیادہ نہیں گذری اور احادیث آئمہ معصومین سے منقول ہے کہ جو ہمارے غم میں غمگین نہ ہو ہمارے شیعوں سے نہیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دوشنبہ کو روزہ نہ رکھو سفر کرو کس لئے کہ حضرت رسول خدا نے اس روز وفات پائی۔ منقول ہے کہ ایک زن یہودیہ نے خیبر میں آنحضرت کو زہر دیا تھا جو ہمیشہ بدن مبارک میں اثر کرتا تھا یہانتک کہ اسی علت میں دنیا سے انتقال کیا۔ بعد قبض روح مطہر حضرت امیر المومنین ع موافق وصیت مستوجہ تجہیز و تکفین ہوئے۔ آپ غسل دیتے تھے۔ فضل ابن عباس پانی لاتے۔ فرشتے مدد کرتے تھے۔ بعد غسل کافور بہشت سے آنحضرت کو حنوط کیا۔ پھر اصحاب خاص کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔ اور حجرۂ طاہرہ میں دفن کیا۔ عمر ابوبکر اور اُن کے ہم مشرب اصحاب اس سے محروم رہے وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے توڑ جوڑ میں مشغول تھے۔

شمایل با فضایل آنحضرت صلعم

رنگ مبارک گندمی سفید سرخی اُس میں غالب قد میانہ مایل بدرازی۔ سر بزرگ سر کے بال نہ بہت پیچیدہ نہ بالکل لٹکے ہوئے نرمۂ گوش سے گزرتے تو کتروا دیتے تھے۔ روئے روشن مانند ماہ کامل تاباں۔ آنکھیں سیاہ و فراخ پیشانی عریض و کشادہ درمیان میں ایک رگ تھی کہ جوش غضب کی حالت میں خون سے پُر ہو کر بلند ہو جاتی تھی۔ ابرو باریک و گول بشکل کمان بینی مبارک باریک اور کشیدہ درمیان سے ذرا اُبھری ہوئی کہ نور اُس سے ساطع تھا۔ دہان حلوا بیان بہت تنگ نہ تھا کہ تنگیٔ دہان کو اہل عرب عیب جانتے تھے۔ دانت سفید اور چمکدار محاسن شریف کمن کے چند بال سفید اس میں آئے تھے کہ مانند آفتاب درخشاں تھے باقی سیاہ۔ سینہ سے ناف شریف تک ایک خط باریک بالوں کا اس کے سوا سینہ و شکم اطہر پر کہیں بال نہ تھے۔ گردن مانند صراحی نقرہ صاف و روشن۔ پشت دست و پشت پا پر گوشت پشت مبارک پر دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ثبت تھی جس میں منقوش تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آگے پیچھے سے یکساں دیکھتے ہر چند کہ نگاہ کثرت حیا سے زیادہ تر مایل بزمین رہتی تھی۔ قطرات عرق روئے انور پر مانند دانہ ہائے مروارید دکھائی

دیتے تھے اور بوئے مشک از فراُس سے فائح تھی۔ نیز خوشبو کا یہ عالم تھا کہ جس راہ سے گزرتے تھے۔ حاجت دریافت کرنے کی نہ ہوتی۔ کثرت خوشبو سے خود بخود معلوم ہوجاتا تھا۔ کہ یہاں سے تشریف لے گئے ہیں۔ دھوپ میں چلتے تو ابر کا ٹکڑا سایہ فگن ہوتا۔ نظر و نمیں باہیبت وقار معلوم ہوتی۔ حتیٰ کہ روئے مبارک پر اچھی طرح نگاہ نہ ہو سکتی تھی۔ مجمع میں بیٹھتے تو تمام پر فوقیت رکھتے تھے۔ کفار و منافقین مارے خوف کے سامنے کانپنے لگتے تھے۔ حالانکہ کوئی سامان تجمل جاہ و حشم کا ظاہرا نہیں تھا۔ فقرا کے ساتھ زمین پر بیٹھتے غلاموں کے ہمراہ کھانا کھاتے۔ بچوں کو سلام کرتے۔ بھیڑ بکری کا اپنے ہاتھ سے دودھ دوہتے۔ کسی طرف دیکھتے تو کل بدن موڑ کر دیکھتے۔ جسم مبارک کے سایہ نہ تھا چنانچہ شاعر نے کہا ہے۔

محمدؐ کی مانند جگ میں نہیں — ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں
یہ تھی رمز جو اُس کے سایہ نہ تھا — کہ رنگ دوئی وہاں سمایا نہ تھا
نہ ہونیکا سایہ کے تھا یہ سبب — ہوا صرف پوشش میں کعبہ کی سب
جہاں تک کہ تھے یہاں کے اہل نظر — سمجھ مایۂ نور کحل البصر
سبھوں نے لیا پتلیوں پر اُٹھا — زمین پر نہ سایہ کو گرنے دیا
سیاہی کا پتلی کی ہے یہ سبب — وہی سایہ آنکھوں میں پھرتا ہے اب

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّد

خصائص آنحضرت صلوات اللہ علیہ

خاص باتیں کہ آنحضرتؐ سے مخصوص تھیں اور کوئی دوسرا اُن میں آپ کا شریک نہ تھا بہت سی ہیں مگر یہاں چند مشہور ذکر ہوتی ہیں۔

۱۔ نماز شب اور نماز وتر آپ پر واجب تھی۔ (۲) قربانی کرنی واجب تھی (۳) بقول بعض علماء مسواک کرنا فرض تھا۔ (۴) جو برا کام ملاحظہ کرتے اُس کی برائی کا اظہار لازم تھا (۵) عادت تھی کہ اکثر امور میں اصحاب سے مشورہ کرتے تھے بعضوں نے کہا ہے کہ یہ امر واجب تھا۔ (۶) اختیار دنیا ازواج کا زوجیت میں رہنے یا نکل جانے پر اور تفصیل

اس کی کتاب الطلاق میں مذکور ہے۔(۷) چار عورتوں سے زیادہ سے نکاح کرنا ایک وقت میں بنکاح دایم آپ کو جائز تھا۔ اوروں پر حرام ہے۔ کہ جو عورت اپنے تئیں حضورؐ کو بخشدیتی آپ پر حلال ہو جاتی۔ دوسروں کے واسطے ایسا جائز نہیں (۹) ازواج رسولؐ مدخولہ یا غیر مدخولہ آپ کی حیات میں اور بعد وفات امت پر حرام تھیں۔(۱۰) نام لیکر آواز دینا یعنی یا محمدؐ یا احمدؐ کہنا کسی کو جائز نہ تھا۔ خدا نے بھی جہاں قرآن میں خطاب کیا ہی تو یا ایھا النبیؐ یا ایھا الرسولؐ۔ اور اسی طرح کے اور لفظوں سے کیا ہے نام کہیں نہیں لیا۔(۱۱) کسی کو جائز نہ تھا کہ گفتگو میں اپنی آواز کو پیغمبرؐ کی آواز سے ملبند کریں۔(۱۲) حرام تھا کہ پس پشت حجرات سے آپ کو آواز دیں۔(۱۳) روزۂ وصال یعنی دو روز برابر روزہ رکھنا بدون افطار کے یا افطار کرنا بوقت سحر بجائے شام کے اوروں پر حرام ہے حضرت کے واسطے حلال تھا (۱۴) بعض علماء نے کہا ہے کہ لکھا ہوا پڑھنا اور شعر کہنا آپ کو حرام تھا (۱۵) ایک پہلو پر تکیہ کرکے کھانا نہ کھاتے تھے بعضوں نے کہا ہے کہ یہ امر جائز نہ تھا۔(۱۶) لہسن پیاز کی طرف بوجہ بوئے بد کے میل نہ فرماتے تھے بعضوں کے نزدیک ان کا کھانا منع تھا (۱۷) جو لوگ بوجہ مفلسی قرضدار ہو جاتے اُن کے قرضوں کا ادا کرنا آپ پر واجب تھا۔ (۱۸) زکوٰۃ واجب آپ پر اور آپ کی اہلبیتؑ و ذریت پر حرام تھی سنتی صدقات میں اختلاف ہے ؎

نبوّت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پہلے گزرا کہ جو شخص دعوے نبوّت کرے اور اُس کے ساتھ ہی معجزہ ظاہر کرے۔ تو اُس کی نبوّت پایۂ ثبوت کو پہونچے گی۔ کیونکہ حق تعالے جھوٹے کے ہاتھ پر خرق عادت ظاہر نہیں کرتا۔ پس حضرتؐ نے بکثرت معجزات دکھائے جو آپ کی نبوّت پر دلالت کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ تین ہزار معجزے آپ سے صادر ہوئے ہر چند عاقل سمجھدار کے لئے زیادہ ضرورت معجزے کی اس مقدمے میں نہیں۔ بلکہ جو کوئی آپ کے حالات و طرز زندگی و اخلاق و عادات و عبادات میں غور و تامل کرے اور

شریعت حقہ اُس جناب کی واجب۔حرام۔مکروہ۔مستحب و مباح اُمور کو دیکھے اُس کو تحقیق ہو جاتا ہے کہ یہ باتیں بغیر تائید و تلقین حق تعالےٰ کسی ایسے شخص سے ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ جیسے کہ حضرت رسالت پناہ تھے کہ علوم مروجہ تک سے ناآشنا د اُمی محض تھے۔ نہ کسی سے پڑھا نہ لکھا نہ تحصیل علم و ادب کے لئے باہر کا سفر کیا۔ زمانہ حیات بابرکات میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ جو اشخاص عقل و شعور سے بہرہ ور نہ تھے۔ بمجرد دیکھنے جمال باکمال کے بلا انتظار معجزے کے ایمان لاتے۔ اور صدق دل سے اقرار نبوت کا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ چہرہ دیسا جھوٹوں کا نہیں ہے یہاں چند معجزے کہ مشہور و متواتر ہیں حسب حیثیت اس رسالے کے ذکر کرتا ہوں۔ ازانجملہ معجزہ شق القمر کا ہے۔ کہ مسلمان تو مسلمان کفار تک نے اس کا اقرار کیا ہے۔ مروی ہے کہ ایک رات اہل مکہ نے جمع ہو کر عرض کی۔ کہ اگر تم نبی برحق ہو تو دُعا کرو کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں چودہوین شب تھی اور ماہ کامل آپ نے بعد دُعا اشارہ کیا ماہتاب بیچ سے شگافتہ ہو کر دو پارہ ہو گیا۔ دوبارہ اشارہ کیا دونو ٹکڑے باہم ملکر جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا۔ یہ معجزہ قرآن مجید میں سورہ قمر میں مذکور ہے حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ یعنی قیامت نزدیک ہوئی اور چاند شق ہو گیا مگر کفار پر اس اعجاز عظیم نے ذرا اثر نہ کیا بجاے اسکے کہ تصدیق نبوت کریں اعراض و روگردانی کی اور کہا محمدؐ نے ہماری آنکھون کو جادو کر دیا۔ کہ ایسا دکھائی دینے لگا حالانکہ اس کی خبریں دُور دراز ملکون سے آئیں۔ جادو ہوتا تو انہیں کی آنکھون پر ہوتا۔ تمام جہان پر تو جادو کا اثر نہیں ہو سکتا۔

دیگر۔ متواترات سے ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کو کسی کام کے لئے بھیجا تھا۔ واپس آئے تو نماز عصر ہو چکی تھی حضرت رسولؐ سر مبارک دامن جناب امیرؑ پر رکھکر لیٹ گئے پس حالت نزول وحی طاری ہوئی۔ اور اُس وقت فارغ ہوئے جبکہ آفتاب قریب بہ غروب ہو چکا تھا۔ پوچھا یا علیؑ تم نے نماز عصر پڑھی عرض کی نہیں سر مبارک کو دامن سے نہ اُٹھا سکا۔ آپ نے دُعا کی پروردگارا علیؑ تیری اور تیرے رسولؐ کی طاعت میں تھا اُس کی نماز نہیں ہو سکی۔ خداوندا آفتاب کو اس کے لئے واپس لا کہ وہ نماز کو

شق القمر

ردّ شمس

اُس کی فضیلت کے وقت میں ادا کرے۔ اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ قسم بخدا میں نے
دیکھا کہ آفتاب پھرا اور بلند ہوکر اُسی مقام پر آگیا۔ جہاں کہ فضیلت عصر اُس کے وقت
ہوتا ہے سو امیر المومنین عؑ نے نماز پڑھی۔ آفتاب پھر دفعتہً اپنی جگہ کو چلا گیا۔ یہ حضرت
کے زمانہ کا مذکور ہے لیکن معجزہ ردِ آفتاب کا ایک بار بعد وفات رسول خداؐ زمانہ
خلافت امیر المومنین میں بھی آنحضرت کے لئے واقع ہوا ہے۔ دیگر جنگ احزاب میں کئی
وقت کے بھوکے تھے چنانچہ شدت گرسنگی سے پتھر شکم مبارک پر باندھ رکھا تھا۔
جابر بن عبد اللہ انصاری کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس
ایک بز غالہ اور صاع بھر جو بموجب دے حکم ہو تو طعام تیار کروں۔ اجازت ہوئی تو جابر
گھر میں آئے اور بکرا ذبح کیا اور زوجہ سے کہا جلد کھانا تیار کرو۔ پس حاضر خدمت ہوکر
عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ طعام تیار ہے تشریف لے چلیئے
اور اصحاب سے بھی جس کو مرضیٔ مبارک ہو ہمراہ لے پس حضرتؐ نے باآواز بلند کہا کہ
گروہ مہاجر و انصار جابر کی دعوت قبول کرو۔ سات سو مرد خندق کھودنے پر لگا ہوا تھا
سب کے سب ساتھ ہو لئے۔ علاوہ بریں جو کوئی راہ میں ملتا حضرت اُس کو بھی ہمراہ لے
لیتے۔ جابرؓ یہ صورت دیکھ کر آگے جا کر اپنے زوجہ سے کہنے لگے۔ کہ غضب ہو گیا۔ حضرت
اس قدر مجمع کثیر کے ساتھ آرہے ہیں اور ہمارے پاس جو کچھ کھانا ہے ظاہر ہے اس
ذی شعور بی بی نے کہا کہ تو نے مقدار طعام سے بھی حضرت کو آگاہ کر دیا تھا۔ کہا ہاں
میں نے تو کہدیا تھا کہ ایک بکرا ایک صاع جو میرے پاس ہے زن عاقلہ نے کہا تو کچھ فکر
نہ کر رسولؐ خدا خود دانا ہیں۔ پس حضرتؐ تشریف لائے اور ایک ظرف میں کچھ شوربا
لیکر کچھ روٹیاں توڑ کر اُس میں ڈالیں اور جابر سے فرمایا کہ دس دس آدمیوں کو
بلاؤ۔ جابر کہتے ہیں کہ میں لوگوں کو باہر سے بلاتا تھا۔ حضرت اُن کو وہ شوربا روٹی
کھلاتے۔ پھر مجھ سے ران گوشت طلب کرتے اور وہ اُن کو کھلاتے۔ جب سیر ہوکر
چلے جاتے۔ تو اور دس کو طلب کرتے۔ وہ کھاتے اور ہر مرتبہ مجھ سے ران گوشت طلب
کرتے۔ چوتھی بار ران مانگی تو میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ بکرے کے رانیں ہوتی

ہیں۔ فرمایا دو۔ میں نے عرض کی قسم بخدا میں تین رانیں آپ کو دے چکا ہون۔ فرمایا خاموش رہتا تو سب آدمی فقط ران ہی سے سیر ہو جاتے۔ غرض تمام جم غفیر اس طعام قلیل سے سیر ہو گیا۔ اور جابر کے گھر والون کے لئے بھی کھانا بچ رہا۔ دیگر۔ بسند معتبر حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ سفر میں ہمراہ رکاب فیض انتساب تھا۔ ایک منزل پر پہونچے۔ جہان پانی نہ تھا۔ لوگ تشنگی کی شکایت آپ کے پاس لائے۔ آپنے ایک ظرف منگایا جس میں پانی نہ تھا۔ پس دست مبارک کو اُس میں رکھا۔ یکایک پانی اُنگلیون سے جوش زن ہوا۔ اور اس قدر زیادہ ہوا کہ تمام آدمی اسب و شتر سیراب ہو گئے اور تمام ظروف آب سے پُر کر لئے گئے حالانکہ تیس ہزار آدمی سے کم اُس وقت لشکر میں نہ تھا۔ اور بارہ ہزار گھوڑے اور اُسی قدر اونٹ ہونگے۔ اسیطرح صدہا ہزار معجزات صادر ہوتے تھے۔ جو مومنون کے لئے باعث تقویت ایمان تھے۔ منافق حیرت و ضلالت میں پڑتے تھے۔ مگر یہ سب معجزات اسی زمانے کے تھے اُسی وقت تمام ہو گئے۔ جو معجزہ کہ ہمیشہ کے لیئے قایم و دایم ہے وہ قران شریف و فرقان حمید ہے۔ کہ قیامت تک باقی رہیگا۔ عادت الٰہی ہے کہ جس زمانے میں جس فن کا چرچا ہوتا ہے اور لوگ اُس کا کمال حاصل کرتے ہیں حق تعالیٰ اپنے پیغمبرون کو اُسی قسم کا معجزہ عطا کرتا ہے تاکہ طبیعتون میں زیادہ اثر کرے اور عادت واعجاز میں جلد تمیز ہو سکے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں سحر و ساحری کی کثرت تھی اُن کو عصا دیا تھا۔ کہ اژدہا بن کر جو چیز سامنے آتی اُس کو نگل جاتا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم طب کا چرچا تھا۔ بڑے بڑے حاذق حکیم مثل جالینوس وغیرہ کے موجود تھے۔ اُن کو معجزہ دیا گیا کہ مردے کو زندہ کرتے تھے اندھے کوڑھی کو شفا بخشتے تھے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہد میں عرب میں شعر و سخن بلاغت و فصاحت کا ذوق شوق تھا۔ حتیٰ کہ مکہ والے قصیدے و اشعار کہتے اور شیخی و نمود کے لئے دیوار خانۂ کعبہ پر لٹکا دیتے۔ اسی واسطے حضرت پر قرآن عربی زبان میں اُترا کہ اُس کی فصاحت و خوش بیانی کے سامنے سب عاجز آ گئے۔ ہر چند اُن سے کہا گیا کہ اس کی مثل یا ایسی ایک سورہ یا ایک آیہ ہی بنا لاؤ۔ مگر وہ باوجود

اس کے کہ ان کی اپنی زبان تھی اور بڑی دستگاہ اُس میں رکھتے تھے ایسا نہ کر سکے اور نہ اب تک کسی کو یہ مقدور ہے کہ ایسا کر دکھاوے حالانکہ اُس زمانہ سے لیکر آج تک لاکھوں کروڑوں مخالف دین اسلام کے گزرے ہیں پس یہ بہت واضح دلیل ہے اس کی کہ قرآن مجید کلام خدا ہے اور حضرت اُس کے بھیجے ہوئے نبی مرسل ہیں۔

یہ ہیں چند معجزے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کہ بنظر اختصار و ایجاز یہاں ذکر ہوئے اس سے زیادہ لکھنے کی گنجایش نہیں اور تمام کو لکھنا خود قوت بشری کے احاطے سے باہر ہے نقل ہے کہ جس قدر معجزے ہر ایک نبی کو علیحدہ علیحدہ عطا ہوئے حضرت رسول خدا کو وہ سب مجتمعاً دیئے گئے فصلوات اللہ علیہ و آلہ المعصومین المطہرین۔

ازواج

ازواج پیغمبر خدا گیارہ ہیں اول و افضل اُن سے جناب خدیجہ بنت خویلد کہ تقریباً چوبیس سال آپ کے نکاح میں رہیں۔ جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے دوسری عورت سے نکاح کا ارادہ نہیں کیا۔ دوسرے سودہ بنتِ زمعہ عامریہ تیسرے عائیشہ بنتِ ابی بکر۔ اس کے سوا کوئی باکرہ بی بی حضرت کے عقد میں نہیں آئی۔ چوتھے حفصہ بنتِ عمر بن الخطاب۔ پانچویں اُم حبیبہ بنتِ ابوسفیان خواہر معاویہ۔ چھٹے اُم سلمہ بنتِ ابو اُمیہ دختر عاتکہ بنتِ عبدالمطلب عمہ آنحضرت۔ ساتویں زینب بنتِ جحش یہ دوسری عمہ اُمیمہ بنت عبدالمطلب کی لڑکی تھیں۔ آٹھویں زینب بنتِ خزیمہ بنی ہلال سے۔ نویں میمونہ بنت حارث قبیلہ عامر سے۔ دسویں جویریہ۔ بنت حارث قبیلہ خزاعہ سے۔ گیارہویں صفیہ بنتِ حی بن خطب قوم بنی اسرائیل سے۔ تمام ازواج رسول خدا بنص قرآن مادر مومنان ہیں اور حرام ہیں اُمت پر کہ آنحضرت کے بعد کسی کے ساتھ ان میں سے نکاح کریں بہتر و فاضلتر تمام ازواج میں بموجب مذہب شیعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ مادر فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا ہیں کہ تمام عالم سے پہلے ایمان لائیں۔ اور شرف و بزرگی اس مخدومہ کی اس درجہ کو پہونچی تھی کہ ملائکہ جانب حق تعالےٰ سلام پہونچاتے تھے۔ اور بشارت دیتے تھے نعماتِ بہشت کی۔ ان کے بعد بزرگی میں مرتبہ اُم سلمہ کا ہے۔ ان کے بعد میمونہ ہیں

عائیشہ وحفصہ دشمنانِ اہلبیت سے تھیں۔ حضرت خدیجہ وزینب بنت خویلد آپ کی حیات میں فوت ہوئیں۔ باقی نو بعد میں۔ باقی رہیں ان گیارہ ازواج کے ماسوا جو اور ازواج تھیں یا تو ایسی تھیں کہ اُن کے ساتھ نکاح نہیں ہوا بطریق ہبہ آپ پر حلال ہوئیں۔ یا نکاح ہوا مگر شرفِ مقاربت سے محروم رہیں اور بعض ایسی تھیں جنہوں نے نزول آیہ تخئیر[۵] پر دُنیا کو اختیار کیا اور حضرت سے جدا ہو گئیں ان سب کے علاوہ دو کنیزیں بھی تصرف میں آئیں ایک ماریہ قبطیہ مادر ابراہیم۔ دوسرے ریحانہ۔

اولاد امجاد۔ اولاد سے آپ کے تین بیٹے ہوئے اول قاسم جن سے کنیت شریف ابو القاسم ہوئی۔ دوم عبد اللہ ملقب بہ طیب وطاہر دونو حضرت خدیجہ کے بطن سے مکہ میں پیدا ہوئے اور وہیں بچپن میں فوت ہوئے۔ تیسرے ابراہیم یہ ماریہ قبطیہ کنیز کے بطن سے مدینہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ لڑکیوں میں اختلاف ہے بعض چار کے قایل ہیں۔ اُم کلثوم۔ رقیہ۔ زینب۔ فاطمہ زہرا۔ جن کے نزدیک کل ایک لڑکی حضرت فاطمہ ہی تھیں وہ تین مذکورہ بالا کو حضرت خدیجہ کی بیٹیاں اور شوہروں سے بتلاتے ہیں۔ بہرکیف اس پر اتفاق ہے کہ بوقت وفات آنحضرت سوائے جناب فاطمہ کے کوئی بیٹی موجود نہ تھی اور نسل آپ کی انہیں سے جاری رہی اور وہ ہیں سیدۃ نساء العالمین و مادر یازدہ آئمہ طاہرین صلوات اللہ علیہا و علیہم اجمعین ⁂

---

[۵] آیہ تخئیر یہ ہے یا ایہا النبی قل لازواجک الخ یعنے اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے کہدو کہ اگر تم زینت و زندگانی دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو مال دنیا سے بہرہ ور کرکے رہا کردوں اور جو خدا و رسول اور آخرت کو چاہتی ہو تو بے شک تم میں نیکو کاروں کے لیئے خدا کے نزدیک ثواب عظیم ہے بعض ازواج آپ سے مال دنیا طلب کرتی تھیں اور اس پر اصرار تھا اس وقت یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ تب وہ تائب ہوئیں۔ اِلا ایک عورت جس کا نام فاطمہ بنت ضحاک تھا اُس بے سعادت نے دُنیا کو اختیار کیا اور آپ سے علیحدہ ہو گئی بعد ازاں تھوڑی مدت میں مفلس ہو گئی اور نوبت اسکی یہ پہنچی تھی کہ گوبر اُٹھائے مدینہ میں مینگنیاں اونٹوں کی چنتی تھی اس سے اوقات بسر کرتی تھی اور کہتی تھی کہ مجھ سے زیادہ بدبخت کوئی نہیں کہ دنیا کو پیغمبر پر اختیار کیا ⁂ ۱۲ منہ

مطلب چوتھا امامت میں

امام سے مراد اس مقام پر وہ شخص ہے کہ بعد پیغمبرؐ مطلقاً پیشوائے اُمّت ہو یعنی ان کے تمام دینی و دنیوی امور میں بہ نیابت پیغمبرؐ اختیار کامل رکھے۔ تاکہ حرام و حلال شرع سے اُن کو آگاہ کرے۔ اور جو فساد جھگڑے اُن کے درمیان پیدا ہوں بموجب شریعت اُن کا فیصلہ فرمائے مجملاً یہ کہ ہر طرح سے نگہبان اُمت ہو۔ پس موافق مذہب شیعہ اثنا عشریہ حضرت رسالت پناہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد بارہ امام یکے بعد دیگرے پیشوائے اُمّت ہیں اول اُن سے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام دوسرے بڑے صاحبزادے اُن کے سبط رسولؐ حسن مجتبےٰ علیہ السلام تیسرے امام چھوٹے بھائی امام حسنؑ کے حسینؑ بن علی شہید کربلا چوتھے بیٹے اُن کے علی بن الحسین امام زین العابدینؑ۔ پانچویں بیٹے اُن کے امام محمدؑ باقرؑ۔ چھٹے بیٹے اُن کے جعفر بن محمد صادقؑ۔ ساتویں بیٹے اُن کے موسےٰ کاظمؑ آٹھویں علی بن موسی الرضاؑ۔ نویں بیٹے امام رضاؑ کے محمد تقیؑ۔ دسویں علی بن محمد نقیؑ گیارہویں حسن بن علی عسکریؑ بارہویں امام مہدیؑ ہادی فرزند ارجمند حسن عسکریؑ کے ہیں کہ نام اور کنیت اُن کی موافق نام و کنیت آپ کے جدّ بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے یہ بارہ امام افضل اُمت ہیں تمام صفات حسنہ میں اور معصوم و مطہر ہیں تمام گناہان کبیرہ و صغیرہ سے اور بارہویں امام کہ اس زمانے کے امام ہیں زندہ و قایم و بحکم خدا نظروں سے پوشیدہ منتظر حکم خدا ہیں۔ جب حکم ہوگا ظہور فرما دیں گے۔ اور عالم کو کہ کفر و شرک سے پُر ہو گیا ہوگا پاک فرما دینگے چنانچہ اس کا مفصل بیان آگے آئے گا۔

یہ ہے اعتقاد شیعہ اثنا عشریہ کا مسئلہ امامت میں اور یہی حق و درست ہے اسکے سوا دیگر مذاہب غلط و باطل ہیں جیسے زیدیہ کہ حضرت امام زین العابدینؑ تک تو بترتیب مذکور امامت کے قایل ہیں بعد ازاں بجائے امام محمد باقرؑ کے اُن کے بھائی زید بن علی بن الحسینؑ کو امام جانتے ہیں اور مثل اسماعیلیہ کے جو بعد حضرت امام بحق ناطق جعفرؑ

صادق علیہ السلام کے اُن کے بڑے بیٹے اسمعیل بن جعفر کو امام کہتے ہیں اور اکثر اُن میں سے رفتہ رفتہ بیدین و ملحد ہو گئے اور تمام فسق و فجور کو حلال جاننے لگے تھے اب بھی جو کسیقدر ان میں سندھ و بمبئی وغیرہ ممالک ہندوستان میں سکونت پذیر ہیں اپنے مذہب کا اخفا کرتے ہیں۔

اور بڑے مخالف ہمارے مسئلہ امامت میں بھی یہی اہلسنت ہیں جو مسایل عدل و رویت باری تعالےٰ وغیرہ میں مخالف ہیں اُن کے نزدیک بعد جناب رسول خداؐ ابوبکر بن ابو قحافہ پھر عمر بن خطاب تیسرے عثمان بن عفان چوتھے درجہ پر حضرت امیر المومنین ع علی ابن ابی طالب ہیں یہ چار خلیفہ ان کے یہان خلفاء راشدین کہلاتے ہیں اور زمانہ ان کی خلافت کا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس سال تک منتہی ہوتا ہے۔

پس تم جاننا چاہیئے کہ ضرور ہے کہ امام بھی مثل پیغمبرؐ کے حق سبحانہٗ تعالےٰ کی طرف سے منصوب و مقرر ہو اور شناخت اس کی اس طرح ہوتی ہے کہ خود پیغمبرؐ اُس کی امامت کی اُمت کو خبر دے اور نصّ صریح فرمائیں اس کے اوپر۔ یا امام سابق امام لاحق کے لئے نصّ کرے۔ نیز معجزہ دکھانے سے بھی امام و غیر امام میں فرق معلوم ہو جاتا ہے جیسا کہ نبی ؐ کی شناخت بھی معجزہ سے ہوتی ہے۔ پس واضح رہے۔ کہ یہ اُمور دوازدہ امام مذکورہ کے حق میں واقع ہیں جیسا کہ آیندہ اس کا ذکر آتا ہے مگر سنّی کہتے ہیں کہ اس کا خدا کیجانب سے مقرر ہونا ضرور نہیں مسلمانون کو اختیار ہے کہ بعد پیغمبرؐ جس کو چاہیں پسند کرکے اپنا حاکم و رئیس بنا لیں جس کو وہ انتخاب کریں وہی خلیفہ یا امام ہوگا۔ اُسی کی اطاعت سب پر فرض ہوگی پس اُن کے نزدیک نائب رسولؐ العیاذ باللہ گانوں کے مقدم اور بازار کے چودھری کی مانند ہے۔ بلکہ اسمیں بھی کسی قوم یا فرقہ کے اجتماع و اتفاق کی ضرورت ہے یہان امامت کو اُنھون نے ایسا سستا و ارزان کردیا ہے کہ بعض حضرات پانچ شخصون کی بیعت عقد خلافت میں کافی جانتے ہیں کیونکہ قضیۂ شورےٰ میں پانچ آدمیون کی بیعت کو عمر نے کافی جانا

بعضون نے اور بھی کفایت شعاری کی کہ دو ہی شخصون کی بیعت پر بس کرتے ہیں کہ دو گواہون کی گواہی سے دعوے ثابت ہوتا ہے تو دو شخصون کی بیعت سے خلافت بھی ثابت ہونی چاہیئے مگر اورون نے جب ان صورتون میں بھی خلیفہ اوّل کی خلافت کو درست نہ ہوتے دیکھا تو اس سے بھی آسان تر یہ راستہ نکالا کہ خلافت کے واسطے ایک شخص کی بیعت بھی کافی ہے کیونکہ ابوبکر صرف عمر کی بیعت کرلے پر خلیفہ ہوئے اور بزرگان صحابہ نے اس کو کافی جانا اور انکار نہ کیا مگر ان لوگون کو شاید یہ یاد نہ رہا کہ کچھ مدت بعد حضرت عمر بھی کانون پر ہاتھ رکھ کر اُس سے علیحدہ ہو گئے تھے جبکہ آخر ایام خلافت میں اُنھون نے سر منبر صاف صاف کہدیا تہا الا ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی اللہ المسلمین شرّھا فمن عاد الی مثلھا فاقتلوہ - آگاہ رہو کہ بیعت ابوبکر ایک بن سوچی سمجھی بات تھی حق تعالے نے مسلمانون کو اُس کے شر سے بچالیا جو پھر ایسا کرے اُسے قتل کرو - الحاصل یہ ساری باتیں خلفاء ثلثہ کی خلافت درست کرنیکو بنائی گئی ہیں جن کی بنا پنچایتی طریق سے چند اشخاص کے صلاح مشورہ سے ہوئی نہیں تو امامت جیسا جلیل القدر منصب جس میں لاکھون کروڑون خلق خدا کی جان مال آبرو دین و دنیا کا مالک ہوتا ہے کوئی لڑکون کا کھیل نہیں کہ دو چار نے صلاح کر کے جس کے چاہا سر پر پگڑی بند ہوا دی - اس کو حق تعالے نے ہمیشہ اپنی قبضۂ قدرت میں رکھا ہے جسے اُس کے لایق پایا عطا فرمایا اور حضرت آدم عم سے لیکر حضرت محمد مصطفیٰ صلعم تک برابر عادت خدا یہی رہی ہے کہ کسی نبی و رسول کو دنیا سے نہیں اُٹھایا جب تک کہ اُس کا وصی و جانشین نہیں مقرر کرلیا - اور سنت خدا کبھی بدلتی نہیں وَلَن تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللہِ تَبدِیلا - اور حضرت رسول خدا کسی سفر یا لڑائی میں مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو اپنی طرف سے کسی کو حاکم و خلیفہ مقرر کر جاتے تھے - چنانچہ یہ تمام باتیں اہلسنت کو معلوم اور اُن کے نزدیک ثابت ہیں پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ سبحانہٗ اُمت ختم المرسلین کے لیئے جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہونے کا اپنی اس قدیمی عادت کو ترک فرمائے اور رسول اللہ سفر آخرت کو جس کے بعد واپسی

نہیں تشریف فرما ہون۔ اور اُمت کو بے سری حیران و پریشان چھوڑ جائیں کوئی خلیفہ اُن
پر مقرر نہ فرمائیں۔ ادنےٰ سے ادنےٰ باتیں کھانے پینے پیشاب پاخانے تک کے آداب
تو خود تفصیل وار ارشاد کریں۔ امامت جیسا اہم و ضروری کام لوگون پر چھوڑ جائیں آ
گو نسی عقل اس کو قبول کرے گی کوئی ادنےٰ درجہ کا امیر رئیس بیمار پڑتا ہے تو پہلے اُسکو
یہ فکر ہوتی ہے کہ میرے بعد میری جایداد کا کون انتظام کرے گا میری عیال و اطفال
کو کون سنبھالیگا پیغمبر آخرالزمان دنیا سے رخصت ہون۔ اور اپنے دین و ملت کتاب و
سنت رعیت و اُمت کا کسی کو نگہبان نہ کر جائیں۔

علاوہ بریں اُمت کا اپنے آپ امام مقرر کر لینا عملی طور سے بھی دقت سے خالی نہیں اور
باتیں جانے دو۔ ایک بُرے بھلے کی جانچ ہی دشوار ہے بسا اوقات اس میں غلطی واقع
ہوتی ہے اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک شخص کو صدہا ہزارہا آدمی اچھا جانتے ہیں مگر
بعد کو معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ فاسق و بدکار تھا۔ عوام تو عوام بعض اوقات
خواص حتےٰ کہ انبیاء مرسلین تک کو اس میں اشتباہ ہو جاتا ہے حضرت موسیٰ علیٰ
نبیّنا و علیہ السلام نے ستر ہزار بنی اسرائیل سے سات سو اور اُن میں سے ستّر اشخاص
اچھے چھانٹ کر چنے کہ اُنکو کوہ طور پر اپنے ساتھ لے جائیں اور کلام خدا سنوائیں۔ مگر جب
اُنہون نے کلام باری سُنا تو ایمان نہ لائے اور حق تعالےٰ کے دیدار کے خواستگار ہوئے
جیسا کہ حق تعالےٰ اپنے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے کہ اُنہون نے موسیٰ علیہ السلام سے
فقد سئلوا موسیٰ اکبر من ذالک فقالوا ارنا اللہ جھرۃ۔ اس سے بڑھکر سوال کیا اور کہا
تم ہم کو ظاہر بظاہر خدا کو دکھا دو تب ہم مانیں گے۔ پس جب حضرت موسیٰؑ سے اچھے بزرگون
کے انتخاب کا یہ حال ہو تو اور لوگ کس گنتی میں ہیں اس سے واضح ہوا کہ خلافت و
امامت ایسے منصب نہیں کہ لوگ جس کو چاہیں اس پر مقرر کر لیں اُس کا خدا و رسول کی
جانب سے منصوص ہونا ضرور ہے۔ جیس پیڑ کو انبیاء علیہم السلام لگاتے ہیں
امام اُس کی پرورش کرتے ہیں جو مکان وہ بناتے ہیں امام اُس کی
مرمت کرتے رہتے ہیں پس جیسا پیڑ کا لگانے والا مکان کا بنانے والا نصب کردہ خدا

ہوتا ہے ویسا ہی اُس کا پرورش کرنے والا و مرمت کرنے والا اُس کی طرف سے ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ امام کی چند شرایط اور علامات ہیں۔ جن سے اُن کی شناخت ہوتی ہے۔

شرائط امام

اول یہ کہ افضل ہو تمام اُمت سے۔ ہر ایک صفت خوبی میں مانند علم، حلم، شجاعت سخاوت وغیرہ کے۔ نہیں تو ترجیح مرجوح لازم آئیگی یعنی ایسے شخص کو راجح اور بڑھا ہوا ماننا پڑیگا۔ جو خود پیچھے رہا ہوا ہو۔ اور یہ اہل عقل کے نزدیک باطل ہے اور حق تعالے بھی قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع ام لا یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون ط۔ کہ جو لوگ حق بات کی طرف اور وں کو ہدایت کرتے ہیں زیادہ مستحق ہیں اس کے کہ ان کی پیروی کی جاتے یا وہ لوگ ہیں جو خود ہدایت نہیں پاتے جب تک کہ کوئی اور ان کو ہدایت نہ کرے کیا ہوا ہے تم کو کیسا حکم لگا دیتے ہو۔

دوسری شرط عصمت ہے یعنی ضرور ہے کہ امام بھی مانند نبیؐ کے تمام گناہان کبیرہ و صغیرہ سے جانکر بھولکر معصوم اور پاک ہو کیونکہ تمام خلقت معصوم نہیں ہوتی اور خطائیں اُن سے سرزد ہوتی رہتی ہیں پس اُن کے لیے ایک امام کی ضرورت ہے جو اُن کو راہ خطا سے نگاہ رکھے اور صواب کی طرف ہدایت فرمائے۔ اب اگر امام خود جائز الخطا ہو تو وہ اور وں کو کیا خاک ہدایت کریگا۔ بلکہ اس کو ایک اور امام درکار ہوگا۔ جو اُس کو ہدایت کرے اور اُس امام کے لئے ایک اور امام۔ پس یہ سلسلہ اسی طرح چلا جائیگا دیگر یہ کہ امام حافظ شرع ہوتا ہے اگر وہ معصوم نہ ہو تو شریعت محفوظ نہیں رہسکتی اُس میں کمی بیشی راہ پاسکتی ہے یہی سبب تھا کہ جب حضرت حق سبحانہ تعالے نے جناب ابراہیم کو کہا۔ انی جاعلک للناس اماما۔ میں تجھ کو آدمیون کا امام بنانے والا ہون تو حضرت شاد ہوئے اور اپنی اولاد کے لئے بھی یہ مرتبہ طلب کیا۔ قال ومن

ذُرِّیَّتِیْ۔ عرض کی میری ذرّیت کو بھی یہ مرتبہ عطا ہوگا۔ قَالَ لَا یَنَالُ عَہْدِی الظّٰلِمِیْن ارشاد خداوندی ہوا کہ میرا عہد یعنی امر امامت ظالمون ستمگارون کو نہیں پہونچیا۔ ظاہر ہے کہ ہر گنہگار ظالم ہے اور پر نہیں تو اپنے نفس پر ہے پس جب گناہ کرے گا تو اُس پر صادق آئے گا کہ ظالم ہے اور ظالم کو عہد خدا یعنی امامت نہیں پہونچ سکتی اس سے ثابت ہوا کہ امام کا ہر گناہ سے معصوم و مطہّر ہونا ضرور ہے۔

تیسرے ہاشمی ہونا امام کا۔ اس کا بیان ذکر امامت آئمہ علیہ السلام میں احادیث سے آگے آئے گا۔ یہ تین صفتیں امام کی مشہور ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ تمام صفات جو انبیاء کے لئے ضرور ہیں۔ امام میں بھی ہونی چاہئیں۔ کوئی شبہ اُن کے نسب میں نہ ہو۔ باپ کمینے اور ماں غیر عفیفہ (نا پارسا) نہ رکھتے ہون اور تمام عیوب سے جن سے خلقت نفرت کرے۔ پاک و منزّہ ہون مثل اس کے کہ اندھے بہرے لنگڑے۔ گنجے۔ کج خلق۔ کنجوس و بخیل نہ ہون اور کمینے پیشے مثل حجّامی۔ حمامی۔ جولاہہ وغیرہ کے نہ کرتے ہون۔

خصائیص و علامات امام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام کی دس علامتیں ہیں۔ پاک و پاکیزہ۔ ناف بریدہ ختنہ کردہ پیدا ہوتے ہیں۔ شکم مادر سے باہر آتے ہیں تو ہاتھ زمین پر رکھ کر بصداء بلند کلمہ شہادتین لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتے ہیں احتلام وغیرہ اُن کو نہیں ہوتا کہ ضرورت غسل جنابت کی ہو۔ آنکھیں اُن کی سوتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے انگڑائی جمائی نہیں آتی۔ پیٹھ پیچھے سے ایسا ہی دیکھتے ہیں جیسا سامنے سے یعنے آگے پیچھے کا حال اُن کو یکسان معلوم ہوتا ہے۔ جو فضلہ کہ اُن حضرات سے جدا ہوتا ہے مشک اذفر کی مانند خوشبودار ہوتا ہے زمین مؤکل ہے کہ اُس کو نگل جائے۔ زرہ رسولِ خدا کی پہنتے ہیں تو بدن پر ٹھیک آتی ہے بخلاف اوروں کے کہ خواہ دراز قد ہون خواہ کوتاہ بالشت بھر اُن کے بدن سے بڑھی رہتی ہے فرشتے ان سے باتیں کرتے ہیں آخر عمر تک۔ اور حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام کو

کئی طرح پہچان سکتے ہیں۔ اول یہ کہ پہلا امام نص و تصریح کرے اُس کی امامت پر
یعنی لوگون کو تبلائے کہ میرے بعد وہ امام ہوگا۔ جیسے رسول خدا نے امیر المومنین علیؑ
مرتضی کی امامت پر نصوص فرمائی۔ دوم جو بات اس سے پوچھیں جواب شافی فرمائے
خاموش ہون تو خود ابتدا کرے۔ تیسرے لوگون کو امور آیندہ کی خبر دے۔ چوتھے تمام زبانون
سے واقف ہو اور ہر شخص کو اُس کی زبان میں جواب دے سکے۔ پانچویں کسی جاندار
چرند و پرند کا کلام اُس پر پوشیدہ نہیں رہسکتا۔ سب کی بولیان سمجھتا ہے اور بہت
سی احادیث میں ہے کہ کل معجزات جو ہر نبی کو علیحدہ علیحدہ عطا ہوئے۔ وہ سب کے
سب حضرت رسول خدا و آئمہ ہدے کو عطا ہوئے۔ وہ طی الارض پر قادر تھے کہ تھوڑی
عرصہ میں دور دراز مسافت کو طے کر لیتے تھے بلکہ ایک دن یا اس سے بھی کمتر میں تمام
دنیا کے گرد پھر آتے تھے اور تمام کتب پیغمبران توریت۔ انجیل۔ زبور صحف آدم و شیث
و ادریس و ابراہیم اور الواح موسیٰ و پیراہن ابراہیم خلیل جسے آتش نمرود میں گرنے کے وقت پہن
رکھا تھا اور بعد کو حضرت یوسفؑ نے بوقت گرنے چاہ کے زیب تن فرمایا تھا اور سنگ
موسیٰ جس سے بارہ چشمے جاری ہوتے تھے اور انگشتری سلیمان اور بساط آنحضرتؐ کا اور
تمام آثار انبیا کے ان کے پاس ہوتے تھے۔ اور اب حضرت صاحب الامر کے پاس
موجود ہیں اور حق تعالیٰ ابر کو اُن کا تابع فرمان کرتا ہے۔ کہ اُس پر سوار ہو کر روئے
زمین پر پھر سکتے ہیں آسمان پر جاسکتے ہیں نیز اُن کو بہتر اسمائے اعظم الٰہی یاد ہوتے
ہیں کہ اُن کو پڑھ کر جو دعا مانگیں قبول ہوتی ہے۔ آصف بن برخیا ان میں سے ایک
اسم اعظم جانتے تھے کہ اُس سے بلقیس کا تخت دو مہینے کے راستے سے ایک چشم زدن
میں حضرت سلیمانؑ کے روبرو منگا لیا تھا۔ اور علم اُن کا اس طرح پر تھا کہ کبھی فرشتہ
کی آواز سنتے تھے کبھی روح القدس کہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے بڑھ کر مخلوق خدا ہے
بالمشافہ آپ کے ساتھ کلام کرتا تھا اور کبھی الہام الٰہی اُن کے دل میں نقش ہو جاتا
تھا اور گاہ گاہ فرشتے کی آواز اس طرح کانون میں پہونچتی جیسے کہ زنجیر کے طشت
پر لگنے کی آواز ہو اور ایک حدیث میں ہے کہ پروردگار عالم اور امامؑ کے درمیان

ایک عمود نور ہوتا ہے وہ اُس میں اعمال بندگان کو دیکھتا ہے اور جس امر میں شبہ ہوتا ہے اُس میں نظر کرکے معلوم کر لیتا ہے۔ نیز مروی ہے کہ حضرات آئمہؑ علیہم السلام کے پاس ایک کتاب رہتی ہے جس میں تمام شیعیان اہلبیتؑ کے نام درج ہیں جو قیامت تک ہوتے رہیں گے اور ایک اور نامہ ہے جو بقدر پوست گوسفند چوڑا اور ستر ہاتھ طولانی ہے جب اُس کو لپیٹتے ہیں تو بقدر ران شتر موٹا ہو جاتا ہے اسکے اندر تمام احکام جن کی انسان کو حاجت پڑتی ہے درج ہیں نیز اُن کے پاس جفر بزرگ وجفر خورد ایک بکری کے چمڑے پر دوسرا بھیڑ کے چمڑے پر تحریر ہے اُن میں احکام و حدود وغیرہ حتےٰ کہ ایک خراش تک کی ارش مذکور ہے۔ اور ایسے گناہ تک لکھے ہیں جن کی سزا ایک تازیانہ یا نصف یا ثلث تازیانہ مقرر ہے۔ حضرت رسولؐ خدا اس کو بتلاتے گئے ہیں اور امیر المومنینؑ نے بقلم خود لکھا ہے۔ نیز مصحف فاطمہؑ اُن کے پاس ہوتا ہے جس میں کہ بادشاہوں کے نام اور حالات مذکور ہیں اُس کو مصحف فاطمہؑ اس لیئے کہتے ہیں کہ حضرت رسالتؐ پناہ نے انتقال کیا تو آپ کی مفارقت اور ظالمان اُمت کے ظلم وستم سے غم واندوہ عظیم اس معصومہ پر طاری ہوا۔ حق تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے جبرئیلؑ کو بھیجا کہ آنے والے حادثات اُس جناب سے نقل کرتے پس جبرئیل ان حالات کو بیان کرتے اور حضرت امیر المومنینؑ ان کو لکھتے تھے اس کتاب میں تمام آنے والے واقعات روز قیامت تک کے مذکور ہیں۔

ذکر امامت امام اوّل امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام

پہلے امام شیعوں کے ہیں مرتضیٰ علیؑ
جن کو پکارتے ہیں مصیبت میں یا علیؑ

جاننا چاہیئے کہ اعتقاد فرقہ ناجیہ امامیہ اثنا عشریہ کا یہ ہے کہ بعد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اُن کے وصی وجانشین وخلیفہ بے فاصلہ بارشاد خدا ورسولؐ وبنظر قابلیت ذاتی اپنے مانند علم وشجاعت وسخاوت وغیرہ وغیرہ کے حضرت

امیر المومنین و سید الوصیین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام ہیں۔ اہلسنّت اس کے قابل نہیں ہیں ان کے نزدیک جیسا پہلے کہا گیا خلیفہ اول ابو بکر بن ابی قحافہ پھر عمر بن الخطاب پھر عثمان بن عفّان۔ چوتھے درجہ پر امیر المومنینؑ ہیں۔ چنانچہ بڑے دو فرقے اسلام میں یہی دونو ہیں۔ ایک سنّی ہیں دوسرے شیعہ اثنا عشری جن کو بقصد اختصار فقط شیعہ لکھتے اور بولتے ہیں۔ اور یہی مسئلہ خلافت زیادہ تر موجب اختلاف و نزاع ہے درمیان ان دو گروہوں کے۔ اگر بعد وفات حضرت ختمی مآب موافق وصایا و تاکیدات اُس جناب کے تمام صحابہ حضرت علیؑ کی امامت پر اتفاق کر لیتے تو اسلام میں رخنہ نہ پڑتا اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر طاقت منتشر نہ ہوتی۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا اور شیطان لعین کو کہ عدو مبین اولاد آدم کا ہے دراندازی کا موقعہ ملگیا۔ اور اُس نے یہ جھگڑا کھڑا کر دیا پھر اس پر اور شگوفے لگتے گئے۔ الغرض علماء شیعہ کو ہمیشہ اس بارہ میں اہتمام خاص رہا ہے۔ دلائل عقلی و نقلی سے برابر مخالفین پر اتمام حجت کرتے رہے ہیں صدہا نہیں ہزارہا کتب و رسائل خاص اس مقدمۂ خلافت میں تصنیف فرمائیں۔

متقدمین سے شیخ سدید مفید رح سید مرتضیٰ۔ علامہ حلّی۔ خواجہ نصیر الدّین طوسی۔ قاضی نور اللہ شوشتری خاصکر اس فن میں مشہور گزرے ہیں۔ متاخرین میں جناب آیۃ اللہ فی العالمین مولانا السیّد دلدار علی نصیر آبادی لکھنوی اور اُن کے پسران رفیع المنزلت علی الخصوص مولانا سلطان العلماء السیّد محمّد و سیّد العلماء سید حسین ہیں حق تو یہ ہے کہ اس خاندان عالیشان کی بدولت مذہب امامیّہ نے ملک ہند میں رواج پایا۔ سینکڑوں کتابیں اُنہوں نے اور اُن کی اولاد اور شاگردوں نے علم کلام حدیث تفسیر فقہ وغیرہ میں تصنیف کیں۔ شہروں قصبوں میں جمعہ و جماعت کا چرچا پھیلا۔ محراب و ممبر آباد ہوئے۔ لوگوں نے مسایل دین سے واقفیّت حاصل کی ورنہ پہلے اہل ہند نام ہی کے شیعہ تھے مذہبی واقفیّت خاک نہ تھی حال میں مولانا السیّد حامد حسین صاحب لکھنوی نے جو اِسی خاندان شریف سے شرف تلمّذ رکھتے

فن مناظرہ کو اس قدر بڑہایا کہ آسمان پر پہونچا دیا۔ بڑی بڑی ضخیم کتابیں مبحث امامت
میں تصنیف کیں اور خود اہلسنت کی کتابون سے ان کے اوپر اس طرح گرفت کی کہ مجال
چون وچرا کی باقی نہیں چھوڑی الاہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں حق تعالے ان
بزرگوارون کی سعی وکوشش قبول ومنظور فرمائے اوران کو جزائے خیر مرحمت کرے
غرض یہ رسالہ جیساکہ پہلے سے معلوم ہے زیادہ تر اطفال وعورات مومنین کے لئے لکھا
گیا ہے اس میں لمبی دلیلون اور باریک بحثون کی گنجایش نہیں یہان جو کچھ بیان
ہوتا ہے حتے الوسع عام فہم اور بہت مختصر۔
واضح رہے کہ امامت بلافصل امیر المومنینؑ کئی طرح سے ثابت کی جاتی ہے سب سے
اول واعلےٰ طریقہ نصؔ ہے یعنے صریح اور صاف ارشاد خدا ورسولؐ کا۔ چنانچہ
بہت سی آیات قرآنی اس پر دال ہیں اور احادیث نبویؐ تو جس قدر اس مقدمہ میں
وارد اور کتب شیعہ وسنّی میں منقول ہیں اُن کی تعداد وشمار نہیں ہوسکتی
چونکہ یہ امر جزو ایمان ومتمم دین اسلام ہے بہت کم ایسے موقعے تھے جہان حضرت
رسالتؐ پناہ خلوت جلوت میں بکنایہ یا بتصریح اس کی تاکید نہ فرماتے ہون یہان
بنظر اختصار اندکے از بسیار ومشتے از خروار ذکر ہوتا ہے۔

قضیۂ غدیر

شرح اس کی اس طرح پر ہے کہ دسوین سال ہجرت کے حضرت رسالتؐ پناہ نے
حجۃ الوداع (آخری حج) کا ارادہ کیا تو مسلمان اہل مدینہ وقبایل عرب سے جوق جوق
ہمراہ رکاب فیض انتساب ہوئے حتیٰ کہ بقول بعض مؤرخین ایک لاکھ چوبیس ہزار کا مجمع
ہوگیا حضرت امیر پیشتر سے ملک یمن پر مامور ہوکر اس طرف تشریف فرما تھے ایام
حج میں وہان سے مکہ آئے حضرت رسولخدا ہر چند بارہا آپ کی خلافت وامامت کو
اُمّت کے سامنے ظاہر فرما چکے تھے۔ مگر منظور الٰہی یہ ہوا کہ اس مجمع کثیر کے سامنے
کامل طور سے پھر اس کا اعلان ہوکر حجۃ اللہ تمام ہوجائے۔ چنانچہ ان ایام میں اس

مقدمے میں کئی بار وحی نازل ہوئی مگر حضرت کو منافقان اسلام کیطرف سے کہ اس موقعہ پر بہیئت مجموعی ہمراہ تھے۔ کھٹکا تھا کہ مبادا باعث ان کینوں کے جو امیر المومنینؑ کیطرف سے ان کے سینوں میں بھرے ہوئے تھے۔ اس امر کو قبول نہ کریں اور آمادہ فساد ہوں۔ اس لیئے اس حکم کے پہونچانے میں تامل فرماتے تھے حتٰی کہ حج سے فراغت پاکر مدینہ کو کوچ کیا جب موضع غدیر خم پر جو مابین مکہ و مدینہ قریب جحفہ واقع تھا پہونچے تو یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ یا ایّھا الرّسول بلّغ ما انزل الیک من ربّک وان لم تفعل فما بلّغت رسالتہٗ واللہ یعصمک من النّاس۔ ترجمہ۔ اے رسولؐ جو کچھ تجھ پر تیرے رب کے پاس سے نازل ہوا ہے امت کو پہونچاؤ اور اگر تم نے اس کو نہ پہنچایا تو (گویا) تم نے کار رسالت بالکل نہیں کیا اور اللہ تجھ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھیگا۔ یہ آیہ سنی و شیعہ مفسروں کے اتفاق سے بروز غدیر ولایت امیر المومنینؑ کی خلقت تک پہونچانے کی تاکید میں نازل ہوئی۔ بلکہ بعض کتب سے ظاہر ہے کہ بعد ما انزل الیک من ربک کے لفظ فی علیؑ آیہ کے اندر موجود تھا جو بعد میں نکال دیا گیا یعنی ارشاد باری تھا کہ اے نبیؐ ہمارے جو کچھ علیؑ کے بارہ میں تجپر نازل ہوا اسکو امت کو پہونچاؤ۔ اور موقعہ غدیر خاصکر اس واسطے اختیار کیا گیا کہ راہ قبائل اسجگہ سے متفرق ہوتی۔ اور لوگ رخصت ہو کر اپنے اپنے گھروں کو جانے والے تھے اس وقت یہ خطاب بعتاب نازل ہوا کہ یہ ضروری پیغام ہمارا امت کو پہونچاؤ اور جو ایسا نہ کروگے تو گویا کار رسالت ہمارا تم نے بالکل نہیں کیا اور ساتھ ہی وعدۂ عصمت فرمایا کہ واللہ یعصمک من النّاس کہ تم کو جو منافقوں کی طرف سے اندیشہ ہے تو حق تعالٰے ان کے شر سے تم کو محفوظ رکھیگا۔ دوپہر کا وقت تھا اور طپش آفتاب گرمی کا موسم اور عرب کی زمین پارۂ گوشت زمین پر پڑے تو بریان ہوجائے یہ حکم پاتے ہی حضرت اتر پڑے اور راہ سے دہنی جانب ایک طرف کو دکر ایک مقام پر ٹھیرے لشکر میں منادی ہوگئی۔ جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے واپس بلوائے جو پیچھے سے آرہے تھے ٹھیرا لیے گئے ببول کے درختوں کے نیچے تھوڑی سی جگہ صاف کر کے اوپر

کپڑا تان دیا کہ حرارت آفتاب جسم اطہر کو ایذا نہ دے اونٹوں کے کجاؤن کو جمع کر کے بشکل
ممبر درست کیا اوّل نماز ظہر ادا ہوئی۔ بعد ازاں ممبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ
بنہایت بلاغت و فصاحت پڑھا جس میں حمد و ثناء الٰہی کے بعد اپنی قرب رحلت سے
خبر دی اور احترام اہلبیت کی اُمّت کو تاکید و تقیید فرمائی۔ پھر ارشاد کیا۔ ایھا الناس الست
اولیٰ بکم من انفسکم۔ آیا میں تمہارے لیئے تمہارے نفسوں سے اولےٰ اور افضل نہیں ع
آوازیں ہر جانب سے بلند ہوئیں۔ بلیٰ یا رسول اللہ کیوں نہیں۔ ضرور اے رسولؐ خدا
کے آپ ہمارے لئے ہمارے نفسوں سے بہتر ہیں اُس وقت آپ نے امیر المومنینؑ کا جو نیچے
کے درجے پر کھڑے تھے ہاتھ پکڑ کر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی بغلون کی نمایاں ہونے
لگی پھر فرمایا۔ من کنت مولاہ فھذا علیٌّ مولاہ۔ جس کا میں مولےٰ اور آقا ہوں یہ علیؑ
اُس کا مولےٰ اور آقا ہے پھر دُعا کی اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ خداوندا
دوست رکھ اُس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اُس کو جو اُس کو دشمن رکھے۔ وانصر
من نصرہ واخذل من خذلہ۔ مدد کر اُس کی جو علیؑ کی مدد کرے اور ترک نصرت
و یاری کر اُس کی جو علیؑ کی نصرت و یاری کو ترک کرے۔ سب سے پہلے جس نے امیر المومنینؑ
کو اس رتبہ جلیلہ کی مبارکباد دی اور بیعت کیواسطے ہاتھ بڑھایا وہ خلیفہ ثانی سنیوں کے عمر بن
الخطاب تھے اُنہوں نے کہا بخ بخ لک یا ابن ابی طالب الخ۔ اے بیٹے ابو طالب کے تم کو
گوارا و مبارک ہو کہ آج سے تم ہر ایک مومن و مومنہ کے مولےٰ و آقا ہو گئے کتاب مودۃ
القربےٰ سید علی ہمدانی سنّی میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے کہا جب رسولؐ اللہ ممبر پر کھڑے
یہ کہہ رہے تھے تو میرے پہلو میں ایک جوان رعنا خوشبو کھڑا تھا اُس نے کہا اے عمر
آج رسولؐ اللہ نے وہ عقد باندھا ہے کہ کوئی اُس کو نہ کھولیگا۔ الا منافق دیکھو اے
عمر اس عقد کے کھولنے کا قصد نہ کرنا عمر کہتا ہے کہ میں نے یہ واقعہ حضرت رسولؐ خدا
کیخدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا اے عمر وہ شخص اولاد آدم سے نہ تھا وہ جبرئیل
امین تھے کہ میرے کلام کو تم پر موکد کرتے تھے۔ الغرض مسلمین اس میدان میں ٹھیرے یکے
بعد دیگرے بیعت سے مشرف ہوئے تھے حتےٰ کہ نماز مغرب و عشا حضرت رسولؐ نے

ملاکر پڑھی۔ بروایتے تین روز یہ مجمع اس میدان میں مقیم رہا۔ اور برابر اس عرصے میں بیعت ہوتی رہی۔ مردوں کے بعد عورتوں نے بھی بیعت کی تھی۔ حسان بن ثابت انصاری نے اشعار آبدار اس تہنیت میں کہے جو کتابوں میں منقول چلے آتے ہیں یہ ہے مختصر کیفیت روز غدیر کی۔ اہلسنت باوجودیکہ اس سے منکر نہیں۔ اپنی کتابوں میں اسی طرح اس قصہ کو روایت کرتے ہیں۔ جیسے کہ اوپر مذکور ہوا۔ مگر لفظ مولےٰ کے معنوں میں کلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام و اولی بتصرف اس سے مراد نہیں ناصر و دوست مراد ہیں یعنی رسول اللہ نے حضرت امیر المومنین ع کے دوست و ناصر ہونے کی خبر دی ہے۔ حالانکہ ادنےٰ سمجھ والا بھی اگر تعصب و ہٹ دھرمی نہ کرے۔ تو جان سکتا ہے کہ جس امر کی حق تعالےٰ اپنے پیغمبر ص کو اس قدر تاکید کرے کہ یہ پیغام ہمارا اُمت کو پہونچا یا تو پہونچایا ورنہ کار رسالت سرے ہی سے تم سے نہیں ہوسکا۔ اور پیغمبر ص اُس کی تبلیغ میں منافقوں کے خوف سے متردد ہوں اور پھر وعدۂ عصمت و حفاظت حق تعالےٰ کی جانب سے نازل ہو تو وہ عجلت کریں کہ نہ دن دیکھیں نہ دوپہر نہ موسم گرما و حرارت آفتاب کو خیال میں لائیں بے ٹھکانے ایک بیابان میں اُتر پڑیں اور جوں توں کرکے وہ پیغام اُمت کو پہونچائیں تو وہ ایسا ہی جلیل الشان کام ہوسکتا ہے جیسے کہ امامت و خلافت۔ نہ صرف اتنی بات کہ مسلمانوں آگاہ رہو کہ علی ع ابن ابی طالب تمہارے دوست یا مددگار ہیں۔ واہ واہ سبحان اللہ اس کے بیان میں اس اہتمام کی کون ضرورت تھی۔ اور کسی سے ڈرنے کی اس میں کیا گنجائش۔ اس میں کسی کا نقصان ہی کیا تھا۔ کہ آمادۂ فساد ہوتا اور حق تعالیٰ کیجانب سے حفاظت کی ضرورت پڑتی۔ حضرت خلیفۂ ثانی اس تپاک سے کاہے کی مبارکباد دیتے تھے کیا پہلے سے امیر المومنین ع کو مومنوں کا ناصر و مددگار نہ جانتے تھے کہ لفظ اصبحت ہوئے کا استعمال فرمایا۔ جس کے صریح یہ معنے ہیں کہ آگے نہ تھے اب تم مولائے مومنین و مومنات ہوگئے۔ کیا خود عمر مومنوں کے دوست و ناصر نہ تھے اور بموجب روایت آیت مودۃ القربےٰ کہ اوپر ذکر ہوئی جبرئیل ع امین اسی دوستی و نصرت کے لئے کہتے تھے کہ رسول ص خدا نے عقد باندھا ہے دیکھو اے عمر تم اس کو نہ توڑنا اس عقد کے توڑنیکی

کسی کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ حق تعالےٰ فرشتوں سے اس کی تاکید کرانا تھا اور یہ کونسی مہتم بالشان بات تھی کہ جبرئیلؑ جیسے جلیل القدر شخص آدمی کا بہیئت کذائی آویں اور کہیں کہ اس عہد کو پورا کرنا۔ بات یہ ہے کہ یہ حضرات حفظ مذہب کے لئے دیدہ و دانستہ تجاہل کرتے ہیں۔ انہیں تو مولیٰ سے موٹی سمجھ والا بھی سارا قصہ سُن کر کہدیگا کہ اس جگہ سوائے امامت و خلافت کے اور کوئی معنے مولےٰ کے مراد نہیں ہو سکتے بخصوصاً حدیث شریف کے آخری دعائیہ فقرے اللھمّ وآل الخ۔ بہ ندائے بلند پکار رہے ہیں کہ صرف خلافت ہی مراد ہے کیونکہ امام ہی کے واسطے ایسی دُعا و دوستی و نصرت کی کجاتی ہو۔ علاوہ بریں بروایات اہلسنت آیہ شریفہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ اسی روز بعد انعقاد بیعت نازل ہوئی یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کامل کیا ہے میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو اور پورا کیا تم پر اپنی نعمت کو اور راضی ہوا تمہارے لئے دین اسلام سے۔ اس سے بے شائبہ شک و شبہ کے صاف طور سے عیاں ہے۔ کہ لفظ مولیٰ سے حدیث مذکور میں مالک امور و متصرف ہی مراد ہے مددگار و دوست نہیں۔ کیونکہ امامت ثانی مرتبہ نبوت و جزو اعظم دین ہے اس کا طے پانا بالضرور باعث اکمال دین و اتمام نعمت ہوگا جب یہ معیّن ہوگئی۔ تو دین پورا النعمت الٰہی تمام ہوگئی۔ بخلاف دوستی و نصرت کے کہ اس سے اکمال دین نہیں ہوتا۔ وہاں جو کوئی ایسی ہی خاص قسم کی نصرت و دوستی مراد لیں کہ بغیر اس کے دین کامل نہ ہو سکتا ہو۔ تو یہ بات ہی جُدا ہے۔ لیکن اُس صورت میں بھی ہمارا مطلب حاصل رہیگا۔ اس لئے کہ اس تقدیر پر امیر المومنینؑ کے ساتھ ہر مومن کے لئے ایسی دوستی کی ضرورت ثابت ہوگی کہ بغیر اس کے اس کا دین ناقص رہے گا تو یہ بھی مرتبہ امامت سے کچھ کم نہیں۔

روایت حارث بن نعمان فہری

۵۱۔ جلال الدین سیوطی نے تفسیر اتقان میں ابو ہریرہ و ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ بروز غدیر نازل ہوئی ۱۲ منہ۔

منقول[۱] ہے کہ جب حدیث غدیر کی خبر شائع ہوئی اور دور و نزدیک ملکون میں اسکی شہرت پھیلی تو ایک شخص مسمیٰ حارث بن نعمان فہری اپنے ناقہ پر سوار ہوکر مدینہ آیا اور حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا۔ اے محمدؐ تم نے ہم سے کہا کہ وحدانیت خدا اور میری رسالت کا اقرار کرو ہم نے قبول کیا۔ پھر کہا پانچون وقت کی نماز بجا لاؤ۔ اُس کو بھی تسلیم کیا۔ پھر کہا زکوۃ دو حج کرو۔ یہ بھی مانا یہ امور تمہارے تئیں کافی نہ ہوے جتنے اکہ اب اپنے بھائی ابن عم علیؑ ابن ابیطالب کو ہم پر فوقیت دیئے ہو اور کہتے ہو کہ جس کا میں مولی ہون علیؑ بھی اُس کا مولی ہے۔ یہ تبلاؤ کہ یہ بات تم اپنی طرف سے کہتے ہو۔ یا حکم خدا سے کہتے ہو حضرت نے فرمایا قسم ہے خدائے عزّ و جلّ کی کہ بموجب حکم خدا کہتا ہون ابن حارث ملعون یہ سُن کر اپنے ناقہ کیطرف مڑا اور راہ میں کہتا جاتا تھا۔ کہ پروردگارا اگر جو کچھ کہ محمدؐ کہتے ہیں صحیح و درست ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ ابھی اونٹنی تک نہ پہونچا تھا کہ ایک پتھر اُس کے سر میں لگا۔ اور پاخانے کے مقام سے نکل گیا۔ اور وہیں فی النار ہوا۔ اُس وقت یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی۔

سَئَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْکَافِرِیْنَ لَیْسَ لَهُ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ۔ یعنی ایک سوال کنندہ نے سوال کیا اُس عذاب کا جو کافرون پر واقع ہوتا ہے کوئی اُس کو دفع نہیں کرسکتا۔ خدائے صاحب معراج و بلندیکیطرف سے۔ تمام ہوئی روایت۔ اب یہان کوئی ان بزرگوارون سے پوچھے کہ نضر بن حارث کو امیر المومنین کے ناصر و دوست مومنون کا ہونے پر اس قدر غصہ آیا کہ اُس نے اپنے تئیں ہلاک کیا یا حضرت کی خلافت سے اُس کے تن بدن میں آگ لگی تھی۔

آیۂ اِنّما و لیّکم اللّٰہ الخ

قضیۂ غدیر سے فارغ ہوکر ہم ایک اور آیہ شریفہ کا بیان کرتے ہیں جو خلافت حضرت امیرؑ پر آیۂ غدیر سے کمتر دلالت نہیں کرتی۔ وہ یہ ہے۔ حق تعالے فرماتا ہے

[۱] ثعلبی نے کہ مشہور معتبر علماء اہلسنت سے ہے اس روایت کو سورۂ سئل سائل بعذاب کی تفسیر میں سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے ۱۲ منہ

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰاکِعُوْنَ ۝

کہ اے مسلمانو تمہارا اولی یعنی مالک و مختار تمہارے کاموں کا کوئی نہیں صرف خدا ہے اور اُس کا رسولؐ اور وہ ایمان لانے والے جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں درانحالیکہ وہ رکوع میں جھکے ہیں۔ مراد زکوۃ سے یہان عام خیرات وصدقہ ہے زکوۃ واجبی نہیں یہ آیہ باتفاق مفسرین شیعہ وسنی[1] امیر المومنین کی شان میں نازل ہوئی۔ جبکہ آپ نے حالت نماز میں سایل کو انگوٹھی دی۔ منقول ہے کہ ایک روز ظہر کے وقت مسجد رسولؐ خدا میں لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ اُس وقت ایک سایل آیا اور سوال کیا کسی نے اُس کو کچھ ندیا۔ اُس نے دونوں ہاتھ اپنے آسمان کیطرف بلند کئے اور کہا پروردگارا تو جانتا ہے۔ کہ میں نے تیرے نبیؐ کی مسجد میں سوال کیا کسی نے مجھے کچھ ندیا۔ امیر المومنینؑ ایک گوشہ میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہہ دردناک مناجات سائل کی سنکر بیتاب ہوگئے۔ اور چھوٹی انگلی سے سایل کی طرف اشارہ کیا۔ اُس نے وہ انگوٹھی انگشتِ مبارک سے نکال لی اور چلا گیا حضرت رسولؐ خدا کو یہ حال معلوم ہوا تو عرض کی پروردگارا میرے بھائی موسیٰ بن عمران نے تجھ سے سوال کیا کہ میرے سینے کو کشادہ کر اور میرے کاموں کو میرے اوپر آسان فرما میری زبان میں جو گرہ ہے اُس کو کھولدے تاکہ لوگ میرا کلام سمجھنے لگیں اور میرے کنبے سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر اور میرے کام کا شریک گردان اور میرے بازو کو اُس سے قوت بخش پروردگارا تو نے دعا اُس کی قبول کی اور خطاب کیا کہ میں عنقریب تیرے بھائی سے تجھ کو قوی پشت کر کے تم دونوں کو غلبہ بخشوں گا۔ خداوندا میں بھی تیرا برگزیدہ ورسولؐ محمدؐ مصطفیٰ ہوں۔ میرے سینے کو کشادہ کر اور میرے بازوؤں کو اُس سے قوت ومضبوطی بخش۔ راوی کہتا ہے

[1] سنیوں سے علامہ زمخشری صاحب کشاف ونیشاپوری شافعی وحافظ ابو نعیم صاحب حلیۃ الاولیاء وثعلبی وغیرہم نے نقل کیا ہے کہ آیہ مذکورہ حضرت امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے ۱۲ منہ

کہ ہنوز یہ دُعا حضرت کی تمام نہ ہوئی تھی کہ جبریلؑ امین آیۂ مذکورہ کو لائے۔ اس آیہ میں کہ برطبق دعاء حضرت نبویؐ و بمقام اجابت دُعا میں نازل ہوئی۔ صاف صاف ارشاد ہے کہ مسلمانو! تمہارا حاکم اور تمہارے امور کا مالک و متصرف خدا و رسولؐ ہے اور وہ مومن جو نماز پڑھتے ہیں۔ اور بحالت رکوع خیرات کرتے ہیں بکلمۂ انما نے کہ لغتِ عرب میں یقیناً حصر کے لیے آتا ہے۔ زیادہ تر اس کی تاکید کر دی کہ یہی ہیں اور ان کے سوا کوئی دوسرا ولی نہیں اس سے بڑھکر دلیل امامت امیرالمومنینؑ پر اور کیا ہوگی کہ حضرت رسولخدا خدا سے دُعا کریں۔ کہ تو نے موسٰیؑ کا وزیر اُن کے بھائی ہارونؑ کو مقرر کیا میرا وزیر میرے بھائی علیؑ ابن ابی طالب کو مقرر فرما۔ اور حق سبحانہٗ تعالےٰ اس دُعا کو قبول کرے اور مومنوں کو ارشاد کرے کہ تمہارے ولی امور صرف خدا و رسولؐ ہیں اور وہ مومن جن میں یہ خاص صفت پائی جائے! اور وہ صفت خاص امیر المومنینؑ ہی میں پائی جاوے۔ کسی دوسرے میں نہو تو پھر کس طرح کوئی اور ولی ہو سکتا ہے کہ اسی مقام سے ہے کہ حضرت رسولخدا امیرالمومنینؑ کو جناب ہارونؑ سے تشبیہ دیتے تھے اور اپنے تئیں موسےؑ سے اور فرماتے تھے کہ اے علیؑ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسےؑ سے مگر میرے بعد کوئی نبیؐ نہ ہوگا۔ چنانچہ آگے اس کا بیان حدیث منزلہ میں آئیگا۔ واضح رہے کہ لفظ ولی کے معنی بھی ہر چند لغت میں دوست و ناصر کے آئے ہیں جیسے کہ مالک اور آقا کے۔ مگر آیہ میں وہ مراد نہیں ہو سکتے۔ نہیں تو معانی آیہ میں خلل آئے گا۔ کیونکہ اُس وقت حاصل مطلب آیہ کا یہ ہوگا کہ تمہارا دوست و مددگار اشخاص مذکورہ کے سوا اور کوئی نہیں حالانکہ سب مسلمان ایک دوسرے کے دوست اور مددگار رہیں چنانچہ خداوندکریم خود قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ المؤمنون والمؤمنات بعضہم اولیاء بعض یعنی مومن مرد ہوں یا عورتیں باہم ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں نیز تائید کرتے ہیں ان معانی مذکورہ کی وہ حدیثیں جن کو بزرگان اہلسنت

۱؎ علامہ ابن عبد البر نے الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں اُس کو روایت کیا ہے چنانچہ اُس کی جلد دوم صفحہ ۴۸ مطبوعہ حیدرآباد دکن میں موجود ہے ۱۲ منہ

نے روایت کیا ہے کہ اے علیؑ تو ولی ہے ہر مومن و مومنہ کا میرے بعد۔ اگر یہاں بھی دوست و ناصر مراد لیں تو پھر بعدی (میرے بعد) کے کیا معنے ہوئے۔ مومنوں کے دوست و مددگار تو امیر المومنینؑ رسول اللہ کی حیات میں بھی تھے۔ یہ احادیث کتب فریقین میں مروی ہیں بعض کوتاہ نظر ایک یہ شبہ کیا کرتے ہیں کہ آیہ میں اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا الخ صیغہ جمع کا ہے تو امیر المومنینؑ پر کہ فرد واحد ہیں کس طرح صادق آئے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی فارسی وغیرہ میں بلحاظ عظمت و بزرگی یا دیگر اغراض کے واحد کے لیے جمع کے صیغے بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ اور یہ امر رائج و شائع ہے قرآن میں بھی بیشتر ایسا واقعہ ہوا ہے اس مقام پر بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ ہر چند وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سے مراد صرف علیؑ بن ابیطالب ہیں جنہوں نے انگوٹھی دی لیکن لفظ جمع کا اس لیے استعمال کیا کہ اور لوگ بھی خیرات دینے میں حضرت کی تقلید کریں۔ مگر بموجب مذہب شیعہ ضرور نہیں کہ جمع کو واحد پر حمل کریں کس لیئے کہ ہمارے یہاں وارد ہے کہ دوازدہ امام آیہ کے مصداق ہیں اور ہر ایک کو قرب زمانہ امامت میں ایسا اتفاق ہوا ہے کہ نماز و رکوع میں تصدق کریں۔

تتمہ

احادیث میں وارد ہے کہ وہ انگوٹھی جو امیر المومنینؑ نے سایل کو عطا کی۔ مقوقس بادشاہ اسکندریہ نے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحفہ کے طور سے بھیجی تھی اُنہوں نے حضرت امیر المومنینؑ کو عنایت کی تھی۔ اس کی قیمت ملک مصر کا ایک سالہ خراج تھا مگر غزالی کہ امام اہلسنت و حجۃ الاسلام کے لقب سے اُن کے درمیان مشہور ہیں اپنی کتاب سرّ العالمین میں نقل کرتے ہیں کہ وہ انگشتر انگشتر سلیمان علیہ السلام تھی کہ بعد آنحضرتؐ کے بعض احبۂ مقربانِ درگاہ کو ملی۔ اور اُن کے ذریعہ سے حضرت رسولِ خدا تک پہونچی اُن سے حضرت امیر المومنینؑ نے پائی۔ اور وہ سایل جبرئیلؑ بحکم رب جلیل تھے۔ اسی نظر سے ایک شاعر نے کہا

ہے۔ ۵ انگوٹھی دی جو سایل کو علیؑ نے غل ہوا ہر سُو
گدا کو مرتبہ بخشا ہے حیدرؑ نے سُلیمان کا

حدیث منزلہ

نیز احادیث متواترہ حضرت رسولؐ خدا سے جس کو سنّی و شیعہ نے آنحضرتؐ سے
نقل کیا ہے اور خلافت و امامت حضرت امیرالمومنینؑ پر دلالت واضحہ رکھتی ہیں
ایک حدیث منزلہ ہے یعنی حضرت رسالت پناہ نے ایکبار نہیں بارہا ارشاد فرمایا
یا علیؑ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ اے علیؑ
تمہارا مرتبہ مجھ سے بمنزلہ ہارون نبیؑ کے ہے موسیٰؑ سے فرق اتنا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی
نبی نہ ہوگا۔ یہ حدیث کتب صحاح اہلسنت میں مثل بخاری مسلم ترمذی وغیرہ کے نقل
ہوئی ہے اور سعد ابن ابی وقاص عبداللہ بن عباس ابوسعید خدری اُم سلمہ اُم المومنین
اسماء بنت عمیس جابر بن عبداللہ انصاری جیسے جلیل القدر صحابہ کی زبانی مختلف
طریقوں سے بیان کی گئی ہے اور کثرت اسناد اس کی اس درجہ کو پہونچی ہے کہ حافظ
ابن عقدہ کو کہ ثقہ و سند علماء اہلسنت سے ہے۔ بیان طریقہ ہائے حدیث مذکور میں
ایک علیحدہ کتاب لکھنی پڑی ہے بہر حال صحت و سند حدیث میں تو کسی کو مجال دم زدن
نہیں نیز یہ بھی عیاں ہے کہ یہ حدیث مختلف اوقات میں متعدد موقعوں پر زبان
حقایق ترجمان رسولؐ اللہ پر جاری ہوئی گو زیادہ شہرت اس کی موقعہ جنگ تبوک
پر ہے جبکہ آپ نے سرحد روم پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اور جناب امیر علیہ السلام کو
بموجب حکم الہی مصلحتہً مدینہ میں چھوڑا اور اہل نفاق نے زبان طعن دراز کی کہ آپ
کی طرف سے حضرت کو کچھ دل گرفتگی ہے تو ارشاد ہوا یا علیؑ مدینہ کا اس وقت خالی
چھوڑنا مصلحت نہیں یا میں یہاں رہوں یا تم اس کے بعد حدیث منزلہ اسی طور
سے ارشاد فرمائی کہ جس طرح اوپر تحریر ہوئی۔ یہ موقعہ بہت مشہور ہے نہیں تو
بوقت بند کرنے دروازوں کے مسجد رسولؐ اللہ سے اور کھلا رکھنے دروازہ امیرالمومنینؑ

کے۔ نیز بوقت نام زد کرنے حسنؑ و حسینؑ کے بنام پسران ہارون نبیؑ یعنے شبیرؑ و شبرؑ نام رکھنے کے وقت اور بروز غدیر اور اُن کے سوا اور اوقات میں یہ حدیث آنحضرت صلعم نے فرمائی ہے۔ سعد وقاص صحابی حسرت کیا کرتے تھے کہ علیؑ کے واسطے تین ایسی خصلتیں ہیں کہ اگر ایک اُن میں سے میرے لئے ہوتی۔ تو محبوب تر اور بہتر تھی میرے لئے شتران سرخ موسے منجملہ تین خصلت کے ایک حدیث منزلت کو بیان کرتے تھے۔ الحاصل یہ حدیث دلیل واضح ہے خلافت و امامت حضرت امیرؑ پر رسولؐ خدا نے اس امر کو بہ بیان روشن و واضح فرمادیا ہے کیونکہ حضرت ہارونؑ موسےؑ علیہ السلام کے وزیر و داماد اور کاروبار نبوت میں اُن کے شریک و سہیم تھے۔ خود موسےؑ نے حق تعالےٰ سے التجا کی تھی کہ کاروبار نبوت میں اُن کا شریک کرے چنانچہ اس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے جہانکہ حضرت موسےؑ کا بیان ہے۔

وَاجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي۔

خداوندا تو ہارون کو جو میرے اہلبیتؑ سے ہے میرا وزیر مقرر کر اور اُس سے میرے بازو کو قوت بخش اور میرے کاروبار میں اُس کو میرا شریک گردان پس حضرت ہارون ان تمام مدارج عالیہ پر فائز تھے جو حضرت موسیٰؑ کو حاصل تھے۔ جب حضرت رسولؐ خدا نے ہارونؑ سے تشبیہ دی تو تمام مراتب ہارونی کو اُن کے لئے ثابت فرمایا سوائے نبوت کے جسے مستثنیٰ کیا کیونکہ نبوت آپ پر ختم ہوچکی تھی۔ اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی کہے فلاں شخص تمام صفات میں میری برابر ہے مگر بخیل ہے تو اُس سے سمجھا جائے گا کہ اس میں تمام صفتیں متکلم کی موجود ہیں بجز سخاوت کے۔ چونکہ مراتب ہارونی میں ایک خلافت بھی تھی۔ جس کی تصریح بھی حضرت موسےؑ کے کلام میں موجود ہے۔ وَاخْلُفْنِي فِي قَوْمِي۔ تم میری قوم میں میرے خلیفہ رہو۔ تو ثابت ہوا۔ کہ وہ حضرت وزیر خلیفہ رسولؐ اللہ تھے ایام حیات میں اور بعد وفات کے بھی اور اس میں کوئی جائے شک و شبہ نہیں۔

دوسرا طریقہ ثبوت امامت آنحضرتؑ کا کمالات ظاہری و باطنی و نسبی و نفسانی آپ

کے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ ان کمالات میں سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے کوئی دوسرا
ہم پلہ حضرت امیر المومنینؑ کا نہ تھا۔ ہم یہاں مختصر طور سے اس کا بیان کرتے ہیں
زیادہ کے واسطے دفتر بھی کم ہیں۔ ایک اُن میں سے علم ہے۔ سو حضرت امیر علیہ السلام المومنین کا

علم

اعلم اُمت ہونا کسی ادنےٰ و اعلیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ بموجب حدیث متفق علیہ فریقین
حضرت رسولؐ خدا شہر علم و حکمت تھے اور علیؑ مرتضیٰ دروازہ اُس شہر کے لاجرم جو علوم
کہ اس اُمت میں شائع ہوئے اُن کی ابتدا اس جناب سے ہوئی۔ علم فقہ۔ تفسیر حدیث
وغیرہ سب آپ سے لئے گئے اس لئے تمام علماء و فقہاء آپ کے عیال اور آپ کے خوان
عطا و نوال کے ریزہ چین ہیں نیز وہ حضرت بموجب حدیث مستفیض و متواتر قاضی
ترین اُمت ہیں یعنی علم فصل خصومات میں جو ملکہ آپ کو حاصل تھا دوسرے کو نہ تھا
چنانچہ وہ عجیب و غریب قضایا جو آپ نے اپنے عہد خلافت میں فیصل کئے۔ اس پر دلالت واضحہ
رکھتے ہیں خلیفہ ثانی جہاں فصل قضایا میں عاجز رہجاتے امیر المومنینؑ وہاں عقدہ کشائی
فرماتے اس لئے عمر نے ایکبار نہیں بیسیوں مرتبہ کہا۔ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔ اگر علیؑ نہ ہوتے
تو عمر ہلاک ہو جاتا اور مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر اسباب حکومت میرے لئے
مہیا اور مسند قضا آراستہ ہووے تو حکم کروں درمیان اہل تورات کے انکی تورات پر
اور درمیان اہل زبور کے اُن کے زبور کے موافق اور اہل انجیل میں بموجب انجیل کے
اور اہل قرآن کے درمیان موافق قرآن کے اور حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا۔ کہ علم و
حکمت دس حصّوں پر منقسم ہے علی کو ان دس حصوں سے نو حصّے عطا ہوئے ہیں باقی
ایک حصہ تمام عالم پر منقسم ہے نیز منقول ہے کہ آپ نے سر ممبر فرمایا۔ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ
تَفْقِدُوْنِیْ۔ کہ سوال کرو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ یہ کلمہ سوائے آنحضرتؐ کے آج
تک کسی نے نہیں کہا۔ اور اگر احیاناً کسی کی زبان سے نکلا ہے تو وہ رسوا ہوا ہے
صحیح مسلم میں ہے کہ آپنے فرمایا سوال کرو مجھ سے طرق و راہ ہائے آسمان سے بتحقیق کہ میں اُن
سے زیادہ واقف ہوں بہ نسبت زمین کی راہوں کے۔

ایک اُن میں سے زہد ہے۔ پس شک نہیں کہ آپ تمام آدمیوں سے زیادہ زاہد تھے۔ نان خورش آپ کی جس کے ساتھ روٹی کھاتے اکثر اوقات صرف نمک یا سرکہ ہوتا اس سے ترقی کرتے تو سبزی و نباتات زمین کے۔ گوشت کی طرف بہت کم میل فرماتے۔ آپ کا قول تھا کہ میں اپنے جسم کو مقبرۂ حیوانات نہیں بناتا۔ سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ ایک پیالہ دوغ شتر کا کہ بوئے ترشی اُس سے آرہی ہے معہ ایک قرص نانِ جو خشک کے آگے رکھا ہے آپ زور کر کے روٹی توڑتے اور ٹکڑے کو چھاچھ میں بھگوتے اور تناول فرماتے ہیں۔ فضہ کنیز حاضر تھیں میں نے کہا اے فضہ خوف خدا تم کو نہیں آتا کہ آرد کو چھانتی تک نہیں کہا ہم کو حکم ہے کہ بغیر چھانے اور صاف کرنیکے روٹی پکائیں ایک حدیث میں ہے کہ کبھی تین روز پے در پے نانِ جو شکم سیر ہو کر نہیں کھایا جب تک کہ رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ یہ حال خورش کا تھا۔ اب پوشش کی سنیئے۔ کہ پیرہن مبارک تین چار درہم سے زیادہ کا نہ ہوتا تھا جب خریدتے تو اکثر دو عدد لیتے۔ بہتر اُن سے قنبر غلام کو عطا ہوتا دوسرا کمتر خود زیب تن فرماتے۔ آستینیں دراز ہوتیں تو مقدار زاید کو تراش ڈالتے چونکہ پھٹنے کے مقام پر پھر سیا نہیں جاتا تھا تو تار تار نکل کر دست ہائے مبارک پر گرتے رہتے کسی جگہ سے پھٹتا تو لیف خرما یا چرم سے اُس کو پیوند کرتے بعض اوقات کُرتے میں اس قدر پیوند ہوتے تھے کہ خود فرماتے۔ انا استحییٰ مِن راقعہا۔ میں نے اس قدر پیوند لگوائے ہیں کہ اب درزی سے شرم آنے لگی ہے نعلین مبارک اور نیام شمشیر لیف خرما کی ہوتی تھی۔ اور تھے۔ وہ حضر جنہوں نے دنیا کو تین طلاق دیئے تھے جن کے بعد کسی عورت کیطرف رجوع نہیں ہوسکتی اکثر ارشاد ہوتا تھا ترکتُ الدّنیا لِقلّةِ بقائها وَ کثرة عنائها وَ خسّةِ شرکائها۔ یعنی دُنیا کو اس واسطے ترک کیا ہے کہ اس کو بقاء و دوام نہیں اور رنج و عنا اُسکی زیادہ ہے اور شرکاء و ساجھی اس کے خسیس ہیں

ایک اُن میں سے عبادت۔ ہے کوئی شخص اس صفت میں آپ کے ساتھ ہمسری کا دعوے نہیں کرسکتا۔ صایم النّهار و قایم اللّیل تھے یعنی راتوں کو عبادت میں بسر کرتے

دنون میں روزہ رہتے۔ شب و روز میں ہزار رکعت نماز کا معمول تھا جو سخت سے سخت
وقت میں بھی ترک نہ ہوتا تھا۔

پیشانی نورانی پر کثرت سجود سے گھٹہ پڑ گیا تھا چنانچہ آیہ شریفہ سیماھم فی وجوھھم
من اثر السجود۔ آپ کی شان میں نازل ہوئی۔ وقت نماز وحضوری خالق بے نیاز میں
ماسوائے اللہ سے غافل ہو جاتے۔ دُنیا و ما فیہا کی خبر نہ رہتی۔ یہ حضور قلب تھا اور خلوص
نیت کی یہ کیفیت تھی کہ مکرر فرماتے تھے۔ کہ میں خدا کی عبادت کرتا ہون تو اُسکو اہل و لائق
عبادت جانکر کرتا ہون اُس کی جنت کے طمع اور جہنم کے خوف سے نہیں کرتا۔

حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کہ کثرت عبادت سے آپ کو زین العابدینؑ سجاد۔ و ذوالثفنات
کہتے تھے جب کبھی وہ صحیفہ دیکھتے جس میں عباداتِ امیر المومنینؑ کا حال لکھا تھا
تو آہ کھینچتے اور کتاب ہاتھ سے دہر دیتے۔ اور فرماتے۔ انّی لی بعبادۃ علیؑ۔ مجھ سے
آنحضرتؑ کی مانند کہان عبادت ہو سکتی ہے۔

ایک اُن میں سے **جود و سخا** ہے۔ اتفاق ہے کہ آپ کی برابر دوسرا سخی نہیں ہوا
جان کو راہ خدا میں دریغ نہیں فرماتے تھے مال تو کیا مال ہے بروز ہجرت جبکہ مشرکین
مکہ نے خانہ رسولؐ خدا پر نرغہ کیا اور ہر چہار طرف سے گھیر لیا اُس وقت امیر المومنینؑ
ہی تھے کہ اپنی جان پر کھیل گئے۔ حضرت رسولؐ خدا کو رخصت کیا اور آپ اُنکی چادر
اوڑھکر اُن کے بستر پر لیٹ گئے۔ حق تعالیٰ نے آیہ شریفہ ومن الناس من یشری
نفسہ ابتغاء مرضات اللہ میں اس جان نثاری کی ستایش کی فرشتون نے
اس پر فخر و مباہات فرمائی ہے۔

ایکبار ایفاء نذر لازم تھا اور تمام خاندان اس تقریب سے صائم۔ شام کو روزہ افطار
کرکے کھانا کھانے بیٹھے تو ایک مسکین نے آکر سوال کیا۔ گھر بھر نے اپنا اپنا حصّہ (دو نان جو)
اُس کو اُٹھا دیا اور روزہ پر روزہ رکھا دوسرے اور تیسرے روز بھی سائل بنام یتیم و
اسیر آئے اور اسی طرح تمام گھر والون کی خوراک لے گئے۔ چوتھی صبح کو آسمانی قدسوانی
جوش میں آئی۔ سورہ مبارکہ ہل اتٰی کا نزول ہوا جس کی ۱۷ آیتون میں اس خالصۃً للہ

جوانمردی کی داد دی گئی اور اس سعی مشکور کے بدلے نعمات بہشت کا تفصیل کے ساتھ وعدہ فرمایا گیا ہے۔
نیز مشہور ہے کہ مدینہ میں ایک باغ ۱۲ ہزار دینار کو فروخت کیا۔ تمام مال فقراء و مساکین پر خیرات کر دیا ایک کوڑی اپنے لئے نہ رکھی حالانکہ اُس روز بھی دو دن سے فاقہ تھا پہلے گزرا کہ اتنی بڑی بیش قیمت انگوٹھی حالت نماز میں بوقت رکوع سائل کو بخشی اور مشہور ہے کہ اپنے ہاتھ کی محنت سے ایک ہزار غلام خرید کر آزاد کئے۔ غرض آنحضرتؐ کی سخاوت آفتاب تابان کیطرح روشن و عیان ہے۔ اس میں ضرورت طول دینے کی نہیں۔

ایک اُن میں سے شجاعت ہے

کون نہیں جانتا کہ آپ شجاع زمانہ و دلیر یگانہ تھے بڑے بڑے سرکشون کے دل نام علیؑ سنکر دہل جاتے۔ معرکہ جنگ میں آپ کو دیکھتے تو جان سے ہاتھ دھو کر ایک دوسرے کو وصیت کرتے۔ جو سامنے سے سلامت نکل جاتا اپنے زندہ رہنے پر تعجب کرتا۔ عبداللہ بن زبیر نے معاویہ سے کہا کہ میں وہ شجاع یگانہ ہون۔ کہ علیؑ کے سامنے جنگ میں کھڑا ہوا ہون۔ معاویہ نے کہا ایسا ہوتا تو وہ بائیں ہاتھ سے تجھے قتل کر کے دہنے کے لئے کسی دوسرے کو بلاتے۔ آپ کے معرکے جنگ و جہاد کے مشہور ہیں۔ اور ہر دور و نزدیک کے نزدیک معروف و مذکور۔ جنگ اُحد میں جبرئیل امین نے پکار کر کہا۔ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیفَ اِلَّا ذُوالفِقَار۔ کوئی جوانمرد نہے تو علیؑ ہے تلوار ہے تو ذوالفقار۔ اور بس خندق کے روز آپ کی ایک ضربت جس سے عمرو بن عبدود مارا گیا۔ بقول حضرت رسالتؐ پناہ قیامت تک کی جن و انس کی عبادت سے بہتر تھی۔ خیبر خود بزور ید اللّٰہی فتح ہوا ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتا ہے کہ شاہان روم و فرنگ تم آنحضرتؐ کی تصویر باشمشیر حمایل اپنے عبادت خانون میں کھینچتے تھے۔ دیلم اپنی تلوارون پر یمن و برکت کے واسطے لکھتے تھے۔ الپ ارسلان اور اُس کے بیٹے ملک شاہ کی تلوار پر آپ کی شبیہ مبارک کھنچی ہوئی تھی فلاسفہ باوجودیکہ آپ کے دشمن تھے بوجہ شجاعت

کو دوست رکھتے تھے اور نام نامی و تمثال گرامی کی تعظیم کرتے تھے اور اُس سے مدد چاہتے تھے۔ الحاصل شجاعت آپ کی خانہ زاد کنیز ہے۔ اور نعوت بن دامون کی لونڈی۔ اس میں زیادہ گفتگو کرنا ایسا ہے جیسا کہ روز روشن کو روشن بتانا۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ اس منقبت میں وہ حضرت آپ ہی اپنی نظیر تھے۔

ایک اُن میں سے حلم و بردباری ہے

اس سے زیادہ کیا حلم ہو گا کہ ابن ملجم کے ساتھ جس نے سر اقدس پر ضربت لگائی کہ وہی ضربت باعث شہادت ہوئی۔ جب گرفتار ہو کر سامنے آیا تو سلوک سے پیش آئے اور امام حسین علیہ السلام سے سفارش کی کہ جو آب و طعام میرے واسطے لاؤ اُس کو بھی پہنچاؤ نیز وصیت فرمائی کہ اگر اس ضربت سے جان بر ہو گیا۔ تو اولے ہون کہ اُس کو بخشدون نہیں تو تم بھی ایک ہی ضربت لگانا کیونکہ اُس نے میرے اوپر ایک ہی چوٹ کی ہے اور گوش و بینی کو اس کی نہ کاٹنا۔ اور باوجودیکہ پہلے سے جانتے تھے۔ کہ یہ کچھ اس سے ظہور میں آئیگا۔ دروازہ بخشش و عطیات کا اُس کے اوپر بند نہ کیا۔ اور ان کی طرح اس مردود کو اپنے احسان سے بہرہ ور کرتے رہے۔ ملا علی قوشچی سنی شرح تجرید میں لکھتے ہیں۔ کہ صفین میں لشکر معاویہ پہلے سے آکر نہر فرات پر قابض ہو گیا۔ تو لشکر امیر المومنین کو پانی سے مانع آیا۔ آپ نے جنگ کر کے کنارہ دریا کا شامیون سے چھین لیا تو اصحاب کی رائے تھی کہ اُن پر بھی اسی طرح پانی بند کیا جائے۔ جیسا انہوں نے ہمارے اوپر بند کیا تھا مگر عفو و حلم آنحضرت عم کا اس کا مقتضی نہ ہوا۔ دریا کے گھاٹ دوست دشمن کے لئے یکسان کھلوا دیئے گئے۔

مروان کی عداوت کس کو معلوم نہیں بروز جمل شمشیر کین کمر سے باندھے معرکہ میں موجود تھا اور اس سے پہلے بھی فتنہ انگیزی میں کوئی دقیقہ اُس نے نہ اُٹھا رکھا تھا۔ علاوہ برایں خود جانتے تھے اور مکرر زبان مبارک سے فرماتے تھے۔ کہ اس سے اور اس کی اولاد سے ہم اہلبیت کو روز سرخ (مصیبت کا دن) دیکھنا ہو گا مگر خاتمہ جنگ پر پکڑا ہوا آیا۔ تو حلم و درگذر کو کام میں لا کر اُس کو رہا کیا اور رو دار آزاد و

ایذا کے نہ ہوئے۔ عبد اللہ بن زبیر کہ خمیر مایہ فساد تھا اور عائشہ کو زیادہ تر وہی اُکسا کر میدان جنگ میں لایا تھا۔ جب اُس پر دسترس ہوا تو معاف فرمایا۔ بصرہ والون کے کرتوت کس سے چھپے ہوئے ہیں کہ باغیوں کے ساتھ ملکر کیا کیا۔ فتور اُنھون نے برپا کئے بیت المال کو لوٹ لیا۔ عامل حضرت عثمان بن حنیف انصاری کی ڈاڑھی موچھیں منڈوا کر نکلوا دیا۔ عین موقعہ جنگ میں برملا بے ادبی کرتے اور دُشنام دیتے تھے۔ فتحیاب ہونے پر حکم کیا۔ کہ کوئی ان کے جان۔ مال۔ عزّت۔ آبرو سے متعرّض نہ ہوئے۔ عائشہ کا سینہ آپ کے کینہ سے لوہارون کی بھٹی کی مانند جوش مارتا تھا۔ گرفتار ہوئی تو اس کا بال بیکا نہونے دیا عورات کو ہمراہ کر کے عزت و آبرو کیساتھ مدینۃ الرسول میں اس کے مکان میں بھجوا دیا یہ اندکے از بسیار و مشتے از خروار آپ کے حلم کے کارنامے ہیں۔ تمام کے لئے دفتر بھی کافی نہیں مشہور ہے کہ بوقت جنگ ایک کافر کو قتل کرنا چاہتے تھے اُس نے روئے مبارک پر تھوک دیا۔ فوراً شمشیر میان کی اور اُس کے سینے سے اُٹھ کھڑے ہوئے تاکہ شائبہ غیظ و غضب اخلاص عبادت میں داخل نہ ہونے پائے۔

ایک اُن میں سے شرافت نسب اور عالی خاندانی ہے

ظاہر ہے کہ اس شرف میں کوئی آنحضرت اور اُن کی اولاد طاہرین کے ساتھ لگا نہیں کھاتا۔ آپ سادات عرب و اشرف بنی ہاشم ہیں۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے برادرِ عمِ عینی ہوتے ہیں۔ نیز بموجب احادیث کثیرہ ایک نور سے دونو کی خلقت ہوئی کہ اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ کیطرف منتقل ہوتا رہا۔ تا اینکہ پشتِ عبد المطلب میں آکر اس کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک پشتِ عبد اللہ میں گیا۔ جس سے سرورِ کائنات و خلاصۂ موجودات پیدا ہوئے۔ دوسرا پشتِ ابو طالب میں در آیا اس سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام امام المتقین وجود میں آئے۔

منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا۔ نحن اہل البیت لا یقاس بنا احد۔ ہم وہ خاندان شرافت و دودمان عصمت و طہارت ہیں کہ کسی کا قیاس ہم پر نہیں کیا جا سکتا۔ جاحظ کہ علماء اہل سنّت سے نہایت متعصب تھا۔ بلکہ دشمنی علیؑ کو جزو ایمان جانتا تھا

بمفاد حق برزبان جاری۔ قول مذکورۂ بالا میں آنحضرت کی تصدیق کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ
کیونکر کسی کا قیاس آنحضرتؐ کے ساتھ کیا جائے۔ حالانکہ حضرت رسولؐ خدا باآن مکنت
و جاہ ایک اُن سے ہیں حسنؑ و حسینؑ دو طیب و پاکیزہ اور حمزہ و جعفر دو شہید راہ
خدا و سید الورے عبد المطلب و ساقی الحجیج عباس یہ سب کے سب اسی دودمان
ذی شان سے ہیں مہاجرین نے اگر ہجرت کی تو ان کے ساتھ اور اُن کیطرف کی۔ انصار
نے نصرت فرمائی۔ تو اُن کی نصرت فرمائی۔ صدیق کوئی ہوا تو اُن کے تصدیق کرنے سے ہوا
فاروق تھا تو حق و باطل میں ان کے درمیان فرق کرنے سے تھا۔ حواری ہیں تو اُن کے
دوستدار ہیں۔ ذی الشہادتین ہیں تو ان کی شہادت گزار۔ غرض کوئی خیر و خوبی دُنیا
میں نہیں یا اُن میں ہے یا اُن کے لئے ہے حضرت رسولؐ خدا نے دو چیزیں اپنے بعد چھوڑیں
ایک کلام اللہ دوسرے یہی اہلبیت طاہرین۔ اور خبر دی کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا
نہ ہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات نکریں عمر ابن الخطاب نے جب آنحضرتؐ کی
دامادی کا قصد کیا تو کہا میں نے رسولؐ اللہ سے سُنا ہے کہ بروز قیامت تمام سبب و
نسب قطع ہو جائیں گے۔ الا میرا نسب و سبب۔

پھر جاحظ کہتا ہے کہ اگر چاہوں کہ مناقب عالیہ و حالات شریفہ علیؑ ابن ابیطالب کو تفصیل
وار بیان کروں تو طومار پر ہو جائیں عمریں تمام ہوں۔ مگر وہ بیان نہ ہوں گے بتحقیق کہ آپکا
مولد و منشا کریم ہے اور اصل و نسب صحیح۔ علم و عمل کثیر اور بیان فصیح و زبان بلیغ و کلام
عجیب وہ حضرت رسالت پناہ کے حبیب ہیں آپ کا ظاہر و باطن یکسان ہے اور جدید و
قدیم برابر۔ و آیندہ و گزشتہ مساوی۔ تمام ہوا کلام جاحظ ناصبی کا حق تعالےٰ کا شکر
ہے کہ یہ الفاظ اس کی زبان سے برآمد ہوئے۔ احادیث کثیرہ میں وارد ہے کہ اگر علیؑ نہ
ہوتے۔ تو فاطمہؑ کے واسطے کوئی دوسرا کفو نہ تہا عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ فاطمہؑ زہرا
کو علیؑ کے گھر لے جانے لگے تو رسولؐ خدا آگے آگے تھے جبرئیل دہنے میکائیل بائیں ہاتھ پر
اور پس پشت اُن کے ستر ہزار فرشتے تھے کہ صبح تک تسبیح و تہلیل حق تعالےٰ میں مشغول
رہے پھر جناب فاطمہؑ سے آنحضرتؐ کے حسنین علیہم السلام پیدا ہوئے کہ سیّد و سردار اہل

جوانان بہشت کے اور نسل پیغمبرؐ اُن سے جاری ہوئی۔ امام حسین کی اولاد سے سلسلۂ امامت روان ہوا جو حجت خدا صاحب العصر و زمان پر تمام ہوتا ہے۔ کسی نے حضرت صادقؑ سے پوچھا تھا کہ اے اولاد علیؑ و فاطمہ تم میں کیا فخر و فوقیت ہے جو اوروں میں نہیں فرمایا ہم کو یہ فخر ہے کہ جو مسلمان ہے چاہتا ہے کہ ہمارے نحو سے مفتخر اور ہم میں شامل ہو۔ بخلاف ہمارے کہ ہم کو اپنی ہی بزرگی بس ہے کسی دوسرے سے بزرگی و شرف حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ حاصل یہ کہ جیسے علم حلم سخاوت شجاعت وغیرہ اوصاف کمال میں آپ بے مثل و نظیر ہیں ویسے ہی علو نسب و خاندانی شرافت میں سب سے برتر ہیں۔ یہی ذاتی و نسبی پاکیزگی تھی کہ ولادت باسعادت عین کعبہ کے درمیان واقع ہوئی اور اسی طہارت ولادت سے مسجد کوفہ شہادت کی جگہ قرار پائی شاعر کہتا ہے ؎

مولد اقدس تو بیت اللہ ہے ٭ مسجد کوفہ شہادت گاہ ہے

پس آپ جیسے کریم الاخلاق عالی نسب کے ہوتے کون دوسرا خلیفۂ رسول اللہ ہو سکتا ہے اور وہ لوگ جن کو ان صفات کا عشر عشیر بھی حاصل نہ تھا۔ عقلاء کے نزدیک کیونکر آپ سے مقدم ہو سکتے ہیں۔

ایک اور طریقہ اثباتِ خلافت کا عصمت ہے۔

سابق میں گزرا کہ عصمت ہمارے نزدیک شرائط امامت سے ہے یعنے ضرور ہے کہ امام معصوم و مطہر ہو جمیع گناہان کبیرہ و صغیرہ سے عمداً و سہواً۔ نہیں تو اُنھیں اور عام خلقت میں کچھ فرق نہ ہوگا۔ لیکن خلفاء اہل سنت کی نسبت آج تک سننے میں نہیں آیا کہ کسی نے اُن کے معصوم ہونے کا زبانی دعوے بھی کیا ہو۔ پایۂ ثبوت کو پہونچانا تو درکنار۔ اور کیونکر ایسا ہو سکتا ہے جبکہ بہت بڑے حصے انکی عمروں کے کفر و بت پرستی میں گزرے سنّ کہولت میں چالیس چالیس سال کو پہونچکر اسلام لائے پھر بھی اپنے عقیدہ و نمیں زیادہ راسخ اور پختہ نہ تھے ادنے ادنے باتوں میں شک کرتے بار بار انکار نبوت پر آمادہ ہو جاتے۔ صلح حدیبیہ کے

سو قعیر خلیفۂ ثانی نے کہا تھا کہ مجھ کو محمدؐ کی نبوت میں کبھی پہلے ایسا شک نہیں ہوا تھا جیسا کہ آج ہوا اس سے معلوم ہوا کہ شبہے آپ کو ہمیشہ ہوتے رہتے تھے مگر روز حدیبیہ کا شبہ سب سے زیادہ قوی تھا۔ یہ حال تھا ان کے ایمان کا۔ بخلاف حضرت امیرؑ کے کہ آپ کا ایمان اس درجہ کا قوی و مستحکم تھا کہ خود فرماتے تھے۔ لو کشف الغطاء لما ازددت یقیناً۔ یعنی اگر وہ پردے جو ہمارے اور عالم آخرت کے درمیان حائل ہیں اٹھا دیئے جائیں تو میرا ایمان و یقین ذرا زیادہ نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ ان تمام امور کا جو رسول اللہؐ خدا کی طرف سے لائے تھے اور جو حالات معاد آپ نے بیان فرمائے تھے آنحضرتؑ کو ان سب کا ایسا یقین تھا کہ گویا اُن کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یہ وہ کامل درجہ ایمان کا ہے کہ اس سے بڑھکر خیال میں نہیں آسکتا اور کیونکر ایسا نہ ہو۔ حالانکہ وہ حضرت آغوش نبوت میں پلے۔ حضرت رسولؐ خدا کے سایہ ہما پایہ کے نیچے پرورش پائی۔ مدت العمر میں کبھی بھول کر بھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ شکم مادر میں ذکر الٰہی کی آواز آپ سے سنی جاتی تھی۔ حضرت رسولؐ خدا تشریف لاتے تو اس قدر زور شکم میں کرتے کہ مادر گرامی کو بغیر سرو قد کھڑے ہو جانے کے چارہ نہ تھا۔ دس سال کا سن شریف تھا کہ حضرت رسولؐ نے اعلان اپنی نبوت کا کیا اُس وقت سب سے پہلے اس کا اذعان کیا اور آپ کی دعوت کو قبول فرمایا وہ امیر المومنینؑ تھے۔ اس لئے آپ بالاتفاق سابق الایمان ہیں خصائص نسائی میں ہے کہ چھ سال تک رسول اللہؐ اور علیؑ ابن ابی طالب نے تنہا بلا شرکت غیر نماز پڑھی ہے پس ایسے کامل الایمان مطہر الخلقت پاک پاکیزہ ذات کو خلفاء ثلثہ سنیہ سے کیا نسبت ہوگی اور نور کو نار سے کیا مناسبت اور یہ بہت ظاہر ہے اس میں طول فضول ہے۔

ایک اور طریقہ ثبوت امامت کا یہ ہے کہ

امام و نائب نبیؐ وہ شخص ہوتا ہے کہ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھے اور خدا اور خدا اور رسولؐ اُس کو دوست رکھیں نہ کہ وہ جو اس صفت سے عاری ہو۔ اس صورت میں بھی امیر المومنینؑ ہی شایان خلافت ہیں کیونکہ اُن کا محبوب و محبؑ خدا ہونا بہت سے اخبار

احادیث سے ظاہر ہے اور بروز جنگ خیبر تو یہ امر اچھی طرح سے واضح ہو گیا جبکہ ابوبکر وعمر دو روز پے درپے امیر لشکر ہو کر کفار یہود سے لڑنے گئے اور شکست کھا کر بحالت پریشان واپس آئے تو حضرت رسول خدا نے جیسا کہ تمام مورخین نے لکھا ہے۔ فرمایا لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا كَرَّارًا غَيْرَ فَرَّارٍ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ۔ کہ کل صبح علم لشکر اُس شخص کو دونگا جو کرار (حملہ آور) ہو اور پیٹھ موڑ کر نہ بھاگے نیز وہ اللہ ورسول کو دوست رکھے اور اللہ ورسول اُس کو دوست رکھیں اگلے روز امیر المومنین کو بلا کر علم لشکر اُن کے حوالے کیا اور جہاد پر مامور کیا چنانچہ فتح خیبر آنحضرت کے ہاتھ پر واقع ہوئی اب یہاں دیکھا جائے کہ خلافت کے قابل کرار غیر فرار ہوگا۔ جو کہ محب ومحبوب خدا ہو یا وہ اشخاص جو ان صفتوں کے برخلاف جہاد سے بھاگ آئیں۔

نقل ہے کہ فتح خیبر کے بعد جب امیر المومنین خدمت میں حاضر ہوئے اور چشم مبارک آنحضرت پر پڑی تو چند فقرے مدح وثنائے آنحضرت میں ارشاد فرمائے۔ جن کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے اے علی اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ میری اُمت کے لوگ تمہارے مقدمے میں اُسی طرح گمراہ ہو جائیں گے جس طرح نصاریٰ عیسیٰ کے پیچھے گمراہ ہو گئے تو البتہ میں تمہارے کچھ مناقب عالیہ بیان کرتا کہ جس راہ سے تم گزرتے لوگ وہاں کی مٹی تبرک جانکر اُٹھاتے اور آب وضو تمہارا لیتے اور اُس سے اپنے بیماروں کی دوا کرتے۔ اور شفا پالیتے۔ لیکن اب اسقدر کافی ہے کہ اے علی میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے۔ میرے بعد میری اُمت کے اختیار کی باگ تیرے ہاتھ میں ہوگی۔ میری روح اور میرا گوشت تمہارا گوشت اور تمہاری روح ہے میرے ساتھ جنگ کرنا اور صلح کرنا بعینہ ایسا ہے جیسا کہ تمہارے ساتھ جنگ وصلح کرنا ہے کیونکہ ہم دونوں ایک جڑ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اصل ہماری ایک نور سے ہے تو میرے بعد مجھ کو لوگوں کے حقوق سے بری الذمہ کریگا اور میری سنت پر میری شریعت کے احکام جاری کرنے کے واسطے جنگ کرے گا۔ آخرت میں میرے ساتھ ہوگا اور حوض کوثر پر میرا خلیفہ اور جانشین ہوگا۔ اے علی تو میری اُمت میں سب سے پہلے داخل بہشت ہوگا اور تیرے شیعہ اور دوست کئی باتوں میں اہل قیامت سے ممتاز ہونگے۔

ایک یہ کہ نور کے ممبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ دوسرے روسفید میدان قیامت میں آئیں گے تیسرے بہشت میں میرے ہمسایہ رہیں گے۔ تو ہی ہے کہ حق تیرے ساتھ ہے۔ یعنی وہ کام کرتا ہے جس سے حق تعالےٰ راضی و خوشنود ہو اور حق تجھ سے جدا نہیں یعنی غیر حق تیرے دل و زبان پر نہیں گزرتا۔ اور ایمان تیرے گوشت و خون میں مخلوط ہے جیسے کہ میرے گوشت و خون میں مخلوط ہے۔

جو کوئی ذرا آنکھ کھول کر دیکھے تو صرف یہی ایک حدیث اُس کو کافی ہے جیسے انکے معتبر مفسرین اور محدثوں نے نقل کیا ہے کیونکہ اُس کو واضح ہو جائے گا کہ جس شخص کا رسول اللہ کیساتھ اس قدر اختلاط و ارتباط ہو۔ اور اُن کی یگانگت اس درجہ پر پہنچی ہو کہ دوئی کا پردہ ظاہر و باطن سے اُٹھ گیا ہو تو اُس کے لئے آنحضرتؐ کی خلافت و جانشینی کوئی بڑی بات نہیں۔

حدیث طیر

نیز بموجب حدیث طیر کے جس کو سنی[۵] و شیعہ راویوں نے یکساں بیان کیا ہے آپ تمام خلقت سے زیادہ خدا و رسولؐ کے نزدیک محبوب تر تھے۔ منقول ہے کہ ایک روز رسول اللہؐ کے واسطے ایک مرغ تحفہ میں لائے تھے حضرت اُس کو تناول کرنے بیٹھے تو فرمایا۔ اللّٰھم ائتنی باحب الخلق الیک یاکل معی من ھذا الطیر۔ خداوندا۔ جو شخص تیرے نزدیک محبوب ترین خلائق ہو۔ اُس کو میرے پاس بھیج تاکہ میرے ساتھ اس بھنے ہوئے پرندے کے کھانے میں شریک ہو۔ برطبق اس دعا کے امیر المومنینؑ در دولت پر حاضر ہوئے۔ مگر انس بن مالک نے کہ حضرت کا دربان تھا اور یہ دُعا سُنتا تھا یہ کہکر آپ کو ٹال دیا کہ رسولؐ خدا اسوقت فارغ نہیں۔ ایک لمحہ کے بعد حضرت

[۵] یہ حدیث مسند احمد بن حنبل و جمع بین الصحاح الستہ و مناقب خوارزمی وغیرہ کتب معتبرہ اہلسنت میں مذکور ہے اور بڑے بڑے محدثوں نے اس کے بیان میں رسالے لکھے ہیں اور متواترات سے ہے کیونکہ کہتے ہیں کہ پچیس ۲۵ اشخاص اصحاب رسولؐ خدا انس بن مالک وغیرہ نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ

نے درگاہ الہی میں وہی التجا کی پھر حضرت علیؑ تشریف لائے۔ اور انس کے اسی ناہنجار جواب سے واپس چلے گئے۔ تیسری بار جو رسولؐ خدا نے دعا کی اور اثرِ قبول دعا سے حضرت علیؑ حاضر ہوئے۔ تو آپ نے انس کے جواب پر آواز بلند کی اور رسولؐ خدا نے اندر سے آواز سُن کے آپ کو بلایا۔ اور فرمایا یا علیؑ میں دیر سے تمہارا منتظر تھا۔ آپ نے دوبارہ اپنا آنا اور انس کا واپس بھیجنا عرض کیا۔ فرمایا اے انس کیا باعث ہوا تجھ کو اس کا عرض کی میں چاہتا تھا کہ یہ شخص میری قوم سے کوئی ہو۔ غرض نبیؐ و وصیؑ نے ساتھ بیٹھکر وہ گوشت بریان نوش جان کیا اور آپ کا خدا کے نزدیک احب الخلق ہونا بتمام عالم پر ظاہر ہو گیا۔

ایک اور طریق ثبوت امامت کا معجزہ ہے

یعنی جس طرح نبوت کا ثبوت معجزے سے ہوتا ہے اسی طرح امامت کے ثبوت میں بھی بہت بڑی حجت ہے کیونکہ جو کوئی دعوت امامت کا کرے اور معجزہ دکھائے تو جانا جائے گا کہ وہ اپنے دعوے میں صادق اور بے شبہ امام نصب کردہ خدا و رسولؐ ہے۔ نہیں تو حق تعالےٰ جھوٹے کے ہاتھ پر کیوں معجزہ جاری کرتا پس واضح رہے کہ امیر المومنینؑ سے مدۃ العمر میں بے شمار معجزے صادر ہوئے ہیں۔ یہاں چند اُن سے مختصر طریق سے بیان ہوتے ہیں۔

ایک ان میں سے قلع صخرہ۔ یعنی سنگ بزرگ کا چشمہ کے منہ سے ہٹانے اور پانی نکالنے کا ہے۔ شہرت اس معجزے کی اس قدر ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ دونوں فریق کے محدثوں اور مفسروں نے اس کو روایت کیا ہے۔ منقول ہے کہ اثنا سفر صفین میں ایک مقام پر لشکر پہونچا جہان پانی نایاب تھا۔ اصحاب نے پانی کی شکایت کی تو آپ راستے سے ایک جانب کو موڑ کر روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور جا کر ایک صومعہ (عبادت خانۂ نصاریٰ) صحرا میں نمودار ہوا۔ اُس کے پاس جا کر آواز دی ایک راہب نصرانی نے گرجے سے سر نکالا۔ فرمایا یہاں آس پاس کہیں پانی ہے کہ یہ لشکر سیراب ہو۔ اُس نے کہا پانی یہاں کہاں۔ میرے واسطے بھی اگر دو فرسخ (٦ میل)

کے فاصلے سے مہینے کے مہینے پانی پہونچنے کا انتظام نہ ہوتا تو مارے پیاس کے
مرجاتا۔ یہ سُن کرآپ نے سواری کی باگ بجانب قبلہ موڑی۔ اور گرجے سے تھوڑی دور
آگے جاکر ٹھیرے اور فرمایا اس جگہ کو کھودو۔ لوگوں نے کھودنا شروع کیا۔ تھوڑی دور
پر ایک پتھر عظیم نمودار ہوا۔ کہ بیلچے اور پھاوڑے اُس پر کام نہ کرتے تھے۔ فرمایا اس
پتھر کے نیچے صاف پانی موجود ہے اس کو اُٹھا ڈالو۔ تو پانی ابھی نکل آتا ہے۔ بہت سے
آدمیوں نے ملکر اُس کو اُٹھانا چاہا مگر وہ نہ ہلا۔ اُس وقت خود سواری سے اُترے اور
دستِ مبارک اپنا پتھر کے نیچے دیکر حرکت دی۔ وہ سنگ عظیم کئی گز کے فاصلے پر جاکر گرا۔
اور اُس کے نیچے سے ایک چشمہ بہت سرد اور خوشگوار جوش مارتا دکھائی دیا۔
تمام لشکر سیراب ہوا۔ اور اپنے چارپایوں کو پلایا۔ پکھالوں اور مشکوں میں بھر لیا اُس وقت
پھر بقوت ید اللّٰہی اُس پتھر کو ہٹاکر سرِ چشمہ پر ڈھانک دیا۔ اور اوپر سے مٹی ڈلوا دی
پادری کہ غرفہ میں بیٹھا تمام ماجرا دیکھ رہا تھا۔ بیقرار ہو گیا۔ اور وہاں سے اُتر کر حاضرِ
خدمت ہوا اور عرض کیا کہ تم نبی مرسل ہو۔ فرمایا نہیں کہا ملک مقرب ہو۔ فرمایا نہیں
کہا پھر کون ہو۔ فرمایا وصی رسول اللہ محمد بن عبد اللہ خاتم الانبیاء کہا تو ہاتھ بڑھایئے
کہ اسلام لاؤں۔ پس کلمۂ شہادتین کہکر بیعت کی اور کہا یا علیؑ یہ گرجا اسی چشمہ کے لئے
بنایا گیا ہے بہت سے آدمی مجھ سے پہلے یہ آرزو دل میں لئے چلے گئے کہ جو شخص چشمہ نکالے
اور پھر اس پر سے سر کاٹے کسی طرح اُسے دیکھ پائیں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ دولت
مجھے نصیب ہوئی اب میں غلامی میں حاضر ہوں۔ جو ارشاد ہو بجا لاؤں۔ آپ یہ سنکر
گریاں ہوئے۔ بحدیکہ ریش مبارک اشکوں سے تر ہو گئی۔ بعد ازاں فرمایا خدا کا شکر
ہے کہ کتب سابقہ انبیاء میں میرا ذکر موجود ہے۔ پس وہاں سے روانہ ہوئے۔ راہب
بھی ہمراہِ رکاب تھا حتےٰ کہ جنگ صفین میں جان نثار ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔
شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد میں اس روایت کی نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ
حکایت کئی معجزوں پر شامل ہے۔ ایک علم غیب کہ یہاں چشمۂ آب ہے دوسری
اُس موقع و مقام کی تشخیص و تعیین تیسرے ایسے سنگ گران وزن کا اُٹھاکر پھینکنا۔

اور پھر بدستور اُس پر ڈہانک دینا۔ چوتھے یہ کتنی بڑی بات ہے کہ صحف سابقہ میں اس کی خبر دی گئی۔ پس آپ مصداق ہیں قول سبحانہ تعالےٰ مَثَلُهُم فی التوراۃ ومَثَلُهُم فی الانجیل۔ کہ آپ کی مثال توراۃ وانجیل میں موجود ہے۔

ردّ شمس

از انجملہ ایک معجزہ ردّ شمس یعنی آفتاب کے آسمان پر واپس لانے کا ہے یہ امر امیر المومنینؑ کے لیئے ایک مرتبہ نہیں دو بار واقع ہوا۔ ایک زمانہ حیات رسول اللہؐ میں جبکہ سر مبارک آنحضرتؐ کا بوجہ نزول وحی آغوش امیر المومنینؑ میں تھا اور اس سبب سے نماز عصر آپ سے فوت ہو گئی۔ تو آفتاب نے رجوع کیا یہانتک کہ آپ نے عصر کی نماز اُس کی فضیلت کے وقت میں پڑہی۔ اسمار بنت عمیس۔ ام المومنین اُم سلمہ۔ جابر بن عبد اللہ انصاری ابو سعید خدری وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔ دوسری مرتبہ سفر صفین میں بابل کے مقام پر جبکہ لشکر دریاء فرات کو عبور کر رہا تھا تو آپ نے چند آدمیوں کے ساتھ نماز عصر ادا کی۔ باقیوں سے عبور کرنے کے شغل میں فوت ہوئی۔ وہ نماز کے قضا ہونے اور جماعت کے ثواب سے محروم رہجانے پر افسوس کرتے تھے۔ آپ نے دُعا کی۔ آفتاب ٹھیک اُسی جگہ پر واپس آگیا جہاں کہ بوقت فضیلت عصر ہوتا ہے۔ پس نماز جماعت پڑہی گئی۔ اُس وقت آفتاب دفعتہً غروب کی طرف چلا اُس وقت اُس سے ایک ہولناک آواز سنی گئی کہ لوگ ذکر خدا و تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو گئے۔ اور استغفار کرتے تھے اور شکر اس نعمت کا بجالائے۔ پس یہ خبر مشہور دیار امصار ہوئی۔

از انجملہ ایک معجزہ مچھلیوں کے ساتھ کلام کرنے کا ہے۔ جو اہل کوفہ کے درمیان مشہور ہوا۔ اور اُن سے ناقلان اخبار صداقت شعار نے نقل کیا۔ پھر کتابوں میں درج ہوا وہ یہ ہے کہ ایک بار دریاء فرات میں ایسی طغیانی ہوئی کہ کوفہ کے غرق ہوجانیکا اندیشہ ہوا۔ لوگ حضرت کی خدمت میں دعا کے لئے ملتجی ہوئے۔ اور آپ شتر سواری رسول اللہؐ پر سوار ہوئے اصحاب ساتھ ساتھ تھے کنار فرات پر پہونچکر وضو کیا اور دو

رکعت نماز بجا لائے۔ پھر دُعا کی بعد ازاں عصا ہاتھ میں لئے دریا پر آئے۔ اور عصا کو سطح آب پر مار کر فرمایا۔ باذن خدا کم ہوجا۔ بجرد اس کے پانی کم ہونا شروع ہوا۔ اور اُترتے اُترتے اتنا نیچے چلا گیا کہ مچھلیاں تہ آب کی دکھائی دینے لگیں پس بہت سی اُن میں سے گویا ہو ئیں اور بلفظ امیر المومنین سلام کیا آپ پر اور بہت سی خاموش رہیں سلام کرنے والیاں حلال و طیب تھیں جو چپ رہیں مارماہی جرّی وغیرہ اقسام نجس و حرام سے تھیں شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ خبر ویسی ہی مشہور و مستفیض ہے جیسے کہ بھیڑیے کا حضرت رسول خدا کے ساتھ ہمکلام ہونا اور سنگریزوں کا دست مبارک میں تسبیح کرنا یا شاخ خرما کا فراق آنحضرت میں نالہ و زاری کرنا یا تھوڑے سے طعام سے بہت آدمیوں کا سیر فرمانا وغیرہ وغیرہ معجزات حضرت رسالت پناہ مشہور ہیں۔ جو اس میں شک کریگا وہ بطریق اولے ان معجزات میں شک کریگا۔

اژدہے کے سوال کا جواب دینا

ازانجملہ اژدہے کے ساتھ کلام کرنا ہے۔ راویان اخبار نے نقل کیا ہے کہ ایک روز ممبر کوفہ پر خطبہ فرمارہے تھے کہ اُس کے پہلو سے ایک اژدہائے عظیم نمودار ہوا۔ اور ممبر پر چڑھنے لگا۔ حضار مسجد میں کھل بلی پڑگئی لوگوں نے چاہا کہ اس کو مار کر ہٹا دیں حضرت نے اشارے سے اُن کو منع کیا۔ اژدہا اوپر چڑھ کر اپنا منہ گوش مبارک کی برابر لے گیا اور کچھ چرچرانے لگا آپ اُس کی طرف جھکے ہوئے متوجہ تھے۔ حاضرین حیرت میں تھے کہ کیا ماجرا ہے۔ بعد ازاں آپ نے لب مبارک کو جنبش دی اور کچھ کلام کیا اژدہا سنتا رہا پھر وہاں سے اُترا اور زمین پر آکر غائب ہوگیا۔ گویا کہ زمین کے اندر غرق ہوگیا اور حضرت بدستور خطبہ میں مشغول ہوئے۔ بعد انفراغ فرمایا کہ وہ اژدہا نہ تھا۔ قوم جنات سے ایک حاکم تھا ایک قضیہ کے حکم میں متردد تھا۔ مجھ سے دریافت کرنے آیا تھا میں نے سمجھا دیا۔

نیز کتب معتبرہ میں وارد ہے کہ ایک دن خطبہ فرمارہے تھے۔ اثناء خطبہ میں ارشاد کیا کہ میں ہوں بندۂ خدا و برادر رسول اللہ کا وارث بنی رحمت کا اور شوہر فاطمہ

خاتون جنت کا سید و سردار وصیون کا یعنی خاتم الاوصیا میں ہون۔ میرے سوا کوئی اس کا دعوے نہ کریگا۔ الا یہ کہ رسوا اور مستوجب سزا کا ہوگا جانب خدا سے اسوقت قبیلہ عبس کا ایک مرد کہ حاضر مجلس تھا بولا کون نہیں کہہ سکتا کہ میں بندہ خدا و برادر رسول ﷺ اللہ ہون یہ کون سی دشوار بات ہے ہنوز اپنی جگہ سے نہ اٹھنے پایا تھا۔ کہ دیوانہ ہوگیا۔ گویا کوئی آسیب زدہ ہے اُس کا پاؤن پکڑ کر مسجد سے کھینچتے ہوئے باہر لے گئے راوی کہتا ہے کہ ہینے اس کے قبیلہ والون سے پوچھا ایسا عارضہ اس کو کبھی پہلے بھی ہوا ہے کہا نہیں۔

نیز شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے روایت کی ہے

کہ ایک بار حضرت امیر نے مجمع عام میں حدیث من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کی بابت شہادت طلب کی قبیلہ انصار سے بارہ[12] مرد اُٹھے اور شہادت دی کہ فی الواقع ہم نے حضرت رسول خدا سے یہ حدیث سنی ہے۔ انس بن مالک بھی شریک جلسہ تھے اُنہون نے گواہی نہ دی۔ فرمایا اے انس تو نے بھی وہی سُنا ہے۔ جو ان لوگون نے سُنا ہے پھر کس لئے تو گواہی نہیں دیتا۔ عرض کی یا امیر المومنین ع میری عمر دراز ہوئی۔ سہو ونسیان مجھے عارض ہوا۔ فرمایا خداوندا اگر انس جھوٹ بولتا ہے اور دیدہ و دانستہ کتمان شہادت کرتا ہے تو اس کو مرض برص میں مبتلا کر اس کی پیشانی اس طرح سفید ہو جائے کہ عمامہ اُس کو نہ چھپا سکے۔ راوی حدیث طلحہ بن عمیر کہتا ہے کہ میں نے دیکھا اور خدا اس کا شاہد ہے کہ اُس کی دونو آنکھون کے درمیان سفید داغ ہو گیا تھا ہرچند عمامہ سے اُس کو چھپانا چاہتا تھا مگر نہ چھپتا تھا۔

بروایت دیگر زید ابن ارقم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے مسجد میں حدیث غدیر پر شہادت طلب کی۔ تو بارہ اشخاص شرکاء بدر سے چھ جانب راست منبر سے اور چھ چپ کی طرف سے اُٹھے اور بالاتفاق شہادت دی اس خبر کے راست و درست ہونے کی۔ زید کہتے ہیں کہ میں بھی حدیث کے سننے والون سے تھا۔ مگر میں نے گواہی

ندی۔ خدا نے مجھ کو نور بصارت سے محروم کر دیا۔ اس کے بعد زید اپنی حرکت پر پشیمان ہوتے۔ اور حق تعالےٰ سے طلب مغفرت کرتے تھے۔

از انجملہ نقل کیا ہے کہ جن دنون معاویہ کے ساتھ معرکہ آرائیان ہو رہی تھیں تو ایک شخص مسمّیٰ عیزار خفیہ طور سے ادہر کی خبرین معاویہ کو پہونچاتا حضرت نے اُس سے باز پرس کی کہ کس لیئے ایسی زبون حرکت کرتا ہے۔ وہ مکر گیا۔ اور لگا قسمیں کھانے۔ آپ نے فرمایا اگر تو دروغ کہتا ہے تو حق تعالےٰ عنقریب تجھ کو نابینا کر دے گا۔ راوی کہتا ہے کہ ایک جمعہ بھی نہ گزرا تھا کہ صاف اندہا ہو گیا۔ دوسرا اُس کی لاٹھی پکڑ کر لاتا تھا۔

ایک اُن میں سے جنون کے ساتھ لڑنا اور اُن کا قتل کرنا ہے

مختصر بیان اس کا یہ ہے کہ حضرت رسولؐ خدا غزوہ بنی المصطلق کے عازم تھے۔ راہ میں ایک مقام پر شب باش ہوئے وہان سے نزدیک ویران جنگل جنّات کا مسکن تھا آخر شب جبرئیل نازل ہوئے۔ کہ جنّات نے جو اس وادی میں رہتے ہیں ارادہ کیا ہے کہ آپ کے لشکر سے متعرض ہون اور براہ شرارت ایذا دیں آپ نے حضرت امیرالمومنینؑ کو بلا کر فرمایا۔ یا علیؑ اس صحرا میں داخل ہو اور اپنی اُس طاقت خداداد سے جو تم کو عطا ہوئی ہے۔ جنون کو قتل کرو اور بذریعہ اسماء اعظم الٰہی جن کا علم خاص تمہیں حاصل ہے اپنی حفاظت کرنا۔ پس سَو مرد مختلف قبایل سے آپ کے ہمراہ کئے۔ کہ ساتھ رہو اور جو کچھ امر کریں اُس پر کاربند ہو۔ پس حضرت روانہ ہوئے۔ کنار وادی پہ پہونچکر فرمایا کہ تم یہان ٹھیرو۔ جب تک میں نہ کہون ذرا حرکت نہ کرنا۔ یہ کہہ کر اُس وادی میں داخل ہوئے اُس وقت ایک تیز و تند ہوا چلی۔ جس سے قریب تھا کہ سب اوندھے منہ گر جائیں حضرت نے ایک نعرہ حیدری مارا کہ تمام جنگل دہل گیا۔ فرمایا میں ہون پسر ابو طالب بن عبدالمطلب کا وصیؑ رسولؐ خدا اور اُن کے چچا کا بیٹا۔ اے قوم اجنہ اگر مرد میدان ہو تو میرے ساتھ آ کر جنگ کرو اس پر کچھ شکلیں کالی بھجنگر حبشیون کی رنگ کی ہاتھون سے آتشیں شعلے نکالتے ہوئے دکھائی دیئے۔ حضرت بلا خوف و ہراس و بغیر وسواس الخناس اُن کے درمیان گھس گئے۔ قرآن اور دعائیں پڑہتے اور تلوار سے دہنی بائیں

جانب اشارہ کرتے تھوڑی دیر میں وہ تمام شکلیں دھوان ہو گئیں تھے اکہ تمام
میدان دھوان دہار معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ دھوان بھی کم ہونے لگا۔ تو آپ نے
تلوار میان کی اور جس راہ سے داخل ہوئے تھے۔ اُسی سے واپس آ کر اصحاب کو فتح و
نصرت کی خبر دی۔ فرمایا بہت سے اشرار فی النار ہوئے بعضے جان بچا کر بھاگے اور
رسولؐ اللہ کی خدمت میں اسلام لانے کو حاضر ہوئے۔ اب میدان صاف ہے کوئی غبار
وخلش اُس میں باقی نہیں رہا۔ یہ سُن کر سب نے آپ کی سلامتی پر سجدۂ شکر ادا کیا بعد ازان
حاضر خدمت رسولؐ اللہ ہوئے۔ تو جیسا امیر المومنینؑ نے خبر دی تھی۔ قوم جنّات نے سبقت
کی تھی اور تائب ہو کر اسلام لے آئے تھے۔

اس حکایت کو سنّی عالمون نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے جیسا کہ شیعون نے کسی کو
اس سے انکار نہیں۔ ملّا عبد الرحمٰن جامی باوجود اس کے کہ نہایت متعصب سنّی ہیں اُنہون
نے اپنی مشہور کتاب شواہد النبوۃ میں اسی قسم کا ایک قصّہ نقل کیا ہے۔ جو بیر العلم کے نام سے
مشہور ہے بموجب اس کے آنحضرت صلوات اللہ علیہ وآلہ نے کنوئیں کے اندر جا کر دیو ونکو
قتل کیا ہے اور لشکر اسلام کے واسطے پانی کی مشکیں بھرا کر لائے ہیں اور جنّات کے وجود میں
اور اس بات میں کہ اُن کے درمیان کافر و مسلمان ہوتے ہیں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا
کیونکہ قرآن مجید اس پر ناطق ہے۔ عبد اللہ بن مسعود صحابی کا جنّون کو زطّون کی شکل میں
لیلۃ الجن کو معائنہ کرنا مشہور و معروف ہے۔ غرض اس طرح کے ہزارہا معجزے مدت
میں آنحضرتؐ سے ظہور پذیر ہوئے تھوڑے اور بہت تھوڑے ان سے مناسب رسالہ
ہذا جانکر یہان لکھے گئے زیادہ کے واسطے دفتر بھی کم ہیں۔

حالات تاریخی امیر المومنین علی مرتضیٰ صلوات اللہ علیہ

حضرت امیرؑ بروز جمعہ ۱۳ رجب تیئس سال بعد ولادت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ شہر مکہ میں عین خانہ کعبہ کے اندر متولد ہوئے۔ یہ شرف و فضیلت مخصوص اس
جناب سے ہے نہ آپ سے پہلے کوئی بچّہ خانۂ کعبہ کے اندر پیدا ہوا نہ بعد یعنی
آج تک کسی کو نہ سنا۔

والدین

حضرت ابوطالب پدر آنحضرتؐ بیٹے عبدالمطلب کے اعیانی بھائی جناب عبداللہ پدر رسولؐ خدا کے ہیں یعنی ابوطالب وعبداللہ دونو ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے بخلاف دیگر اعمام رسولؐ خدا کے کہ وہ مختلف البطن بھائی تھے۔ آپ کے مومن مسلمان ہونے میں ذرا شک نہیں یہ مسئلہ اہلبیتؑ رسالت کا اتفاقی مسئلہ ہے ہاں کم خوف مخالفین سے برملا اس کا اظہار نہ کرتے تھے یہ امر زیادتی ثواب کا باعث ہے نہ یہ کہ سرے سے مومن ہی نہ تھے جیسا کہ اہلسنت کہتے ہیں۔ احادیث امامیہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرت ابوطالب کی مثال اصحاب کہف کی مثل ہے کہ اُنہوں نے ایمان کو مخفی رکھا اور شرک کا اظہار کیا حق تعالےٰ نے دوگونہ ثواب اُن کو مرحمت کیا اور حضرت رسولؐ خدا نے ارشاد کیا کہ شب معراج عرش اعظم الٰہی کے نیچے میں نے چار نور دیکھے عرض کی پروردگار یہ نور کیسے ہیں آواز میرے کان میں آئی۔ کہ اے محمدؐ یہ ایک عبدالمطلب۔ دوسرا ابوطالب تیسرا تمہارا باپ عبداللہ چوتھا چچا زاد بھائی طالب پسر ابوطالب ہے عرض کی پروردگار اُن کو یہ رُتبہ کس طرح عطا ہوا۔ ارشاد ہوا اُنہوں نے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور کفار سے ایذا و آزار اُٹھاتے رہے۔

نیز منقول ہے کہ جبرئیل وحی لائے کہ اے محمدؐ حق تعالےٰ تم کو سلام پہونچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہم نے حرام کیا آتش جہنم کو اس پشت پر جس سے تم پیدا ہوئے اور اُس شکم پر جہاں تم حمل میں رہے۔ اور اُس گود پر جس میں تم نے پرورش پائی۔ پھر کہا پشت سے مراد عبداللہ کی پشت ہے اور شکم سے آمنہ بنت وہب کا شکم اور گود سے ابوطالب و فاطمہ بنت اسد کی گود صَلَوٰاتُ اللّٰہِ علیہم لیکن سنّی جب حضرت عبداللہ وجناب آمنہ والدین رسولؐ خدا و عبدالمطلب جدامجد آنحضرتؐ کو کافر مخلّد فی النار کہتے ہیں تو چچا آپ کے ابوطالب اُن کے نزدیک کس حساب و شمار میں ہیں۔

ماں

امیرالمومنینؑ کی حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں اسلیئے پہلے ہاشمی جن کے ماں اور

باپ دونون ہاشمی ہون۔ امیر المومنینؑ اور اُن کی بھائی بہنیں ہیں یہ فاطمہ جیسی
مادرِ امیر المومنینؑ تھیں ویسی ہی بلکہ اُس سے زیادہ حضرت رسولؐ خدا کے لئے
بمنزلہ مادرِ مہربان تھیں آپ نے اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کی آغوشِ
شفقت میں پرورش پائی۔ وہ جناب آپ کو اپنے فرزندون سے زیادہ عزیز رکھتی
تھیں۔ نبیؐ ہوئے تو اوائل میں اُن پر ایمان لائیں۔ مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ تو وہ بھی
مہاجرین کے ساتھ تھیں حضرت رسولؐ خدا ان کو اپنی سگی مان سے کم نہ جانتے تھے۔
اُن کے انتقال کے وقت چند امور آپ سے ظاہر ہوئے جو کسی کے مرنے پر ظاہر نہیں
ہوئے مثل اس کے کہ اپنے ملبوس خاص سے کفن دیا۔ قبر پر پہونچے تو پہلے خود قبر میں
اُتر کر لیٹ گئے پھر اپنے ہاتھ سے اُن کو اُتارا۔ بعد ازان لاش پر جھکے ہوئے دیر تک کچھ
کرتے رہے اسی اثنا میں تین مرتبہ فرمایا۔ اِبْنُكِ اِبْنُكِ یعنی تیرا بیٹا تیرا بیٹا۔ باہر
آئے تو آہستہ آہستہ فرماتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْتَوْدِعُكَ اِیَّاهَا۔ خداوندا میں فاطمہ
کو تیرے سپرد کرتا ہون حاضرین نے ان سب باتون کا سبب دریافت کیا تو فرمایا
میں نے اپنے کپڑے سے کفن دیا تاکہ جانورانِ قبر سے اُن کا جسم محفوظ رہے۔ قبر میں لیٹا
تاکہ فشارِ قبر سے ایذا نہ پائیں نکیرین فاطمہ سے سوال کرتے تھے وہ جواب دیتی تھیں
جب امام سے سوال کیا تو متردد تھیں میں نے اُن کو تبلایا کہ وہ تمہارا بیٹا علی ابن
ابیطالب ہے اور باب نبوت میں گزرا کہ نور مولائے مومنینؑ کا ساتھ نور حضرت
خاتم المرسلین آدم علیہ السلام سے پہلے خلق ہو چکا تھا علماء اہل سنت نے اس کا اقرار
کیا ہے چنانچہ احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا
نے فرمایا میں اور علیؑ ایک نور تھے حق تعالےٰ کے پاس چودہ ہزار سال پیشتر خلق آدمؑ
سے۔ جب باری تعالےٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو اُس نور کے دو حصے کر دیئے۔ ایک سے میں
پیدا ہوا۔ دوسرے سے علیؑ۔ اور فردوس الاخبار میں اس قدر اور زیادہ کیا ہے
کہ ہم ایک پشت سے دوسرے کی طرف بدلتے چلے آئے۔ یہان تک کہ پشت عبد المطلب
میں اُس کے دو حصے ہو گئے۔ ایک سے میں پیدا ہوا۔ اور میرے لئے نبوت ہوئی۔

دوسرے علیؑ اور اُن کے لئے وصایت۔

الغرض فاطمہ ایام حمل میں وہ اُمور مشاہدہ کرتی تھیں جو اور بچون کے حمل میں نہیں
دیکھے اکثر اوقات درونِ شکم سے آوازِ تسبیح سنتیں جب حضرت رسالت پناہ تشریف لاتے
تو پیٹ میں بچّہ ایسا زور کرتا کہ خود بخود آنحضرتؐ کی تعظیم کے واسطے کھڑی ہوجاتیں۔ نَو
مہینے گذر گئے۔ تو ایک روز مسجد الحرام میں حاضر تھیں کہ یکایک آثار وضع حمل ظاہر ہوئے
درد زہ نے شدت کی۔ فاطمہ نے عرض کیا پروردگارا میں تجھ پر اور تیری بھیجی ہوئی کتابوں
پر ایمان لائی ہوں اور اپنے جدّ بزرگوار ابراہیمؑ خلیل کی جو بانی اس خانۂ مقدس کے ہیں
تصدیق کرتی ہوں۔ خداوندا واسطہ اس بزرگوار کا اور اس طفل عالیمقدار کا کہ میرے
شکم میں ہے کہ اس کے پیدا ہونے کو میرے اوپر سہل و آسان فرما۔ ہنوز یہ دُعا اُس جناب
کی تمام نہ ہوئی تھی۔ کہ دیوار کعبہ ایک طرف سے پھٹ گئی اور فاطمہ اُس راستے سے
خانہ کعبہ میں داخل ہوئیں۔ تین روز اندر رہیں چوتھے روز جناب امیرؑ کو ہاتھوں پر لئے
باہر آئیں کہتی تھیں کہ مجھ کو خداوند عالم نے زنانِ عالم پر فضیلت و بزرگی بخشی۔ تین روز
اپنے پاک گھر میں رکھا اور بہشت کے کھانے اور میوے کھانے کو بھجوائے۔ باہر آنے کے
وقت غیب سے ایک آواز میرے کان میں آئی۔ اے فاطمہؑ اس بچّے کا نام علیؑ رکھ۔
خداوند علی اعلےٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نام سے یہ نام مشتق کیا ہے اور اپنے آداب
واخلاق سے اس کو مؤدب کیا اور اپنے علم پوشیدہ پر مطلع فرمایا۔ وہی اس خانۂ مقدس کو
بتوں سے پاک کریگا۔ پس خوشا حال اس کا جو اس کے تئیں دوست رکھے۔ اور اطاعت
کرے اس کی اور وائے برحال اُس کے جو اس کے ساتھ دشمنی کرے اور اُس کا
کہا نہ مانے۔ الغرض وقت ولادتِ امیر المومنینؑ حضرت رسولؐ خدا کی عمر تیس سال
کی تھی۔ چونکہ ابتدا ہی سے آپ کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ بکمال شفقت متوجہ تربیت
ہوئے۔ حکم دیا تھا کہ علیؑ کا گہوارہ میری خوابگاہ کے قریب رہے۔ اکثر اوقات بنفسِ نفیس
آپ کی گہوارہ جنبانی کرتے بیدار ہوتے تو پیار کی باتیں کرکے کھلاتے۔ کبھی سینے سے
لگاتے۔ گاہے دوش و گردن پر سوار کرتے۔ آپ اُن کے تئیں نہلاتے دھلاتے۔

اپنی زبان مبارک دہن علیؑ میں دیتے اور گھڑیوں اپنا لعاب دہن اُن کو چوساتے۔ گود میں اُٹھاتے۔ اور کو بچہ ہائے ٹکہ میں پھراتے۔ ایک ساعت کو بھی جدائی گوارا نہ تھی۔ فرماتے تھے یہ ہے میرا بھائیؑ اور دوست مددگار اور وصی میرا۔ اور امین و داماد و خلیفہ میرا۔ امیر المومنینؑ نے بھی لڑکپن ہی سے کمر ہمت کو چست باندھا اور حمایت واعانت رسول صلی اللہ پر مستعد ہو گئے۔ دس سال کے ہوئے تھے کہ حضرتؐ کو نبوت ہوئی تو پہلے جس نے تصدیق رسالت کی اور اس پر ایمان لایا۔ وہ آپ تھے۔ چنانچہ مدت دراز تک یہ شرف مخصوص اُس جناب سے رہا۔ دوسرا اس میں شریک نہ تھا۔ حضرت رسول خدا فرمایا کرتے تھے کہ سات سال متواتر فرشتے تنہا مجھ پر اور علیؑ کے اوپر درود بھیجتے رہے۔ کیونکہ اُس وقت کوئی دوسرا نہ تھا کہ وحدانیت خدا اور میری رسالت پر شہادت دے۔

نقل ہے کہ جس وقت آیہ شریفہ وَانذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِین۔ نازل ہوا۔ یعنی اے محمدؐ ڈراؤ اپنی قریبی رشتہ داروں کو۔ تو حضرت رسولؐ خدا نے اولاد عبدالمطلب کو جو کہ چالیس آدمی تھے جمع کیا اور کچھ روٹیاں اور شوربا اور کسی قدر دوغ کہ سب ایک آدمی کی خوراک سے زیادہ نہ تھا۔ آگے رکھا۔ سب کے سب اس طعام قلیل سے سیر ہو گئے اور کھانا بدستور موجود تھا۔ حالانکہ ان میں وہ لوگ تھے۔ جو ایک ایک ثابت بکرا کھا جاتے۔ اور ایک مشک چھاچھ کی اوپر سے پی لیتے تھے۔ یہ معجزہ دکھا کر وحدانیت خدا اور اپنی رسالت کیطرف دعوت کی اور عذاب آخرت سے ڈرایا اور نعمات بہشت میں رغبت دلائی۔ پھر فرمایا آگاہ رہو۔ جو کوئی اس وقت میری دعوت

۵ ابو عبد الرحمن نسائی نے کہ علماء معتبر اہلسنت سے ہے بجدیکہ صحاح ستہ سے ایک صحیح اس کی تصانیف سے ہے خصائص میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے اس اُمت سے کسی دوسرے کو نہیں پہچانتا کہ اُسنے میری برابر عبادت خدا کی ہو۔ بتحقیق کہ میں نے عبادت خدا کی قبل اس کے کہ کوئی اس اُمت سے ان کی عبادت کرے نو سال صد ۳ خصائص مطبوعہ سنہ ۱۳۰۸ھ مطبع خیریہ مصر ۱۲ منہ

کو قبول کر کے اسلام کے پھیلانے میں میرا مددگار ہوگا۔ وہ آیندہ میرا بھائی اور وزیر اور میری اُمت پر میرے بعد میرا وصی و جانشین ہوگا۔ کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ الاّ حضرت علیؑ کہ باوجود کم سنی کے متکفل خدمات نہ ہوئے تین مرتبہ رسول اللہؐ نے یہ منادی کی۔ تینوں دفعہ آپ کے سوا کوئی نہ بولا۔ پس مجمع برخاست ہوا تو پسران عبدالمطلب باہم ہنستے اور تمسخر کرتے تھے۔ اور ابو طالب سے کہتے تھے کہ تمہارا بیٹا تم پر امیر ہوا تمہیں مبارک ہو اس کا کہنا مانو۔

روایت عفیف کندی

عفیف بن قیس کندی صحابی سے منقول ہے کہ ظہور نبوت سے پہلے میں ایک روز منا میں عباس بن عبدالمطلب کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ ایک جوان مرد خوش شمایل خیمہ سے نکلا۔ اور آسمان کی طرف اُس نے نگاہ کی اُس وقت آفتاب پوری بلندی پر تھا۔ وہ رو بقبلہ ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ بعد ازاں ایک لڑکا آیا وہ اُس کے دہنے جانب کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت نکلی۔ وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ وہ جوان رکوع کے لئے خم ہوتا تو وہ دونو بھی اُس کے ساتھ خم ہوتے۔ سجدہ کرتا تو سجدہ میں جاتے۔ میں نے کہا اے عباس یہ ایک امر عظیم ہے۔ یعنی نئی بات ہے۔ عباس نے کہا بیشک یہ امر عظیم ہے۔ یہ جوان رعنا محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا برادر زادہ ہے اور یہ لڑکا علیؑ ابن ابیطالب میرا دوسرا بھتیجا اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلد زوجۂ محمدؐ ہے۔ محمدؐ کہتا ہے کہ میرا خدا زمین و آسمان کا مالک ہے اُس نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ تین ہی شخص ہیں جو اس وقت اس دین پر ہیں عفیف اس قصہ کے بعد افسوس کرتا تھا کہ میں اُس دن کیوں مسلمان نہ ہو گیا کہ سبقت اسلام میں ثانیٔ امیر المومنینؑ ہوتا۔

القصہ حضرت امیرؑ کا سن مبارک تیئس سال کو پہونچا کہ حضرت رسول خداؐ مدینہ کو ہجرت کرنے پر مامور ہوئے۔ فرمایا اے علیؑ مجھ کو حکم ہے۔ کہ آج کی رات مدینہ کیطرف ہجرت کروں جو امانتیں لوگوں کی میرے پاس ہیں۔ تمہارے سپرد کرتا ہوں تم میری طرف سے اُن کے مالکوں کو پہونچا کر مدینہ میں میرے پاس چلے آنا۔ نیز مشرکین میرے قتل پر تلے ہوئے ہیں میرے مکان کو گھیریں گے۔ اُس وقت تم میرا لباس پہن کر

میری خوابگاہ میں آرام کرنا تاکہ اُن کو میرے جانے کی مطلق اطلاع نہ
ہو۔ حضرت نے بکمال رضا و رغبت اس ارشاد کو قبول کیا اور جان عزیز کو
فدائے جانان کرنے پر مستعد ہو گئے۔ منقول ہے کہ اس شب کو حق تعالےٰ نے
جبرئیل و میکائیل فرشتگان مقرب کو وحی کی کہ میں نے تمہارے درمیان
عقد اخوت (بھائی چارہ) باندھا۔ یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا۔ مگر ایک
کی عمر کوتاہ دوسرے کی دراز مقرر کی۔ کون تم میں سے اپنے نفس پر دوسرے کو
اختیار کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے کہ اس کے بھائی کی عمر اس سے زیادہ ہو
جائے۔ کسی نے اُس کو منظور نہ کیا۔ ہر ایک اپنی ہی طول عمر کا خواہان رہا۔ اُسوقت
خطاب بعتاب اُن کو پہونچا۔ کہ زمین پر جاؤ۔ اور نظر کرو۔ اور حال علیؑ ابیطالب
دیکھو کہ کس طرح اپنی جان گرامی اپنے بھائی پر فدا کرنے کو نرغۂ اعدا میں لیٹا ہے
فرشتے حسب الحکم زمین پر آئے اور جبرئیل امیر المومنینؑ کے سرہانے میکائیل
پائنتی کھڑے ہوئے۔ اور کہتے تھے۔ مبارک و گوارا ہو۔ تم کو اے علیؑ کہ حق تعالےٰ
تم سے فرشتگان مقرب پر افتخار کرتا ہے۔ الحاصل رسول خداؐ مکان سے باہر
تشریف لائے۔ تو کفار گھر کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک مشت خاک
لی اور اُس پر سورۂ یاسین پڑھکر اُن کی طرف پھینکی جس جس کے اوپر وہ خاک
پہونچی۔ بروز بدر تلوار امیر المومنینؑ سے قتل ہوا۔ پس ببرکت اُس خاک کے
آنکھیں ظاہری بھی اُن کی کور ہو گئیں جیسے کہ باطن کے اندھے تھے اور رسول اللہؐ
اُن کے درمیان سے صحیح و سالم نکلکر راہگرائے مدینہ ہوئے۔ کفار روزن در سے
حضرت امیرؑ کو خوابگاہ میں دیکھ کر مطمئن تھے کہ محمدؐ موجود ہیں۔ صبح ہو لی
تو شیطان بشکل انسان ان کے پاس آکر پکارا کھڑے کیا دیکھ رہے ہو۔ محمدؐ تو
تمہاری آنکھوں میں خاک ڈالکر تمہارے درمیان سے نکل گئے۔ سروں کو دیکھا
تو واقعی خاک آلود تھے دروازہ توڑ کر اندر گئے اور حضرت امیر علیہ السلام کو
پکڑ کر مواخذہ کیا اور درپے ایذا رسانی کے تھے۔ مگر ابو لہب کی رائے سے

قرار پایا کہ ان سے تعرض کرنا فضول ہے۔ محمدؐ کی تلاش میں سرگرم ہونا چاہیئے
پس یہ آیہ شریفہ و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ ۔
حضرت کی شان میں نازل ہوا سبب کیفیت ہجرت کی۔ مدینہ پہونچکر آپ کی ذات
بابرکات سے جو نفع اسلام و مسلمین کو پہونچا۔ اور حفظ و حمایت رسول خدا میں جو
جد و جہد حضرت سے ظاہر ہوا محتاج بیان نہیں مثل آفتاب روشن و عیان ہے
مجمل یہ کہ کل بڑے بڑے فتوحات اسلام دست حق پرست آنحضرت پر جاری
ہوئیں اور دین مبین صرف زور بازوئے امیر المومنینؑ سے قائم ہوا۔

جنگ بدر

میں کل تین سو تیرہ مرد حضرت رسالت پناہ کے ہمراہ تھے۔ کفار قریش بڑے
ساز باز سے آئے تھے پہلے جنگ آوروں کی جوڑیاں لڑیں۔ ولید بن عتبہ کا
امیر المومنینؑ سے شیبہ کا عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب سے۔ عتبہ کا حمزہ رضہ
سے مقابلہ ہوا۔ حضرتؑ نے ولید کو تہ تیغ کیا۔ حمزہ رضہ نے اپنے حریف کو گرایا عبیدہ
کے اثنائے جنگ میں ایک تلوار ٹانگ پر لگی۔ جو آخر کار اُن کی شہادت کا باعث
ہوئی۔ مگر امیر المومنینؑ نے بشرکت حمزہ رضہ اُن کے حریف (شیبہ) کو بھی ٹھکانے
لگایا۔ پھر گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ تو بڑے بڑے سرکشوں کو بار سر سے سبکدوش
کیا چنانچہ کل مقتول لشکر کفار ستر اشخاص بیان کئے گئے ہیں پینتیس ۳۵ ان میں سے
دست حق پرست آنحضرتؑ سے قتل ہوئے۔ اس لڑائی میں آل ابوسفیان
کو وہ صدمہ پہونچا کہ معاویہ و یزید مدت العمر انکے مرثیے پڑھتے رہے۔

جنگ احد

یہ لڑائی بھی مکہ والوں کے ساتھ تھی۔ ابوسفیان نے مقتولان بدر کے بدلا

لہ یعنی آدمیوں سے ہیں وہ لوگ جو اپنی جان کو فروخت کرتے ہیں واسطے طلب خوشنودی خدا
کے اور اللہ مہربان ہے بندوں پر۔ اکثر مفسرین و محدثین اہلسنت نے مثل فخر رازی و حافظ ابو نعیم کے
روایت کی ہے کہ یہ آیہ شان میں جناب امیر المومنینؑ کے نازل ہوا۔ ۱۲ منہ

لینے کو یہ چڑہائی کی تھی اس کی زوجہ امیر المومنینؑ اور جناب حمزہؓ اور رسول اللہ
تین شخصون کے خون کی پیاسی آئی تھی۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضہ اسی کے غلام وحشی نام
کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا حضرت امیرؑ اس معرکہ میں ایک طرف مبارزان
قریش کا جواب زبان تیغ سے دیتے تھے کہ اُن کو خاک ہلاک پر ڈالتے۔ دوسری طرف
حضرت رسولؐ خدا کی حفاظت کا خیال تھا۔ کیونکہ بڑے بڑے اصحاب آپ کو نرغۂ اعدائ
میں اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ یہ جانفشانی و وفاداری حضرت کی دیکھکر منادی غیب
نے زمین و آسمان کے درمیان آواز دی لا فتیٰ اِلّا علیؑ لا سیف اِلّا ذوالفقار
کہ جوانمردی کا علیؑ ابن ابیطالب پر خاتمہ ہے اور تلوار کوئی ہے۔ تو فقط ذوالفقار
ہے۔ الحاصل یہ جنگ بھی زور بازوئے ید اللّٰہی سے آپ کے نام پر انجام کو پہونچا۔

جنگ خندق

اس کو جنگ احزاب بھی کہتے ہیں مسلمانون کی حفاظت کے لئے مدینہ کے باہر ایک
خندق کھودی گئی تھی۔ اس لیے خندق اور قریش دیگر قبایل کو اپنے ہمراہ لائے تھے
اس لیے اس کو جنگ احزاب کہتے ہیں اس لڑائی میں عمرو بن عبدود ایک پہلوان
قریش کا آپ کے ہاتھ سے قتل ہوا جس کو ہزار سوار کی برابر گنتے تھے۔ لاجرم مسلمان
اس کے مقابلے سے جی چراتے تھے۔ وہ میدان میں آکر للکارتا پھرتا تھا کسی کو طاقت
نہ تھی کہ اُس کے آگے جائے شیر خدا اُس کے مقابلے کو نکلے تو رسولؐ اللہ نے فرمایا
بَرَزَ الاسلام کُلّہٗ للشرک کُلّھا۔ یعنے اس وقت تمام اسلام سارے شرک کے
مقابلے کو نکلا ہے۔ بالآخر حضرت نے اللہ اکبر کہہ کر ایسی ضربت عمرو کے سر پر لگائی
کہ اتنا بڑا ڈہو ہوا ان زمین پر آرہا۔ آپ اُس کا سر کاٹ کر حضرت رسالت پناہ کی
خدمت میں لے گئے حضرتؐ نے فرمایا۔
ضَربَۃُ علیٍّ یومَ الخندقِ افضلُ من عبادۃِ الثقلین۔ آج علیؑ کی یہ ضربت
جن و انس کی قیامت تک کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس لڑائی کے بعد اہل مکہ
کے حوصلے پست ہو گئے اور پھر اُن کو کبھی مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی

جنگ خیبر

یہ لڑائی یہودیون کے ساتھ تھی علم لشکر بدستور امیر المومنین ع کے ہاتھ میں تھا۔ مگر آشوب چشم اور درد کی تکلیف سے میدان میں جانے کے قابل نہ تھے۔ لہذا ایک روز ابوبکر۔ دوسرے دن عمر سپاہ اسلام کے سردار ہو کر یہودیون سے لڑنے گئے۔ مگر ناکام منہزم ہوئے۔ حضرت رسول ص خدا نے شیخین کی کارگذاری سے آزردہ ہو کر فرمایا۔

لَأُعطِيَنَّ الرَّايَةَ غَداً رَجُلاً كَرَّاراً غَيْرَ فَرَّارٍ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ۔ کل علم لشکر اُس شخص کو دون گا۔ جو کرار غیر فرار ہے خدا و رسول ص کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول ص اس کو دوست رکھتے ہیں۔ صبح ہوئی تو جناب امیر ع کو بلا کر لعاب دہن مبارک اپنا آنحضرت ص کی آنکھون پر ملا۔ درد جاتا رہا۔ پھر سردی و گرمی سے محفوظ رہنے کی دعا دی۔ کہ اُس کے بعد ہمیشہ ان تکلیفون سے آزاد رہے پس فتح خیبر آپ کے ہاتھ پر ہوئی مرحب یہودی ذوالفقار حیدر ع کرار سے فی النار ہوا۔ نیز معجزہ قلع باب خیبر (دروازہ اکھاڑنے) کا ظاہر ہوا۔ یعنی وہ دروازہ قلعہ کا جس کو بقول مورخان سنیہ ستر آدمی ہلا نہ سکتے تھے۔ آپ نے تن تنہا اُٹھا کر پھینکدیا

فتح مکہ

جنگ خیبر سے اگلے سال مکہ معظمہ فتح ہوا۔ یعنی جس فتح مبین کا حق تعالے نے اپنے حبیب سے وعدہ کیا تھا۔ پورا ہوا۔ اس موقع پر بے مثال فضیلت امیر المومنین ع کی یہ ظاہر ہوئی۔ کہ آپ نے خانہ کعبہ کے اندر دوش مبارک رسول ص اللہ پر چڑھ کر وہان کے بتون کو توڑ ڈالا اور بیت اللہ اپنی ولادت کے مکان کو نجاست بتان سے پاک و صاف فرمایا۔

جنگ حنین

فتح مکہ کے بعد جنگ حنین پیش آیا۔ اس میں دس ہزار مرد مکار ہمراہ رکاب فیض انتساب تھے۔ ہنگام جنگ سب مسلمان بھاگ نکلے چنانچہ بموجب مشہور چار شخص

رسول اللہ کے ساتھ رہے۔ایک عباس بن عبد المطلب چچا حضرت کے۔دوسرے سفیان بن حارث چچا زاد بھائی۔تیسرے عبد اللہ بن مسعود صحابی۔یہ تین شخص سواری کے گرد و پیش آپ کی حفاظت کرتے تھے۔چوتھے اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابیطالب کہ زغۂ اعدا کو آپ سے دور کر کے تیغ زنی کر رہے تھے۔آخر کار ابوجرول نامی پہلوان کہ مخالفین میں سر برآوردہ و فرد کامل تھا۔ذوالفقار حیدر کرار سے مارا گیا اور رسول خدا مظفر و منصور ہوئے۔

غزوۂ حنین کے بعد کوئی لڑائی ایسی نہیں ہوئی جس میں حضرت رسول خدا بنفس نفیس شریک ہوئے ہوں۔الا غزوۂ تبوک۔چونکہ آپ کو بعلم نبوت معلوم تھا۔کہ اس غزوہ میں جنگ و جدال کی نوبت نہ آئے گی۔اس لئے امیر المومنینؑ کو ہمراہ نہیں لے گئے اور بمصالح چند در چند آپ کو مدینہ میں چھوڑ نا مناسب سمجھا۔حدیث مشہور معروف بہ حدیث منزلہ اسی موقعہ روانگی تبوک سے پیشتر ارشاد ہوئی۔جیسا کہ پیشتر اس کا ذکر گزرا۔

سال نوہجرت میں ابوبکر سورۂ برات کے مشرکان مکہ کو پہونچانے کے لئے وہاں جانے پر مامور ہوئے۔مگر ابھی مسجد ذوالحلیفہ سے احرام باندھکر آگے نہ بڑھنے پائے تھے کہ بموجب وحی الہی اس منصب سے معزول ہو کر امیر المومنینؑ ان کیجگہ منصوب ہوئے۔ابوبکر نے نالان و گریان رسول خدا کیخدمت میں واپس آکر سبب اس عزل و نصب کا دریافت کیا تو فرمایا مجھ کو خدا کی طرف سے حکم پہونچا ہے کہ ان آیات کو یا خود لے جاؤں یا کوئی دوسرا جو قرب و قرابت و فضل و شرافت میں میری مانند ہو۔

سال دہم میں رسول اللہ نے ارادہ کیا۔کہ احکام حج سے سلمانوں کو آگاہ کریں لہذا ایک جم غفیر کے ساتھ جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔متوجہ مکہ معظمہ ہوئے اثنائے حج مکہ میں اور واپسی کے وقت راہ میں تاکید اکید ہوئی کہ خلافت و امامت امیر المومنینؑ کو مجمع مسلمانان کے سامنے بیان کر کے ان سے بیعت لو اور ساتھ ہی

وعدہ عصمت وارد ہوا۔ تو خم غدیر کے مقام پر یہ رسالت پوری کی چنانچہ اس کا بیان مفصل پہلے گزرا۔ اس کے بعد آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ نازل ہونے سے معلوم ہو گیا کہ ولایت حضرت شاہ ولایت متمم و مکمل ایمان ہے اور اُس کے بغیر دین ناقص رہتا ہے۔

حضرت رسول خدا مکہ سے واپس آکر مدینہ میں کوئی سوا دو مہینے زندہ رہے۔ اس عرصہ میں عہد و پیمان ولایت امیر المومنینؑ کو تازہ فرماتے اور اُس کی بنیاد کو محکم فرماتے رہے حتیٰ کہ وفات سے کچھ عرصہ پیشتر مرض الموت میں آپ نے چاہا کہ مدینہ خس و خاشاک سے پاک ہو کہ بوقت وفات کوئی خرخشہ نہ رہے۔ اور امیر المومنینؑ بلا تعرض غیرے خلیفہ ہو جائیں پس ایک لشکر جرار پانچ ہزار مرد کا روم کی طرف جہاں کہ اب سے دو سال پہلے موتہ کے مقام پر آپ کے کئی نامور سردار کام آئے تھے اور جعفر بن ابی طالب جیسے پیارے بھائی نے اس معرکہ میں خلعت شہادت پہنا تھا روانہ کیا۔ مولانا مفتی محمد عباس طاب ثراہ بنیاد اعتقاد میں فرماتے ہیں۔

جب مبتلا ہوئے مرض الموت میں نبیؐ — ایک فوج جنگ روم کیجانب روانہ کی
سرداری کا اسامہ کو نام و نشان دیا — بوبکر اور عمر کو بھی ساتھ ہی روان کیا
چاہا کہ شہر پاک رہے کفر و کینہ سے — جو دشمن علی ہوں وہ نکلیں مدینہ سے
تا بعد انتقال رسالتؐ مآب کے — رخنہ نہ ہووے مرتبہ میں بوترابؑ کے
کہتے رہے رسول خداؐ جلد جائیں سب — اور جو نجائے لعن خدا اُسپہ اور غضب
تا مرگ مصطفیٰؐ کی زبان پر رہا یہی — کب سنتے تھے کلام پیمبرؐ کا وہ غوی
جانا کہ اب نبیؐ کا دم واپسیں ہے — ہرگز نہ اس مرض سے بچیں گے یقین ہے
جو شہر میں رہے تو خلافت ملی ہمیں — روئے زمین کی ساری حکومت ملی ہمیں
آخر رہے رسولؐ کی لعنت قبول کی — دی بعد مرگ روح کو ایذا رسولؐ کی

القصہ رسول خدا نے رحلت کی تو حضرت امیر المومنینؑ و اہلبیت طاہرینؑ پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا دشمنوں نے دست عداوت کینہ کی آستین سے نکالا۔

اور طرح طرح آنحضرتؐ کو آزار دینے لگے۔ سب سے پہلے مقدمہ غصب خلافت پیش آیا۔ کہ ابھی وہ حضرت تجہیز و تکفین رسولؐ اللہ میں مصروف تھے۔ یہ لوگ سقیفۂ بنی ساعدہ میں دوڑ گئے۔ اور وہان کسی کو دھمکا کسی کو لالچ مال و منصب کا دیکر اسی طرف پھیر لیا۔ حاصل یہ کہ ابوبکر کے ساتھ بیعت ہو گئی۔ اگلے روز یہ جرگہ مسجدِ رسولؐ اللہ میں جمع ہوا۔ اور حضرت امیرؑ کو بلا کر خواستگار بیعت ہوئے۔ آپ خود خلیفۂ برحق نصب کردہ خدا اور رسولؐ تھے۔ کیونکر کسی کے ساتھ بیعت کرنے لگے تھے۔ انکار کیا۔ بخاری نے لکھا ہے کہ علیؑ نے چھ مہینے تک ابوبکر کے ساتھ بیعت نہیں کی۔ اس کے بعد جب فاطمہؑ زہرا کے انتقال کر جانے سے لوگون کے منھ آپ کیطرف سے پھر گئے۔ یعنی جو لحاظ جناب فاطمہؑ کے سبب سے سلوک کرتے تھے۔ باقی نہ رہا تو وہ بیعت پر مجبور ہوئے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ صحیح بھی ہے تو ایسی لاچاری کی بیعت پر کیا فخر و ناز ہو سکتا ہے اور کیونکر اس سے خلافت خلیفہ اول کی اجماعی قرار پا سکتی ہے۔ دوسرا ظلم خلیفہ اول نے یہ کیا کہ یہ حیلہ نکالکر کہ پیغمبرون کے میراث نہیں ہوتی۔ علاقۂ فدک کہ اہلبیتؑ کا وجہ معاش تھا اور رسولؐ اللہ نے بموجب آیہ وافی ہدایہ وَآتِ ذَالقُربیٰ حَقّہٗ۔ اُن کو بخشا تھا اُن سے چھین لیا۔ جناب معصومہ نے بہت داد فریاد کی مگر سماعت نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ وہ جناب اس قدر ناراض ہوئیں کہ مرتے دم تک خلیفہ سے کلام نہ کیا اور دمِ مرگ وصیّت کی۔ کہ امیرالمومنینؑ آپ کا جنازہ رات کو اُٹھا دیں۔ اور ان لوگون سے کوئی آپ کے جنازہ پر نہ آنے پائے۔

ابوبکر کی بیعت سے حضرت علیؑ ہی نے انکار نہیں کیا بلکہ جملہ بنی ہاشم اور بعض خواص اصحاب اس میں آپ کے شریک تھے۔ ازانجملہ سعد بن عبادہ انصاری نے بیعت میں شرکت نہیں کی اور جب اُن لوگون نے بہت دباؤ ڈالا۔ تو شام کو چلے گئے۔ یعنی جلا وطنی اختیار کی مگر مرتے دم تک بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ نیز مالک بن نویرہ یربوعی اور اُن کا قبیلہ اس کا منکر رہا۔ انہون نے ابوبکر کو کہلا

بھیجا تھا کہ ہم سوائے خلیفہ برحق کسی کو زکوۃ نہ دیں گے خلیفہ صاحب نے خالد ولید کو
لشکر گران دیکر ان پر بھیجا۔ بڑے معرکے ہوئے۔ آخر خالد فتحیاب ہوا۔ اور مالک میدان
جنگ میں مارے گئے۔ خالد نے اُسی رات کو زوجۂ خالد کے ساتھ جو کسی طرح
حلال نہ تھی۔ ہمبستری کی اور بپیشگاہِ خلیفہ اول سے سیف اللہ کا لقب پایا۔ عمر خطاب
کو جو بعد کو خلیفۂ دوم ہوئے یہ بیحیائی اس کی پسند نہ آئی۔ مگر اُس وقت تو خاموش
رہے۔ لیکن تخت خلافت پر بیٹھتے ہی پہلا کام جو اُنہوں نے کیا۔ خالد کا سپہ سالاری
لشکر سے معزول کرنا تھا۔ خلیفۂ اول اس کو سیف اللہ کہتے تھے۔ دوم نے معزول
کیا۔ نہ معلوم اِن دو مخالف کاموں میں کس کا کام حق تھا اور کس کا باطل۔

خلافت خلیفہ ثانی

الغرض ابوبکر بہت تھوڑے دنوں یعنی کل دو سال تین مہینے خلافت کر کے
سنہ ۱۳ ہجری میں اپنے مقرّ و مقام کو سدھارے اور مسند خلافت بموجب قرارداد
باہمی حضرت عمر کے وجود سے آراستہ ہوئی ہر چند جتنی مصیبتیں اور تکلفتیں کہ
اہلبیت اطہار کو پہونچیں تمام کی اصل و سرچشمہ یہی ذات شریف تھے اِلّا نہایت
ہوشیار پولیٹیکل و نگل کے پہلوان آزمودہ کار تھے۔ لاجرم آپ کی چالیں بہت
گہری ہوتی تھیں۔ ظاہرا امیر المومنینؑ کی تعظیم کرتے تھے مگر در پردہ وہ تدبیریں
کر گئے کہ خلافت آیندہ بھی کبھی آنحضرتؑ تک نہ پہونچنے پائے اور جو احیاناً
کبھی ایسا موقعہ پیش آ بھی جائے۔ تو اس قدر فتنہ و فساد کی آگ بھڑکے۔ اور
ایسا کشت و خون ہو کہ آنحضرتؑ کو دم بھر کو نہ آسایش ملے چنانچہ عہدِ خلافت
امیر المومنینؑ میں یہ مشاہدہ ہوا۔ بڑے بڑے کاموں میں آنحضرتؑ سے مشورہ
لیتے امداد آپ کی صلاح و صوابدید پر کار بند ہوتے تھے۔ حضرت کو اسلام کی
خیر خواہی مد نظر تھی۔ اُن کے افعال پر خیال نہ کرتے اور نیک مشورہ دیتے جس
سے کار و بار خلافت رونق کے ساتھ چلتے رہے عمر فصل خصومات میں جہاں کہیں
عقل خود در گل عاجز رہ جاتے حضرت حلّال مشکلات کے دامن کا سہارا لیتے۔

آپ تشریف لاتے اور حل مشکل فرماتے۔ جس کا لَولَا عَلِیٌّ لَہَلَکَ عُمَرُ۔ (اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوتا) وغیرہ عبارتوں سے شکریہ ادا کیا جاتا۔ آخر سنہ ۲۳ھ میں پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا۔ تو ایک مرد عجمی فیروز نام باباشجاع لقب نے دشنۂ جگر دوز لگا کر اُن کا کام تمام کیا۔ اس زخم کاری کے بعد عمر تین روز دنیا میں زندہ رہے اُس میں خلافت ہی کی اُدھیڑ بُن میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ بہت سوچ بچار کر ارشاد کیا کہ چھ اشخاص امیرؑ المومنین۔ طلحہ۔ زبیر۔ عثمان۔ عبدالرحمٰن عوف سعد وقاص اس وقت شایان خلافت ہیں ان کو چاہیئے کہ میرے بعد جمع ہو کر مشورے کریں اور اپنے درمیان سے ایک شخص کو اس کام کے لیئے انتخاب کرلیں اور جو ایک شخص پہ اتفاق ہو تو کثرت رائے سے اُس کا فیصلہ عمل میں لاویں اور جو دو دو کس علیحدہ ایک ایک پر رضامند ہوں تو جس کی طرف عبدالرحمٰن ابن عوف ہو وہ خلیفہ بنایا جائے۔ دوسرا مخالف گروہ قتل کیا جائے۔ نتیجہ اِس گورکھ دھندے کا خاطر خواہ نکلا۔ عبدالرحمٰن نے بوجہ قرابت قریبہ خلعت خلافہ عثمان کو پہنا دیا۔ حضرت امیرؑ نے ہرچند بدلائل و براہین اپنا حق ثابت کیا مگر کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ عثمان کے ساتھ بیعت ہو گئی۔ بنیاد اعتقاد ص

عثماں بنا خلیفہ تو ممبر پہ چڑھ گیا ‏— بوبکر اور عمر کے بھی رتبہ سے بڑھ گیا

ممبر پہ جا کے بیٹھا نبیؐ کے مقام میں ‏— ہونیلگی زبان کو لکنت کلام میں

کہنے لگا کہ دونو خلیفہ جو پہلے تھے ‏— خطبہ درست کرکے وہ لاتے تھے پہلے سے

قوال تھے وہ دونو کہ باتیں بناتے تھے ‏— میری طرح سے فعل نہ اُنکو بن آتے تھے

ہرچند کوئی خطبہ بنایا نہیں ہے اب ‏— بعد اس کے خطبے اور دونو نئیں سنو گے سب

عثمان نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی پہلے طرز و طریق بالکل بدل دیئے۔ خلافت رسول اللہؐ آپ کے عہد میں سلطنت اور بادشاہی کے رنگ پر آ گئی۔ مال خدا کو جو تمام مسلمانوں کا حق تھا وہ بہت بیدردی سے لٹاتے تھے۔ اور اپنی قوم و قبیلہ کو بیدریغ بخشتے۔ عمدہ مکانات سکونت کے لئے تعمیر کرائے۔ غلامان

ترکی۔رومی۔خطائی خدمتون پر مامور ہوئے۔علاقجات میں جو لوگ عمر کے زمانے سے
عامل وصوبہ دار چلے آتے تھے۔برخاست ہوکر جوانان بنی اُمیہ ان کی جا پر بھرتی ہوئے
حکم بن عاص اور مروان اُس کے بیٹے کو حضرت رسول خدا نے ناراض ہوکر مدینہ سے
نکلوایا تھا اور شیخین بھی اپنے اپنے عہد میں اُس کے واپس آنیکے روادار نہ ہوئے
تھے۔عثمان نے اُن کو بلواکر کار وبار خلافت اُن کے سپرد کردیا۔وہ جو چاہتے تھے
کرتے تھے۔ابو ذر صحابی جلیل القدر کو جو اُن کی ایسی ہی باتون پر انکار کرتے تھے اور نصیحت
فرماتے تھے ناراض ہوکر مدینہ سے اخراج کیا کہ بیچارے کی بیابان غربت میں اجل آئی
اہل مدینہ صحابہ وغیر صحابہ یہ حرکات حضرت باحیائی دیکھ کر دل میں پیچ تاب کھاتے
اول اول اُن کو سمجھایا۔جب دیکھا کہ مروان کے ہوتے کسی کی پیش نہ جائے گی۔ والتفگ
ہوکر علیحدہ ہوگئے اور یکقلم کام میں دخل دینا موقوف کردیا۔اہل مصر و عراق نے کہ
عاملان عثمانی کے ظلم و ستم سے از بس خستہ و نالان تھے یہ دیکھا تو مدینہ پر چڑھ آئے
اور اہل شہر کی امداد سے قصر دار الخلافہ کا محاصرہ کرلیا۔یہ محاصرہ بقولے چالیس روز
بقولے چھ ماہ رہا اور آب و دانا خلیفہ پر بند کیا گیا۔آخر سب نے متفق ہوکر آپ کو
قتل کیا جو بظاہر شریک قتل نہ تھے وہ بھی بدل امیر رضامند تھے۔بعد ازان اُسی
روز یعنی ۱۰ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری کو امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ بیعت
ہوئی۔تمام مہاجرین انصار صغار و کبار بجز چند اوباش بنی اُمیہ وغیرہ کے اس
سعادت میں شریک ہوئے۔پس امر خلافت نے اپنے مرکز و مقام کی طرف پلٹا کھایا

جنگ جمل

اموال غنیمت وغیرہ عہد رسول اللہ میں آتے تو آپ بحکم خدا اُن کو مسلمانون میں
برابر تقسیم کردیتے۔ابو بکر کی خلافت میں یہی قاعدہ رہا۔عمر خلیفہ ہوا۔تو اُنھون نے
اپنی مصلحت اس میں نہ دیکھی طریقہ رسول اللہ میں اصلاح کی کہ تقسیم اموال میں
مدارج و مراتب قرار دیئے۔امیر المومنین کے ساتھ بیعت ہوئی تو سب لوگ پیسے
یہی متقدمہ پیش ہوا۔آپ تقسیم عمر ہی کو بدعت و ضلالت جانتے تھے اُس پر کیونکر

کرتے پس جو لوگ اس طرز جدید سے فایدہ اُٹھانے کے عادی ہو رہے تھے۔ خفا ہو گئے طلحہ زبیر کھلم کھلا بگڑ بیٹھے کہ یہ مال ہمارے نیزہ و شمشیر سے حاصل ہوا ہے۔ ہم سب کے برابر حصہ نہ لیں گے۔ امیر المومنین ؑ نے اُن کو سمجھایا کہ سابقین اسلام کے لئے بے شک مدارج عالیہ آخرت میں ہیں مگر دنیا میں اس مال کے اعتبار سے ایک کو دوسرے مسلمان کلمہ گو پر ترجیح نہیں میں نے اور تم نے رسول ؐ خدا کو دیکھا ہے کہ برابر تقسیم کرتے تھے۔ مگر یہ خود غرض کب مانتے تھے۔ عمرہ کا بہانہ کر کے مدینہ سے مکہ گئے اور وہاں عایشہ زوجۂ رسول اللہ کو مخالفت امام زمان میں اُکسا کر ساتھ لیا۔ اور لاؤ لشکر لیکر بصرہ پر چڑھ گئے۔ بیت المال بصرہ کا لوٹ لیا۔ اور عامل امیر المومنین ؑ کو بذلت و خواری وہاں سے نکال دیا۔ حضرت کو یہ حالات معلوم ہوئے تو رفع فتنہ و فساد کو مقدم جانکر معہ اصحاب بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں لشکر کوفہ بھی ہمراہ رکاب ہو گیا۔ بصرہ کے باہر مقام خریبہ پر فریقین کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے اپنے شیوہ حسنہ کے موافق باب نصیحت اُن پر کھولا۔ مگر کارگر نہ ہوا۔ بی عایشہ اُس روز جمل (شتر) قوی ہیکل پر سوار درمیان لشکر استادہ ہوئیں۔ اُن کے دہنے بائیں طلحہ زبیر وزارت کے منصب پر جمے تھے چنانچہ اسی وجہ سے اس لڑائی کو جنگ جمل کے نام سے موسوم کرتے ہیں بہت خونخوار لڑائی ہوئی۔ انجام کار امیر المومنین ؑ مظفر و منصور اور اہل بغاوت مخذول اور مقہور ہوئے طلحہ زبیر معہ سولہ ہزار ہمراہیوں کے قتل اور عایشہ اسیر ہوئیں مگر آپ نے اُن کو عزت و حرمت کے ساتھ مدینہ میں اُسی مکان کو جہاں کہ ٹھیرنے کا اُن کے لئے خدا اور رسول ؐ کا حکم تھا بھیجدیا اور خود کوفہ میں آکر اقامت گزین اور کاروبار خلافت میں مصروف ہوئے۔ یہ صورت بالکل اُسی طرح پیش آئی جیسی کہ صفیراء زن موسیٰ ؑ نے آپ کی وفات کے بعد یوشع بن نون کا مقابلہ کیا تھا۔ پس جو نیک سلوک حضرت یوشع ؑ نے صفیراء کے ساتھ کیا وہ ہی امیر ؑ المومنین جناب حمیراء عایشہ کے ساتھ عمل میں لائے۔

جنگ صفین

جنگ جمل سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ معاویہ ابن ابی سفیان کا قضیہ کھڑا ہوگیا
وہ عمر خطاب کے زمانے سے شام کی گورنری پر تعینات چلا آتا تھا۔ عثمان کی خلافت
میں بہت کچھ نوک پنجے درست کر چکا تھا حتےٰ کہ آخر آخر میں خود عثمان کے قتل
ہو جانے کا خواستگار رہا کیونکہ جانتا تھا کہ وہ مارا جائے گا تو مجھ کو طلب خلافت
کا حیلہ ہاتھ آئے گا اُس کے خون کا دعویدار ہوں گا اور میراثی خلافت پر لڑنے مرنے
کو تیار ہو جاؤں گا۔ تب ہی تو شام میں بیٹھا دیکھتا رہا۔ اور خلیفہ کے چیخنے چلاّنے
پر باوجود قدرت اور مکنت کے ذرا اِس کی امداد کو قدم آگے نہ بڑھایا۔ یہ منصوبہ
معاویہ کا پورا پڑا۔ اس کے قتل ہونے پر امیر المومنین ؑ کے ساتھ بیعت کا ہونا تھا
کہ اس نے حضرت ہی کے اوپر اُس کے قتل کی تہمت لگائی۔ اور جنگ جمل کے ختم ہوتے
ہی شامیوں کو اُس کے خون کا بدلا لینے پر برانگیختہ کرنے لگا۔ اُدھر سے شکست
خوردگان جمل بھی بنی اُمیّہ وغیرہ سے اُس کے ساتھ جا ملے۔ پس ایک لشکر گران
لیکر عراق کی طرف بڑھا۔ لاجرم حضرت امیر المومنین ؑ بھی افواج کثیر کے ساتھ کوفہ
سے برآمد ہوئے صفین نام ایک مقام پر دریائے فرات کے کنارے دونو لشکروں کی
مٹھ بھیڑ ہوئی۔ اوّل اوّل نامہ و پیام ہوتے رہے۔ امیر خیبر گیر اپنی جبلّی عادت
کے موافق چاہتے تھے کہ لڑائی کی نوبت نہ آئے۔ بنابریں نصیحتیں کرتے نامے لکھتے
مگر دہ کب باز آنے والا تھا۔ آخر استعمال تیغ و تیر و خنجر و شمشیر کی نوبت آئی۔ عرصہ
دراز تک لڑائی ہوتی رہی اور ہزارہا خلق خدا طرفین سے علف تیغ ہوئے۔ دورانِ
جنگ میں چند بار آپ نے فرمایا۔ اے معاویہ کیوں خلق اللہ کا خون سر پر لیتا ہے
میدان میں آکر میرے ساتھ جنگ آزما ہو جو فتح پاوے ملک و بادشاہی اُسکی
ہے مگر اس گیدی میں یہ تاب و تواں کہاں تھی کہ شاہ مردان و شیر یزدان
کے سامنے آوے وہ تو صرف مکر و حیلہ کرنا جانتا تھا۔ اور احمقان شام کو دھوکہ
دینا اس کا کام تھا۔ آلے بالے کرکے رہگیا۔ اِسی لڑائی میں حضرت عمار یاسر رضی
اللہ عنہ سعادت شہادت پر فائز ہوئے آپ صحابہ کبار رسول ؐ مختار سے تھے

حضرت نے اُن کے حق میں فرمایا تھا۔ یدُورُ الحق مع عمّار حیثما دار۔ کہ حق عمار کے ساتھ گردش کرتا ہے جس طرف کہ وہ گردش کرتا ہے۔ نیز ارشاد رسول اللہ کا کہ "اے عمار تم کو گروہ باغی قتل کرے گا۔ درانحالیکہ تم اُن کو حق کی طرف بلاؤ گے۔ اور وہ تم کو باطل کی طرف دعوت کرینگے" مشہور و معروف تھا۔ بنابریں ان کے قتل ہونے پر لشکر شام میں کھلبلی پڑ گئی۔ کہ عمارؓ ہمارے ہاتھ سے مارے گئے۔ تو گروہ باغی ہم ٹھہرے۔ اور قریب تھا کہ بہت بڑا حصہ لشکر کا معاویہ سے برگشتہ ہو جائے اُس نے کہا قاتل عمار ہم نہیں درحقیقت اس کو اُس شخص نے مارا ہے۔ جو اس پیرانہ سالی میں میدان جنگ میں اپنے ساتھ لایا۔ امیر المومنین ع نے یہ سنا تو فرمایا۔ اندریں صورت لازم آتا ہے کہ امیر حمزہ رضؓ شہید ہوئے۔ تو حضرت رسول اللہ نے اُنہیں قتل کیا۔ جو اپنے ساتھ جنگ اُحد میں لے گئے تھے۔ یہ جواب بالکل سیدھا اور صاف تھا۔ مگر حمقاء شام کو وہی قول معاویہ کا کافی ہوا اور اُن کا سارا جوش و خروش جاتا رہا۔ غرض لڑائی بدستور جاری تھی۔ حتےٰ کہ ایک دن لڑتے لڑتے دن سے رات ہو گئی مگر پُردلوں کے حوصلے ویسے ہی زوروں پر تھے اس قدر کشت و خون اس رات کو ہوا کہ چشم فلک نے ایسا واقعہ نہ دیکھا تھا کہتے ہیں کہ کل تعداد اس رات کے مقتولوں کی چھتیس ۳۶ ہزار مرد تھا۔ ۳۲ ہزار لشکر شام سے اور ۴ ہزار عراق والوں سے۔ اسی رات کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں۔

لشکر شام پہلے سے صدمہ اُٹھا چکا تھا۔ اس رات کو ان کا سارا زور بل نکل گیا۔ صبح کو یقین کامل تھا۔ کہ امیر المومنینؑ کی فتح ہو گی اور لشکر ضلالت شکست کھا کر منہزم ہو گا۔ مگر عمرو عاص وزیر معاویہ نے اُس وقت ایسا حیلہ بنایا۔ کہ بنا بنایا کام بگڑ گیا۔ اُس نے چند نیزوں پر کچھ قرآن باندھ کر سامنے کھڑے کر دیئے۔ کہ اے اہل عراق اس خونریزی سے باز آؤ۔ ہمارے تمہارے درمیان قرآن شریف ہے۔ جو کچھ یہ فیصلہ کرے اُس پر کاربند ہو۔ یہ دیکھ کر اتفاق سے بعض اصحاب جنہوں نے معاویہ سے رشوتیں کھائی تھیں اور جو بعد کو خارجی ہو گئے۔ تلواریں

لیلۃ الہریر

میان کرکے میدان سے لوٹے۔ کہ ہم قرآن کے آگے جنگ نہ کریں گے اور حضرت امیرؑ کو مجبور کیا کہ صلح کریں آپ نے ہر چند سمجھایا کہ کمبختو یہ شامیوں کا حیلہ ہے۔ اُنھوں نے دفع الوقتی کے لیئے قرآن سامنے کیئے ہیں۔ قرآن پر عمل کرنا انکا مقصود نہیں مگر کون سنتا تھا۔ مالک اشتر کہ مثل شیر غرندہ کے مصروف کارزار تھے واپس بلائے گئے۔ اور لڑائی بند ہو کر حکمین کے تقرر کی ٹھیری جس کا نتیجہ معاویہ کے حق میں نکلا۔ اس کا اقتدار بڑھگیا اُدھر انہیں حرامخوروں میں سے جنہوں نے لڑائی بند کرائی تھی چار ہزار آدمی بگڑ کر خارجی ہو گئے کہ کیوں آپ تحکیم پر راضی ہوئے لا حکم الا للہ۔ اب بجائے اس کے کہ آپ شام پر فوج کشی کرکے معاویہ کا زور توڑتے ان دشمنان خانگی کے ساتھ لڑنا پڑا ؎

جنگ نہروان

اس لڑائی کو جنگ نہروان کہتے ہیں کیونکہ جس قریہ کے پاس یہ لڑائی واقع ہوئی وہ نہروان کے نام سے مشہور تھا۔ ۳۷ھ ہجری میں جنگ صفین ہوا تھا۔ اس کے ایک سال بعد نہروان کی لڑائی پیش آئی۔ لشکر عراق سے جو لوگ اپنے دین و ایمان کو برباد کرکے خارجی ہوئے۔ وہ صرف چار ہزار تھے۔ مگر اس کے بعد اہل بصرہ وغیرہ سے لوگ اس کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔ یہانتک کہ ان کی جمعیت بارہ ہزار کو پہونچ گئی۔ وہ ملک میں لوٹ مار کرتے پھرتے اور امن عام میں خلل ڈالتے تھے آپ نے عبداللہ بن عباس رضہ اپنے چچازاد بھائی کو ان کے پاس بھیجا جب کچھ اثر نہ ہوا۔ تو موقعہ جنگ پر خود بہ بیان شافی نصیحت فرمائی۔ حضرت کی تقریر دل پذیر سے آٹھ ہزار خارجی اپنے عقیدۂ فاسدسے تائب ہوا۔ باقی چار ہزار اپنے کفر و عصیان پر مستقیم رہے ناچار اُن پر جہاد کیا یہانتک کہ سب کے سب فی النار ہوئے صرف نو شخصوں نے بھاگ کر جان بچائی۔ اور لشکر منصور سے صرف نو آدمیوں نے شہادت پائی۔ ان لوگوں کو مارقین کہتے ہیں جیسا کہ صفین میں لڑنے والونکو قاسطین کہتے ہیں۔ اور طلحہ و زبیر وغیرہ شرکاء جمل ناکثین تھے۔ القصہ کل مدت امامت

امیر المومنینؑ بعد حضرت ختم المرسلینؐ کے تیس[۳۰] سال ہے قریب پچیس سال کے بوجہ تقاضائے خلفائے ثلاثہ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ کاروبار خلافت سے بیدخل رہے اور جو جو ظلم آپ پر اور آپ کی اہلبیت پر ہوتے تھے۔ اُن کی برداشت کرتے تھے اور تقیہ و مدارات کے ساتھ بسر اوقات فرماتے تھے۔ پانچ سال آخری خلافت میں ناکثین قاسطین مارقین پر جہاد کیا جس طرح حضرت رسول خدا تیرہ سال ایام نبوت سے مکہ معظمہ میں کثرت کفار سے اجراء احکام نبوت نہ کر سکے۔ اور دس سال مدینہ میں مبتلائے جنگ و جہاد کفار و مشرکین رہے۔ منافقین صحابہ سے ایذا و آزار اُٹھاتے تھے۔

وفات

۲۱ ماہ رمضان سنہ ۴۰ھ کو بروز جمعہ بصدمۂ ضربت تیغ عبد الرحمٰن ابن ملجم مرادی ملعون کے شہر کوفہ میں وفات پائی۔ اور نجف اشرف میں جہاں گنبد عالی تعمیر ہوا ہے مدفون ہوئے حضرت کو اپنی شہادت کا حال پہلے سے معلوم تھا۔ مفصل ماجرا بیان کیا کرتے تھے۔ ایک روز کچھ لوگ بیعت کرنے کو آئے تھے۔ ابن ملجم ملعون بھی اُن کے درمیان تھا۔ آپ نے سب سے بیعت لی مگر اس شقی کی بیعت لینے سے انکار کیا۔ بعد ازاں بہت سے عہد و پیمان لیکر بیعت قبول کی۔ پشت پھیر کر چلا تو فرمایا قسم بخدا کہ یہ اپنے عہد کو پورا نہ کریگا اور سر و ریش پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ کہ یہ اس کے خون سے رنگین ہوگی۔ ایک روز یہی ملعون سواری کی طلب میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ گھوڑا عنایت ہو۔ دو مرتبہ پوچھا عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی تو ہی ہے کہا ہاں فرمایا اے غزوان اس کو اسپ کمیت عطا کر۔ وہ ملعون سوار ہو کر چلا تو فرمایا ؎

اُرِیدُ حِبَاءَهٗ وَ یُرِیدُ قَتْلِیْ عَذِیْرَكَ مِنْ خَلِیْلِكَ مِنْ مُرَادٍ

میں اس پر عطا و بخشش کا ارادہ کرتا ہوں۔ وہ مجھ کو قتل کرنا چاہے۔ کہاں ہے عذر خواہی کرنے والا تیری طرف سے تیرے دوست قبیلہ مراد والے سے۔

ماہ مبارک رمضان داخل ہوا تو ایک روز امام حسنؑ کے دوسرے روز امام حسینؑ کے ایک روز عبد اللہ جعفر کے گھر افطار فرماتے تھے۔ اور تین لقموں سے

زیادہ نہ کھاتے۔ اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا بہتر ہے کہ حکم خدا مجھ کو پہونچے (یعنی موت آوے) تو میرا شکم طعام دُنیا سے خالی ہو۔ شب ضربت یعنے ۱۹ رمضان آئی تو اُم کلثوم دختر امیرالمومنینؑ حاضر خدمت تھیں۔ فرماتے ہیں کہ اُس رات تمام شب کرب و اضطراب میں میرے باپ کو نیند نہ آئی۔ بار بار صحن خانہ میں آتے اور سر آسمان کی طرف بلند کرکے فرماتے نہ میں جھوٹ کہتا ہوں نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے تحقیق کہ یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ بروایتے اُم کلثوم نے عرض کی اے پدر کیا بات ہے کہ آج آپ بیچین ہیں استراحت نہیں فرماتے۔ فرمایا اے دُختر اجل میری نزدیک پہونچی ہے۔ میں نے رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت گرد و غبار میرے چہرے سے جھاڑتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں یا علیؑ جو کچھ تمہارے اوپر لازم تھا ادا کر چکے۔ اب جلد ہمارے پاس آؤ۔ پس اے دختر میں عنقریب قتل ہونگا۔ یہ کہکر پھر مشغول عبادت ہوئے۔ صبح طالع ہوئی تو ابن نباح مؤذن نے حاضر ہو کر کہا۔ الصلوٰۃ۔ یہ سُن کر روانہ مسجد ہوئے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ واپس تشریف لائے میں نے عرض کی کہ جعدہ کو ارشاد ہو کہ آج نماز وہ پڑھاوے۔ فرمایا ہاں جعدہ کو کہو۔ پھر فرمایا۔ موت سے فرار نہیں ہو سکتا۔ اور روانہ ہوئے صحن خانہ میں تشریف لائے تو بطیں جو امام حسنؑ کو کہیں سے تحفہ میں آئی تھیں بولنے اور چلّانے لگیں۔ کسی نے اُن کو روکا تو فرمایا۔ انہیں کچھ نہ کہو۔ آج چلّاتی ہیں۔ کل نوحہ کرنے والیاں ہونگی۔ دروازۂ مکان پر پہونچے تو پٹکا کمر کا کنڈی میں اٹک کر کھلا۔ حضرت نے اُس کو کس کر باندھا۔ اور یہ اشعار مناسب حال پڑھے۔

اُشدد حیازیمک للموت فانّ الموت لاقیک
ولاتجزع من الموت اذا حلّ بوادیک

اپنی حیازیم (کمر کسنے کی جگہوں) کو موت کے لئے مضبوط کس لے تحقیق کہ موت تجھ سے ملاقات کرنے والی ہے اور موت سے گھبرانا نہیں چاہیے جبکہ وہ تیری وادی (صحن) میں اُتر آوے۔

منقول ہے کہ بعد واقعہ نہروان کچھ خارجی مکہ میں جمع ہوگئے۔ اور مشورہ کیا کہ جہاں حاکمان جور سے پُر ہوگیا ہے ان سے ملک کو پاک کرو۔ پس اُنہوں نے تین اشخاص اپنے درمیان سے انتخاب کئے۔ کہ ایک شام میں جاکر معاویہ کو قتل کرے۔ دوسرا مصر میں عمرو عاص کو۔ تیسرا کوفہ میں امیر المومنینؑ کو۔ چنانچہ ابن ملجم لعین نے کوفہ کا رُخ کیا۔ وہاں پہونچکر قطامہ خارجیہ سے کہ بنی تمیم سے ایک حسین عورت تھی۔ ملا۔ اور اُس کے جمال پر فریفتہ ہوکر شادی کی درخواست کی۔ قطامہ نے کہا میرا مہر قتل علیؑ ابن ابی طالب ہے اُس کو ادا کر اور شوق سے میرے ساتھ ہمکنار رہو۔ پس وہ ملعون اپنے ارادہ میں زیادہ سرگرم ہوا۔ قطامہ نے ایک شخص وردان بن مجالد کو اپنی طرف سے اس کی امداد پر مقرر کیا۔ شبیب بن بجرہ خارجی کو خود ابن ملجم نے اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ تینوں ملعون اس کام کے درپے تھے۔ تا اینکہ شب میعاد ۱۹ رمضان آئی تو پہلے تینوں قطامہ کے پاس گئے اور وہاں ہتھیار وغیرہ سے تیار ہوکر مسجد میں آئے۔ اور اُس دروازے کے سامنے گھات لگا کر بیٹھے جس سے حضرتؑ مسجد میں آتے تھے۔ پس جس طرح پر ہمیشہ گزرا۔ آپ داخل مسجد ہوئے اور محراب میں جاکر نماز پڑھنے لگے۔ شبیب نے بڑھکر تلوار لگائی۔ جو خطا ہوکر محراب میں لگی۔ ابن ملجم نے دوسرا وار کیا اُس کی تلوار سر مبارک پر عین اُس جگہ بیٹھی۔ جہاں کہ جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کی تلوار لگی تھی۔ اُس کے صدمے سے پیشانی تک سر کھل گیا۔ فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ قسم بخدا کعبہ میں اپنے مقصود مدعا (شہادت) پر کامیاب ہوا۔ پھر فرمایا۔ ابن ملجم نے مجھے قتل کیا ہے جانے نہ پائے یہ تینوں ملعون بھاگے۔ لوگ ان کے پیچھے دوڑے اور صدائے قد قتل امیر المومنینؑ درمیان آسمان و زمین بلند ہوئی۔ اور فریاد وا علیاہ وا امیر المومنیناہ کی کوچہ و برزن شہر کوفہ سے آنے لگی۔ لوگ بیتاب ہوکر مسجد کی سمت دوڑے اور شبیب ملعون گھر پر پہونچا تو اُس کے چچا زاد بھائی نے پوچھا کہ پارچہ ریشمین کہ قطامہ نے لپیٹا تھا بدن سے کھول رہا ہے۔ کہا یہ کیا کرتا ہے۔

کیا تو ہی قاتل امیر المومنینؑ ہے انکار کرنا چاہتا تھا۔ بے اختیار موئنہہ سے ہان
نکلا اُس کے بھائی نے اُسی کی تلوار لے کر اُسے قتل کیا۔ ابن ملجم کو قبیلہ ہمدان
کے ایک جان نثار شیعہ نے پکڑا۔ اور مشکیں باندھ کر مسجد میں لایا۔ لوگ اُس پر
لعن کرتے اور موئنہہ پر تھوکتے۔ وہ مردود سر جھکائے خاموش تھا۔ شبیر ملعون نکلگیا
کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ ابن ملجم حضرت کے سامنے آیا تو بآواز ضعیف فرمایا۔ او ملعون
کیا بُرا امام تھا میں تیرے لئے۔ کیا تجھ کو انعام و اکرام سے بہرہ ور نہیں کیا۔ پھر
فرمایا۔ اس کو قید کرو۔ اگر میں اس صدمے سے جان بر ہوا تو اولےٰ ہون کہ اس کو
رہا کرون۔ اور جو صورت دگرگون ہوئی تو ایک ہی ضربت لگانا کیونکہ اُس نے
ایک ہی ضربت میرے لگائی ہے اُس کو وہان سے لے چلے تو لوگ اُس کا گوشت
نوچتے تھے گویا کہ درندے ہیں کہتے تھے اے دشمن خدا تو نے کیا کیا۔ اُمت محمدیہ
کو تباہ کیا۔ بہترین خلایق کو مار ڈالا۔ پھر عرض کی یا امیر المومنینؑ اس دشمن خدا
کے بار میں حکم دیجئے۔ فرمایا اگر میں اس ضربت سے بچ گیا تو اپنی رائے کے موافق
عمل کرون گا۔ ورنہ اُس کے ساتھ وہ معاملہ کیا جاوے۔ جو قاتلان انبیاء کے ساتھ
کیا جاتا ہے۔ قتل کر کے جثہ کو آگ میں جلا دو۔ چنانچہ بعد رحلت امیر المومنینؑ
حضرت امام حسنؑ نے ایک ہی ضربت میں اس کا کام تمام کیا۔ پھر جسد پلید اسکا
اُم الہیثم بنت اسود نخعیہ نے لیا۔ اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ القصہ آپ کو مسجد
سے اُٹھا کر دولت سرا میں لے گئے۔ وہان دو روز ۱۹-۲۰ تاریخ اور اُن کی
درمیانی شب میں زندہ تھے۔ اس عرصہ میں اولاد و ازواج حضرت کے گرد حلقہ
زن تھے اور دائمی جدائی آنحضرتؑ کی تصوّر سے نوحہ کنان و گریان حضرت ان کو
صبر و شکیبائی کی وصیت فرماتے تھے اور پند و نصیحت کرتے۔ زیادہ تر بے ثباتی
اور ناپایداری دنیا کا ذکر کر کے اس سے نفرت دلاتے۔ اور عاقبت اور اُسکی خوبیون
کو بیان کر کے اس کی جانب ترغیب و تحریص فرماتے۔ اس میں اثر زہر کا جس میں
تلوار ابن ملجم کی بجھائی گئی تھی۔ دم بدم جسم اقدس میں زیادہ ہوتا جاتا تھا یہں

امام حسنؑ کو خاص وصیتیں کیں۔ اور رازہائے امامت کو اُن پر منکشف اور شعائرِ انبیاء کو اُن کے سپرد فرمایا۔ اور اپنے بعد تمام جن وانس وسفید وسیاہ پر اُن کو امام مقرر فرمایا اور امام حسینؑ سے ارشاد کیا کہ اے ابو عبد اللہ تو شہید اس اُمت کا ہے طرح طرح کی شدتیں اور تکلیفیں تجھ کو پہونچیں گی۔ بصبر وسکون اُن کو برداشت کرنا پس شب بست ویکم کو ثلث شب گزرنے پر طایرِ روح مطہرّ نے قالب عنصری سے پرواز کیا اُس وقت وہ نشان وعلامات ظاہر ہوئے۔ جو رسولؐ اللہ کی وفات پر ظاہر ہوئے تھے۔ شہر کوفہ کے در ودیوار سے صدائے آہ ونالہ بلند تھی۔ پس حسنینؑ علیہما السلام نے باعانت محمد بن حنفیہ رض وغیرہ اولاد امجاد وعبد اللہ بن جعفر وغیرہ غسل وکفن کیا جنازہ تیار ہوا تو آگے سے ملائکہ نے اُٹھایا پیچھے یہ حضرات لئے جارہے تھے تا اینکہ نشیب کوفہ نجف کے مقام پر جس کو غرّیین کہتے تھے ٹھہرا۔ وہیں نماز پڑھ کر جسد اطہر کو سپرد خاک کیا یہ وہ مقام تھا جہاں پہلے سے قبر آدمؑ ونوحؑ تھی امیر المومنینؑ کی قبر ان دو معظم قبروں کے درمیان سنگ سفید کے نیچے سے تیار ملی اُس میں دفن کرکے نشان قبر کو دشمنوں کے خوف سے محو کردیا۔ یہ تمام رات رات کے کام تھے صبح ہوئی تو ایک تابوت شتر پر باندھکر مدینہ کی طرف روانہ کیا گویا جنازہ مدینہ کو بھیجا گیا ہے۔ غرض بجز خاص خاص اشخاص کے کسی کو معلوم نہ تھا۔ کہ کہاں آپ دفن ہیں۔ حتے کہ کوئی ڈیڑھ ۱۵۰ سے سال کے بعد حضرت صادق علیہ السّلام نے جبکہ منصور کے طلبیدہ عراق میں تشریف رکھتے تھے۔ یہ عقدہ حل کیا۔ اُس وقت سے خاص وعام اس مزار فائض الانوار سے واقف ہوکر زیارت سے مشرف ہونے لگے۔

سن شریف بنا بر مشہور کل ۶۳ سال کا ہوا۔ دس سال کے تھے کہ رسولؐ اللہ پر ایمان لائے۔ ۱۶ سال کی عمر سے کمرہمت کو آنحضرتؐ کی حمایت میں چُست باندھکر تیغ زنی شروع کی اُنیس سال کو پہونچے۔ تو بڑے بڑے سرکشوں کو تہ تیغ کرنے لگے۔ ۲۳ سال گزرنے پر ہجرت فرمائی۔ مدینہ آئے۔ ۲۸ ویں سال دروازہ خیبر کا اُکھاڑا۔ مدت امامت بعد رسولؐ خدا ۳۰ سال ہے۔ دو سال چار مہینے کچھ دن ابوبکر کی خلافت دس برس کچھ مہینے عمر کی۔

۱۲ سال عثمان کی خلافت کے گزر کر ۳۵ ویں سال ہجرت میں حق نے اپنے مرکز کیطرف رجوع کیا۔ یعنی پانچ سال آخرے خلیفہ ظاہر و باطن رہے۔ فصلوات اللہ علیہ و اولادہ الطاہرین۔

ازواج و اولاد

تعداد ازواج میں اختلاف ہے کشف الغمۃ میں نو بیبیاں لکھی ہیں افضل و اشرف اُن میں بتولؑ عذرا، فاطمہ زہرا دختر رسولؐ خدا ہیں۔ جب تک زندہ رہیں۔ آپ نے کسی دوسری عورت کی طرف میل نہیں فرمایا جیسا کہ رسولؐ اللہ نے اُن کی والدہ ماجدہ خدیجۃ الکبریٰؑ کی حیات میں کوئی اور نکاح نہیں کیا تھا۔ منقول ہے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ زہرا کا کوئی کفو وہمسر نہ تھا جس کے آنحضرتؐ کی شادی ہوتی۔ جناب فاطمہؑ سے ۲ہجری میں آپ کا نکاح ہوا۔ اُس وقت سنِ شریف اُن کا بنا بر مشہور درمیان ۹ سال کا تھا اور امیر المومنینؑ ۲۵ سال کے نوجوان۔ جناب فاطمہؑ سے کل پانچ اولاد حضرتؑ کے ہوئیں۔ امام حسنؑ امام حسینؑ سید و سردار جوانان بہشت۔ زینبؑ کبریٰ۔ زینبؑ صغرا جن کی کنیت اُم کلثوم ہے۔ پانچوین محسنؑ کہ بوقت حمل شکم مادر سے ساقط ہو کر شہید ہوئے۔ یہ نام ان کا رسولؐ خدا نے پہلے سے رکھا تھا۔ جناب سیدہؑ حضرت رسالتؐ پناہ کے بعد چھ مہینے بقولے کل ۷۵ روز زندہ رہیں۔ یہ تمام زمانہ غم و الم سوگ و ماتم میں گزرا۔ دشمنوں کے ہاتھ سے طرح طرح کی ایذاء و تکلیفیں پاتی تھیں۔ اور اپنے باپ کو یاد کرکے رویا کرتی تھیں آخر انہی صدمات میں دُنیا سے رحلت کی۔ تو وصیت فرمائی کہ میرے جنازہ پر ان لوگوں سے کوئی نہ آنے پائے حضرت امیرؑ نے حسب وصیت رات گئے وقت اس مظلومہ کو دفن کیا۔ فاطمہؑ کے انتقال سے جو صدمہ اس ولی ذوالجلال کو پہونچا۔ اُس کی تلافی مدت العمر نہیں ہوسکی۔ بعد جناب سیدہؑ کے بموجب وصیت اُس جناب کے آپ نے امامہؓ بنت زینب دختر رسولؐ اللہ بیٹی ابو العاص بن ربیع کے ساتھ نکاح کیا۔ یہ وہ بی بی تھیں جن کو حضرت رسولؐ اللہ بچپن سے بہت پیار کرتے تھے۔ اُنہوں نے اولاد آنحضرت کی سگی ماں کی طرح پرداخت کی۔ ایک بی بی آپ کی اُم البنینؑ دختر حزام

بن ربیعہ بن خالد کی بنی کلاب سے تھیں دیگر لیلےٰ بنت مسعود بن خالد بنی تمیم سے۔ دیگر اسماء بنت عمیس قبیلہ خثعم سے کہ بشہادت رسولؐ خدا زنانِ بہشت سے ہیں۔ پہلے جعفر طیارؓ کے نکاح میں آئیں۔ ان کی شہادت کے بعد کچھ عرصہ ابوبکر کے گھر میں رہیں بعد ازاں امیرالمومنینؑ کا ان کے ساتھ نکاح ہوا۔ تینوں شوہروں سے اولاد ہوئی محمدؒ ابوبکر کا بیٹا اور ام کلثوم ان کی بیٹی بوجہ صغر سنی کے حضرت کے سایۂ تربیت میں پرورش ہوئی۔ وہ آپ کی ربیب ہیں۔ دیگر زنان امیرالمومنین عؑ سے اُمّ حبیبہ دختر ربیعہ بنی تغلب سے۔ دیگر خولہ بنت جعفر بن قیس بنی حنیف سے جن سے محمدرضؓ پیدا ہوئے کہ محمد بن حنفیہؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ دیگر اُم سعید بیٹی عروہ بن مسعود ثقفی کی۔ دیگر اُم محیاۃ بنت امراء القیس بن عدی بن کلاب۔ یہ سب نَو ہوئیں۔ وقت وفات ان سے صرف تین بیبیاں اسماء بنتِ عمیس اُمّ البنین۔ خولہ حنفیہ باقی تھیں۔ اور سب آپ کی حیات میں فوت ہوئیں۔ مگر مناقب ابن شہرآشوب میں کل تعداد ازواج دس لکھی ہے اور پیچھے رہنے والی تین مذکورہ بیبیوں میں لیلیٰ تمیمیہ کو بڑھا کر چار بیان کی ہیں۔ نیز مناقب میں ہے کہ ابوالہیاج عبداللہ بن سفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے آپ کی وفات کے بعد امامہ سے نکاح کی درخواست کی۔ تو اُنہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علیؑ علیہ السلام سے سنا ہے۔ کہ ازواج نبیؐ و وصیؑ کو جائز نہیں کہ اُن کے بعد کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کریں۔ بموجب اس روایت کے آپ کی کسی بی بی نے اور کسی کنیز اُم ولد نے پھر نکاح نہیں کیا۔ نیز مناقب سے ظاہر ہے کہ بروقت وفات آپ کے اٹھارہ کنیزیں اُمہات اولاد یعنے اولاد والیاں تھیں ؎

اولاد

میں بھی اختلاف ہے۔ شیخ مفید ارشاد میں کل ۲۷۔ ۱۱ پسر ۱۶ دختر۔ اور محسن السقط کو شامل کرکے ۲۸۔ اولاد لکھتے ہیں۔ مگر صاحب کشف الغمہ کے نزدیک پندرہ پسر اٹھارہ دختر کل ۳۳ ہیں۔ مناقب شہرآشوب سے بھی ایسا ہی ظاہر ہے اور اور اشخاص اس سے زیادہ کے قائل ہوئے ہیں تفصیل اُن کی اس طرح پر

ہے۔ حسنینؑ محسنؑ پسران فاطمہ زہراؑ تین عباسؑ سقاء اہلبیتؑ بروز کربلا جعفر عبداللہ۔
عثمان چاروں ام البنین کلابیہ کے بطن سے جو سب کے سب کربلا میں اپنے برادر
عالی وقار حسینؑ الشہید پر جان نثار ہوئے آٹھویں یحییٰ نویں عون دونوں اسماء
بنت عمیس خثعمیہ کے شکم سے۔ لیکن یحییٰ ایام حیات امیر المومنینؑ میں فوت ہو گئے تھے۔
دسویں عبیداللہ۔ گیارہویں ابوبکر لیلیٰ بنت مسعود سے۔ یہ دونو بھی معرکہ کربلا میں
شہید ہوئے۔ تین پسر آپ کے محمدؑ کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک محمد اکبر معروف
بابن حنفیہ خولہ حنفیہؓ کے شکم سے۔ دوم محمد اصغر اسماء بنت عمیس سے بقولے ام ولد
سے۔ سوم محمدؒ اوسط امامہ بنت زینب زوجہ ابوالعاص ربیع سے یہ چودہ ہوئے
پندرھویں عمر ام حبیبہ تغلبیہ سے وہ اور بہن ان کی رقیہ ایک شکم میں توام
پیدا ہوئے اور عمر ان کی پچاسی سال کی پہونچی تھی۔ بوقت وفات امیر المومنینؑ
۱۴ پسر آنحضرت کے زندہ تھے۔ تمام ہوا خلاصہ ترجمہ کشف الغمہ
کا۔ مگر حساب مذکورہ بالا پر یہ درست نہیں آتا کس لئے محسن سقط کو ان سے اور نکالنا
پڑے گا کیونکہ وہ بچپنے سے بھی پہلے شہید ہو چکے تھے۔ تو موجود نہیں بوقت
وفات حضرت تیرہ ۱۳ پسر رہتے ہیں اور اعلام الورے علامہ طبرسی سے معلوم ہوتا
ہے کہ ابوبکر کوئی جدا نہ تھے۔ محمد اصغر کی کنیت ہے اور وہ لیلیٰ بنت مسعود کے شکم
سے ہیں اور وہی اپنے حقیقی بھائی عبیداللہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔
کتب شیعہ جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں اُن میں کوئی پسر عون نام آنحضرت کا
مذکور نہیں ہاں کتب سنیہ سے کامل ابن اثیر اور نور الابصار شبلنجی میں اس کا
ذکر آیا ہے۔

اور لڑکیاں اس طرح پر ہیں۔ زینب کبرےٰ۔ ام کلثوم۔ دختران فاطمہؑ زہرا
صلوات اللہ علیہا۔ رملہ کبرےٰ۔ ام الحسن ام سعید ثقفیہ سے۔ رملہ صغرےٰ رقیہ
ام حبیبہ سے۔ ان کے سوا اور لڑکیاں مختلف بیبیوں اور کنیزوں سے جن کے اسماء
گرامی یہ ہیں ام ہانی۔ ام الکرام۔ جمانہ جن کی کنیت ام جعفر تھی۔ نفیسہ۔ زینب صغرےٰ

رقیہ صغرے۔ آمامہ۔ ام سلمہ میمونہ۔ خدیجہ۔ فاطمہ۔ اور ایک لڑکی آنحضرت کی ام حارثہ نام صیاۃ بنت امرؤالقیس کلبی سے تین سال کی عمر میں تھی۔ آپ کو اس کے ساتھ بہت دلبستگی تھی۔ اس صغیرہ سے حرف لام ادا نہیں ہوتا تھا بجائے اس کے وال کہتی تھی جب اُس سے پوچھتے کہ تیری ماں کس قبیلہ سے ہے تو بنی کلب کو بنی کدب کہتی اور پھر یہ محسوس کرکے کہ میں نے خطا کی آپ ہی آپ شرمندہ ہوتی۔ اس کے اس بھولے پن پر پیار آتا۔ یہ بچی صغر سنی ہی میں آپ کے روبرو فوت ہوئی۔ زینب خاتون کا نکاح عبداللہ جعفر کے ساتھ ہوا۔ اور وہ حضرت اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ سے احادیث واخبار بسیار کی راوی ہیں ام کلثوم بنت فاطمہ عون بن جعفر کے ساتھ بیاہی گئیں منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ نے ایک بار حضرت علی و جعفر طیار کی اولاد کیطرف ایک ساتھ نگاہ کی۔ اور فرمایا۔ بناتنا لبنیننا و بنونا لبناتنا۔ ہماری لڑکیاں ہمارے لڑکون کے واسطے ہیں۔ اور ہمارے لڑکے ہماری لڑکیون کے واسطے اور دو رملہ سے ایک ابوالہیاج عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں آئی۔ دوسری عبداللہ بن نوفل بن حارث مذکور کے اور فاطمہ بنت علیؑ محمد بن عقیل برادر زادہ آنحضرت سے اور ان کے سوا اور کئی لڑکیاں دیگر اولاد عقیل سے منسوب ہیں۔ جن کی تفصیل باعث تطویل ہے۔ بہت سی لڑکیون سے آپ کی نسل جاری ہوئی ہے اور صاحب نورالابصار کا یہ کہنا درست نہیں کہ صرف زینب خاتون سے اولاد باقی رہی۔ ہان لڑکون میں جن سے اجراء نسل ہوا۔ صرف پانچ اشخاص ہیں۔ امام حسن۔ امام حسین۔ محمد حنفیہ رض۔ عباس علمدار۔ اور عمر بن تغلبیہ۔ یہان تک ازدواج و اولاد کا حال ہے علی الاختصار۔

اور کاتب وخازن آپ کا عبداللہ بن ابی رافع وعبید اللہ بن عبداللہ مسعود وغیرہ۔ دربان سلمان۔ موذن جویریہ بن مسہر عبدی و ابن بناح۔ خادم ابونیر زشاہزادہ کان عجم سے وعبداللہ مسعود حضرت نے ایک ہزار بندے راہ خدا میں آزاد کیے۔ اُن میں سے تھا احمر غلام کہ جنگ صفین میں جان نثار ہوا۔ اور سعد و نصر بروز کربلا شہید ہوئے

ومیثم وقنبر جن کو حجاج لعین نے قتل کرایا۔ وعزوان وتمنیت ومیمون ان سے تھے اور
خادمہ فضہ وسلافہ ؓ و ؓ

امامت باقی آئمہ یازدہ گانہ صلوات اللہ علیہم

حضرت امیر المومنینؑ کے بعد جیسا کہ گزرا آپ کے بڑے بیٹے حسنؑ مجتبیٰ شیعون کے
امام ہیں ان کے بعد چھوٹے بھائی ان کے سید الشہدا امام حسینؑ ہیں۔ جن کی نسل
سے نو امام یکے بعد دیگرے ہوتے رہے حتیٰ کہ بارہویں امام خلیفۃ الرحمٰن صاحب العصر
والزمان مہدی علیہ السلام کے اوپر یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ جو اس وقت تک زندہ
وغائب ہیں جب مصلحت الہی ہوگی ظاہر ہونگے یہ ہے عقیدہ شیعہ اثنا عشریہ کا اس
باب میں اور دلیلیں آنحضرتؑ کی امامت پر بیشمار ہیں۔ مگر یہان بعدد پنجتنؑ پاک
پانچ دلیلون پر قناعت کی جاتی ہے۔ **اوّل** واظہر ان میں سے یہ ہے کہ شیعہ اسوقت
سے لیکر ہر عہد اور ہر ایک ملک میں ہزار دن لاکھون ہوئے ہیں اور آج کل بھی
بہت سے ملک اور بستیان ان سے معمور ہیں۔ یہ سب کے سب پشتہا در پشت بالاتفاق
نقل کرتے آئے ہیں اور اب بھی نقل کرتے ہیں کہ جس طرح حضرت رسول خداؐ نے جناب
امیر علیہ السلام کو اپنے بعد اپنا وصی وجانشین مقرر کیا۔ اسی طرح ہر ایک امام سابق
نے اپنے بعد کے امام کے لئے نص صریح فرمائی اور اس میں ذرا شک نہیں کہ جس امر کو
اس قدر انبوہ کثیر نقل کرے تو سننے والا اگر ضد اور ہٹ دھرمی نہ رکھتا ہو۔ تو اس کو
یقین آجائے گا۔ کہ یہ امر اسی طرح واقع ہوا ہے۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ متواتر امور
پر یقین کرنا ہماری روزمرہ کی عادات میں داخل ہے۔ برابر دیکھتے ہیں کہ ہر شخص لندن
اور کلکتہ کے موجود ہونے کا ویسا ہی یقین رکھتا ہے جیسا کہ خود اپنے شہر کا جس میں
وہ رہتا ہے۔ گو اس نے کلکتہ اور لندن کو کبھی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ پس اس سے
ثابت ہوا کہ ضرور سلسلہ وصایت کا آنحضرتؐ کے درمیان جاری رہا ہے یعنی ایک
دوسرے کے بعد امام ہوتے رہے ہیں لہذا سب کے سب برحق ہیں۔

اور جو اسی امر میں ذرا زیادہ غور و تامل کریں اور دیکھیں کہ اس کے نقل کرنے والوں میں وہ وہ عالم فاضل متقی۔ زاہد شیعہ گزرے ہیں جنہوں نے کبھی کسی بات کو بے حجت و دلیل نہیں مانا۔ اور تحقیق حق میں ہرگز اپنے بیگانے کا لحاظ اور پاس نہ کرتے تھے۔ انکی چھان بین خاصکر امر امامت میں اس درجہ کو پہونچی تھی کہ باوجودیکہ اماموں کے نام پر بکے ہوئے تھے۔ انہی کی اولاد سے جنہوں نے اپنی حد سے بڑھکر قدم رکھا اور کوئی بے جا دعوے کیا ذرا درگزر نہیں کی اُن کی غلطی کو جہان میں آشکارا کئے بغیر نہیں آرام لیا۔ اس خیال سے یہ امر اور بھی واضح ہو سکتا ہے اور ایسے لوگوں کی اتفاقی بات میں ذرا شبہ کا لگاؤ باقی نہیں رہتا۔

دوسری دلیل

آنحضرت کی امامت پر ان کے معجزات باہرات ہیں جو مختلف اوقات میں ان سے

ف ۱ - علماء شیعہ کا ہمیشہ یہ وطیرہ رہا ہے کہ اگر اولاد آئمہ سے کسی نے ناحق ناروا دعوے امامت کا کیا تو پورے طور سے اس کی تفضیح و تردید کی ہے۔ چنانچہ حضرت صادق علیہ السلام کے ایک بیٹے عبد اللہ تھے۔ اسمٰعیل بن جعفر کے فوت ہونے کے بعد شیعہ اکبر اولاد امام جانکر ان کا ادب کرتے۔ اور سشر ایط تعظیم بجا لاتے تھے۔ مگر جب اُنہوں نے اپنے باپ کے بعد دعوی امامت کا کیا اور بعض عوام نے اُس کو تسلیم بھی کر لیا۔ تو اہل علم نے ان کا امتحان بھری مجلس میں اس طرح پر کیا کہ ان سے دریافت کیا کہ دو سو درہم پر کیا زکوٰۃ واجب ہے۔ عبد اللہ نے کہا پانچ درہم۔ یہانتک تو ٹھیک تھا آگے چلکر اُنہوں نے کہا اور سو درہم پر کس قدر زکوٰۃ دیجائے۔ کہا اڑہائی درہم۔ اتنا سنکر یہ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے کہ بس آپ کی امامت معلوم ہوئی۔ کیونکہ چھوٹی سے چھوٹی نصاب زکوٰۃ کے واجب ہونیکی دو سو درہم ہیں۔ سو درہم پر تو کچھ بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور عبد اللہ نے اڑہائی درہم کہدیئے پس اس سے ان کا مبلغ علم معلوم ہو گیا اور یہ حکایت دور دور دیگ شیعہ میں مشہور ہو گئی سب نے جان لیا کہ وہ امام نہیں ہو سکتے انکے بعد اصلی امام موسی کاظم ؑ تک کہ منصور دوانیقی کے جبر و قہر سے تقیہ میں بسر کرتے تھے پہونچ گئے اسیطرح جعفر بن علی نقی اپنے برادر مکرم حضرت حسن عسکری ؑ کے بعد امام بننا چاہتے تھے شیعوں نے اُن سے معجزہ طلب کیا وہ عاجز رہے۔ اور جعفر کذاب کہلائے ۱۲ منہ۔

ظاہر ہوتے تھے مثل اس کے کہ حضرت صادق علیہ السلام کی دُعا سے ابو بصیر نے بینائی پائی یا حضرت امام رضا علیہ السلام نے دُعا کی اُسی وقت بارش باران نے خلقت کو نہال کر دیا۔ متوکل نے محمد تقی ع کو ایذا دی۔ تین دن کے اندر اندر اپنے نوکروں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ معجزات شیعوں میں قدیم الایام سے مشہور چلے آئے ہیں اور بہت سے ان کی کتابوں میں مذکور ہیں اور اس رسالے میں بھی ہر ایک امام کے تاریخی حالات کے ضمن میں کچھ کچھ لکھے جائیں گے۔ امام تو امام ان کے نائبوں سفیروں اور وکیلوں کے ہاتھ پر بہت سے خرق عادات ظاہر ہوئے چنانچہ سفرائے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے ہاتھوں سے ایسی باتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ جو انسانی طاقت سے باہر ہیں اور شیعوں کے سوا مصنفین اہلسنت نے بھی اپنی کتابوں میں ان معجزات کا ذکر کیا ہے چنانچہ ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئول میں اور ابن صباغ مالکی نے فصول مہمہ میں اور ملا عبدالرحمٰن جامی نے شواہد النبوۃ میں اور شبلنجی مصری نے نور الابصار میں اس کا ذکر کیا ہے اور اوروں نے اور کتابوں میں لکھا ہے۔ مگر یہ لوگ انکو معجزہ نہیں کہتے۔ کرامات نام رکھتے ہیں ہم کہتے ہیں جو چاہو کہو اس قدر ضرور ماننا پڑے گا کہ بغیر تائید حق سبحانہ تعالیٰ ایسے امور واقع نہیں ہو سکتے۔ پس جو شخص دعوائے امامت کرے اور ایسے امور اُس کے ہاتھ پر جاری ہوں وہ بلا شبہ امام برحق ہو گا کس لئے کہ یہ بڑی قباحت کی بات ہے کہ حق تعالیٰ جھوٹے کے ہاتھ پر ایسے امور جاری کرے جیسا کہ بیشتر باب نبوت میں گزرا۔

تیسری دلیل

یہ ہے کہ سنی شیعہ نے متعدد طریقوں سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد میری اُمت میں بارہ[۱۲] خلیفہ ہونگے بعدد نقبا و بنی اسرائیل کے یہ حدیث سنیوں کے بڑی معتبر کتابوں بخاری مسلم ترمذی و مسند احمد حنبل وغیرہ میں مختلف عبارتوں سے ذکر ہوئی ہے۔ از انجملہ بخاری میں جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ

سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ میرے بعد بارہ[۱۲] امیر ہون گے اس کے بعد میں اچھی طرح سے آواز آنحضرتؐ کی نہ سن سکا مگر میرے باپ نے بخوبی سنا کہ آپ نے فرمایا۔ وہ امیر سب کے سب قریش سے ہون گے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ لا یزال ھذا الامر قائماً حتیٰ یقوم الساعۃ۔ ویکون منھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش مطلب یہ کہ دین اسلام قیامت تک قایم رہے گا۔ اور اس میں بارہ خلیفہ ہون گے۔ جو سب قریش سے ہون گے۔ اور اور طرح پر بھی یہ حدیث آئی ہے بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ لوگون نے پوچھا اس کے بعد کیا ہوگا فرمایا۔ ماجت الارض باھلھا۔ زمین اپنے باشندون سمیت موجزن ہوگی اور کاروبار عالم میں خلل و خرابی واقع پڑیگی۔ الغرض یہ حدیث کہ احادیث صحیحہ اہلسنت سے ہے۔ جنتی کہ کسی کو اس میں شک و شبہ کرنے کی مجال نہیں۔ واضح طور سے تبلاتی ہے کہ مسلمانون میں جو بہتر فرقے ہیں اور ایک اُن میں ناجی ہے باقی سب ناری۔ وہ فرقہ فقط اثنا عشری بارہ[۱۲] امامون کا قایل ہے کیونکہ کوئی فرقہ ایسے بارہ امامون کا نشان نہیں دیتا۔ جو قیامت تک قایم رہیں گے اور جن کے عہد امامت ختم ہونے پر دُنیا تہ و بالا ہو جائے گی مگر یہی اثنا عشری فرقہ کہ امام دوازدہم ان کے حضرت مہدی ہادی زندہ و سلامت ہیں ان کے مرنے پر بے شک قیامت قایم ہوگی۔ بلکہ اوروں کے ہان تو ایسے بارہ امام بھی نہیں پائے جاتے جن کی مدت امامت ختم ہو چکی ہو۔

فایدہ۔ بعض اہلسنت نے حدیث بارہ امام کو اپنے مذہب پر راست لانے کی کوشش کی اور سوائے آئمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم کے بنی امیہ وغیرہ سے اپنے لئے جدا بارہ امام تراش کر دکھائے ہیں۔ ہمارے نزدیک بجز اس کے کہ اُنہون نے زیادہ فضیحت و رسوائی کا سامان اپنے لئے مہیّا کیا ہے۔ اور کچھ فایدہ اس درد سری سے نہیں ہوا۔ کیونکہ سنّیون کا مشہور مقولہ ہے اور ان کی احادیث بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ خلافت رسول اللہ صلعم بعد آنحضرتؐ کے صرف تیس[۳۰] سال تک تھی۔ اس کے بعد ملک و بادشاہی ہو گئی اس تیس سال میں ظاہر ہے کہ چار ہی خلیفہ ہو سکے تو پھر بارہ خلیفہ

کہان سے آئیں گے اور جنہون نے اس تعداد کو پورا کرنے کے لئے چار خلیفون کے
بعد کے اشخاص سے اور لوگون کو شامل کرکے بارہ کی تعداد پوری کی ہے جیسا کہ
جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے اُنہون نے اور بھی ٹھوکر کھائی ہے
کیونکہ وہ ایسے فاسق فاجرون کے امام المسلمین خلیفہ رسول رب العالمین بنانے پر مجبور
ہوئے ہیں جن کا وجود بنی نوع انسان کے واسطے ننگ و عار تھا۔ اور جن کی زندگانی
آفرینش عالم کے چہرہ پر ایک بدنما دھبا ثابت ہوئی ہے۔ جیسے یزید پلید اور ولید بن
عبد الملک وغیرہ کیونکہ اُنہون نے اپنی اپنی حکومت کے زمانے میں وہ وہ حرکتیں
کی ہیں جن کو سُن کر ایک سچے مسلمان کا دل لرز جائے وہ اسلام اور شعائر اسلام کی
برملا توہین کرتے تھے اور اُس پر ہنسی و تمسخر اُڑاتے تھے۔ ایک نے رسول خدا کا گھر تباہ کیا۔
تو دوسرے نے خانۂ خدا پر اینٹ پتھر برسائے کسی نے مسجد رسول اللہ میں گھوڑے
باندھے کسی نے قرآن شریف کو تیر باران کیا جزاء و سزاء آخرت پر ان بارہ خلیفون
میں سے بہت سون کا اعتقاد نہ تھا۔ شراب پینا لہو و لعب ناچ رنگ میں مشغول رہنا ان کے
معمولی کام تھے اس سلسلہ کا تھوڑا سا حال ہم نے اپنی کتاب کشف الحقایق احوال

لہ تاریخ الخلفاء میں جلال الدین نے بارہ خلیفون کی تعداد اس طرح پوری کی ہے کہ ابوبکر
عمر عثمان علی۔ واقعہ تحکیم تک پھر کوئی امام نہیں پھر امام حسن علیہ السلام کے صلح کرنے پر معاویہ
کے واسطے اجماع ہوا۔ معاویہ کے مرنے پر چھٹا خلیفہ یزید بن معاویہ ہے امام حسین علیہ السلام خلیفہ نہیں
ہو سکے کیونکہ وہ امر خلافت کے منتظم ہونے سے پہلے ہی قتل ہو چکے تھے۔ یزید لعنہ کے مرنے پر
سلسلۂ خلافت پھر درہم برہم (گم) ہو گیا حتےٰ اکہ عبد اللہ بن زبیر مارا گیا۔ اُس وقت عبد الملک
بن مروان پر لوگ جمع ہوئے۔ عبد الملک کے بعد اُس کے چار بیٹے ولید سلیمان۔ یزید
ہشام علی الترتیب مسند آرائی خلافت ہوئے۔ صرف عمر بن عبد العزیز سلیمان و
یزید کے درمیان متخلل ہوا۔ چلو چھٹی ہوئی۔ بارہ کی تعداد پوری ہو گئی۔ ہمارے نزدیک
بھی یہ سلسلہ اچھا ہے اتنی بات ہے کہ جیسا حسنین علیہم السلام کو اس میں داخل نہیں کیا تھا حضرت
امیر المومنین کو بھی علیحدہ رکھتے تو بس یہ سلسلہ یکسان بے نظیر ہو جاتا ۱۲ منہ

امام جعفر صادق علیہ السلام میں لکھدیا ہے جو چاہے وہان دیکھ لے۔ پس ایسے ہی لوگون کو آنحضرت نے اپنا خلیفہ اور اسلام کا امیر و مقتدا فرمایا ہے اور اپنی بارہ امامون پر مسلمان فخر کر سکتے ہیں۔ ہرگز یہ نجس اور پلید اشخاص رسول اللہ کی جانشینی کے لایق نہ تھے۔ نیز ایک اور خرابی اس سلسلہ میں یہ بھی ہے کہ ان کے خاتمے پر قیامت نہیں ہوئی۔ حالانکہ حدیث سے ظاہر ہے کہ دوازدہ امام کے بعد زمین موج میں آویگی اور عالم تہ و بالا ہو جائیگا۔ یعنی قیامت قایم ہو جائے گی پس جس طرح چاہو دیکھ لو۔ یہ حدیث بارہ۱۲ امام کی سوائے دوازدہ امام شیعہ کے کسی طرح دوسرے پر صادق نہیں آتی۔ فللہ الحمد۔

بشارت[۱]

توریت کے پہلے سفر دسویں فصل میں مذکور ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ قریب ہے کہ ایک سال تمہارے لڑکا اسحاق نام پیدا ہو۔ حضرت ابراہیم ع نے عرض کی کاش یہ اسمٰعیل تیری خدمت کرتا اور تجھے تعظیم و بزرگی سے یاد کرتا۔ ارشاد باری تعالےٰ ہوا۔ اے ابراہیمؑ میں نے تمہاری یہ دعا اسماعیلؑ کے حق میں قبول کی۔ میں تم کو برکت و بزرگی دون گا۔ اور بڑی اُمت والا کرون گا۔ اور شعب خلیل سے شاخ بزرگ نکالون گا قریب ہے کہ اس کی نسل سے بارہ شخص عظیم الشان، یا بارہ بادشاہ یا بارہ شریف و بزرگ (بموجب اختلاف ترجمون کے) پیدا ہون پس اس میں ذرا شک نہیں۔ کہ شاخ بزرگ سے مراد ذات پاک رسول اللہ اور یہ بارہ اشخاص عظیم الشان سے بارہ امام ہیں۔ کیونکہ اولاد اسمٰعیلؑ سے پیدا ہوئے ہیں اور عظمت و شان جو ایسے مقامات پر مطلوب ہے۔ نبوت و امامت کے سوا دنیاوی منصب و مرتبہ نہیں ہو سکتا۔

چوتھی دلیل

[۱] پہلی آسمانی کتابون توریت زبور۔ انجیل میں حضرت ختم المرسلینؐ یا اُن کی عترت طاہرین کے حق میں جو کوئی پیشین گوئی کی گئی ہے اُس کو بشارت کہتے ہیں ۱۲ منہ۔

عصمت ہاے یعنی حضرات آئمہ علیہم السلام معصوم و مطہر ہیں۔ جمیع گناہان کبیرہ وصغیرہ
سے عمداً و سہواً اس امر کو علمائے شیعہ نے آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے اس
طرح ثابت کیا ہے کہ مخالفون کے لیئے جائے کلام باقی نہیں رہی۔ چنانچہ شمہ اس کا
پہلے گزرا حالانکہ دوسرے فرقے اپنے پیشواؤں میں زبانی دعوے عصمت کا بھی نہیں
کرسکے۔ ثابت کرنا قرآن وحدیث سے۔ اس پر دلیل لانا تو درکنار۔ پس معلوم ہوا کہ
وہی امام برحق ہیں علاوہ ازیں آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ یہ حضرات اپنے
اپنے عہد امامت میں تمام صفات کمال میں یکتا و بے مثل ہوتے تھے۔ علم حلم۔ زہد
تقویٰ۔ عبادت خدا و ترک دُنیا اور نیک باتون میں شہرۂ آفاق تھے۔ ہر دوست و
دشمن نے اس کا اعتراف کیا ہے اور تمام عالم ان کی فضیلت و فوقیت کو مانتا ہے۔
کوئی ان کا ہمسر و نظیر نہیں گزرا۔ خاصکر وہ لوگ جس کی امامت و خلافت کا ان کے
مقابلے میں دعوے کیا جاتا ہے ان تمام صفات میں پست اور گرے ہوئے تھے۔ اور
اکثر اُن سے اپنے اخلاق رذیلہ کی وجہ سے رُسوائی خاص وعام ہوتے تھے۔ تمام
خلفاء بنی اُمیہ و بنی عباس ان کی فخر و فوقیت کو مانتے۔ اور حقیقی حقدار امامت و نیابت
رسولؐ ان کو جانتے تھے۔ مامون نے امام رضا علیہ السلام کو مدینہ سے خراسان بلوایا
اور اپنے تئیں خلع کرکے خلافت اُن کو دینا چاہا۔ جب آپ نے بمصالح چند اُس کے
لینے سے انکار کیا تو جبراً ولی عہد بنایا۔ وہ قطعاً حضرتؑ کو مستحق خلافت جانتا اور اپنے
تئیں اس کا غاصب خیال کرتا تھا۔ نیز حق تعالےٰ نے دشمنون کے دلون کو تسخیر کیا
تھا کہ ہرچند اُن کے قتل وقمع کے خواہان رہتے۔ مگر جس وقت سامنے آتے اپنے تئیں
اور اپنے ماں باپ کو اُن پر سے فدا کرتے۔ اور بلفظ جُعلت فداک اور بابی انت
وامی خطاب کرتے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر ایک امیر وزیر۔ عالم۔ شاعر کا یہی حال تھا۔ کہ
تقادم ادب پیش آتے۔ و شرایط ادب و تعظیم بجا لاتے۔ عباسی خلیفے روئے زمین پر
حکمرانی کرتے۔ مال۔ مرتبہ۔ نوکر۔ چاکر سبھی کچھ اُن کو حاصل تھا۔ الّا جو عزت و حرمت
آنحضراتؑ عالیات کی زندگی اور بعد وفات کی جاتی تھی۔ اور آج تک کی جاتی ہے۔

کبھی اُن کو حاصل نہ ہوئی۔ شرق و غرب عالم سے لوگ اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے
اور کسب علوم و حلّ مشکلات فرماتے۔ اور بطوع و رغبت سچے اعتقاد سے پیش آتے۔
بیش قدر مال حاضر کرتے۔ تحایف گزرانتے۔ اور بعد وفات اُن کی قبرون کی زیارت کو
مایۂ سعادت جانکر وہان جاتے اور گو حاکمان جور ان کو منع کرتے۔ پکڑتے قید کراتے
مگر باز نہ آتے۔ متوکل ملعون نے حضرت سید الشہدا کی زیارت سے لوگون کو باز رکھنے
کے لیے کیا کچھ نہ کیا۔ قبر مطہر پر ہل چلوایا۔ زراعت کی نشان مٹانے کو پانی لایا مگر کچھ
بھی نہ ہوا۔ اس کی عزت و شہرت دن بدن بڑہا کی۔ حتّے کہ آج اُن سلاطین زمان
کی قبرون کا ڈھونڈو تو کہیں نشان نہ ملے گا۔ مگر آنحضرات عالیات کے مدفن حاجت
روائے عالم ہیں۔ دوست و دشمن وہان سر جھکاتے اور مرادین پاتے ہیں۔
مشہور ہے کہ مستنصر عباسی ایک روز سامرہ آیا۔ تو پہلے قبۂ عسکریین میں جا کر شرائط
زیارت امامین بجالایا۔ پھر اپنے باپ دادون کی قبرون پر فاتحہ کو گیا۔ اُس وقت
ایک مصاحب نے کہا تم خلیفۂ وقت و شاہان عالم ہو۔ باوجود اس کے تمہارے
بزرگون کی قبرین ایسی مبتذل حالت میں پڑی ہیں۔ کہ نہ کوئی خادم ہے نہ چراغ۔
ویران جگہ مار و مور کا مسکن دیکھنے والے کو وحشت ہوتی ہے۔ برعکس اس کے علویونکا
روضہ دیکھو کیسا رفیع الشان سر بفلک کشیدہ فرش فروش سے آراستہ۔ شمعیں
روشن۔ قندیلیں آویزان۔ بخورات کی کثرت سے سارا مکان مہک رہا ہے۔ نوکر چاکر
خدمت کو کمربستہ موجود۔ قافلہ زایرون کے صبح و شام زیارت کو آتے ہیں اوقاف
مقرر ہیں بدو بیہ اطراف واکناف سے کھچا چلا آتا ہے۔ غریب غربا و وارد و صادر کی
خبر گیری ہوتی آسایش ملتی ہے۔ مستنصر نے یہ سنا تو آہ سرد کھینچی اور کہا بھائی یہ
ساری باتیں تقدیر آسمانی و تائید ایزدی پر موقوف ہیں۔ انسانی طاقت و تدبیر
کا اس میں دخل نہیں ہمارا قہر و غلبہ کچھ کام نہیں دے سکتا۔ یہان جو کچھ ہو رہا
ہے صدق نیت و خلوص عقیدت سے ہوتا ہے یہ کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ کلمہ
حق تھا جو مستنصر کی زبان پر جاری ہوا۔ درحقیقت تائید الہی آنحضرت کے شامل حال تھی۔

اور وہ اپنے بے مثل کمال سے کشش مقناطیسی رکھتے تھے جس سے دل خود بخود انکی طرف مایل ہوتے تھے اور ہوئے ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

پانچویں دلیل

وہ احادیث کثیرہ جن کو سنّی و شیعہ نے اپنے اپنے سلسلۂ روات سے نقل کیا ہے دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے ہم کو اپنی اہلبیت کے تابع رہنے اور اُن سے تمسک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور تخلف کرنے پر ہلاکت و تباہی کا خوف دلایا ہے مثل حدیث ثقلین کے کہ اُمت کو خطاب کرکے فرماتے ہیں انّی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی لن یفترقا حتےٰ یردا علے الحوض ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ابدا۔

لوگو ں میں تمہارے درمیان دو شے گرانقدر چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا (قرآن) ہے دوسری میری اہلبیت۔ یہ دونو ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات نہ کرینگے۔ تم ان سے تمسک کروگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے یہ حدیث علماء فریقین کے نزدیک اس قدر مشہور ہے کہ ہم کو ضرورت نہیں کہ اس کے لئے کسی کتاب کا نام لیں یا کسی راوی کا ذکر کریں اس سے ثابت ہے کہ بعد رسول اللہ سوائے آنحضرت کے کوئی دوسرا متابعت کے لایق نہیں علیٰ ہذا حدیث سفینۂ نوح ہے کہ وہ بھی شہرت اور تواتر میں حدیث ثقلین سے کمتر نہیں اس میں اہلبیت علیہم السلام کو کشتیٔ نوحؑ سے تشبیہ دیکر ارشاد ہوا ہے کہ جو اس میں سوار ہوا یعنی پیروی کی اُس نے نجات پائی اور جس نے تخلف کیا تباہ و ہلاک ہوا۔ پس یہ احادیث بندائے بلند پکار رہی ہیں کہ ہم کلام اللہ اور اہلبیت رسول خدا کی متابعت پر مامور ہیں ان سے تخلف کرکے کسی طرح ہلاکت سے نہیں بچ سکتے۔ نیز حافظ ابو نعیم سنّی حلیۃ الاولیاء میں اور احمد بن حنبل فضایل میں اور نطنزی خصائص میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا۔ جو کوئی چاہے کہ میری طرح زندگی کرے اور اسی طرح مرے اور پھر جنت عدن میں میرے

ساتھ داخل ہو جس کو خدائے تعالےٰ نے اپنے دست قدرت سے غرس کیا ہے اور میری منزل و مکان اس میں ہیں اُس کو چاہیئے کہ ولایت اختیار کرے علیؑ ابن ابیطالب کی اور اماموں اور وصیّون کی اولاد علیؑ سے بہ تحقیق کہ وہ میری عترت میں اور میری طینت سے خلق ہوئے ہیں پس وائے برحال اُس شخص کے کہ تکذیب کرے اُن کی اور میرے اور اُن کے درمیان جدائی ڈالے اور میرے حق کی اُن کے بارہ میں رعایت نہ کرے۔ خدا تعالےٰ اُس کو میری شفاعت سے محروم رکھیگا اور زمخشری جاراللہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ کہ فاطمہؑ باعث میرے سرور دل ہے اور اُس کے دو پسر میرے میوۂ دل ہیں۔ اور اُس کا شوہر میری آنکھون کا نور ہے اور امام اُس کی اولاد سے ریسمان کشیدہ ہیں درمیان خدا و خلق خدا جو اُن کی متابعت کرے گا۔ نجات پاوے گا۔ اور تخلف کرنے والا ان سے جہنم میں داخل ہوگا۔ یہ نصّ مجمل ہے لیکن نص مفصل۔ یعنی وہ احادیث جن میں بارہ اماموں کے نام ترتیب وار تفصیل سے ذکر ہیں اُن کو بھی دونون فریق کے عالمون نے یکسان نقل کیا ہے منجملہ اُن کے حدیث جابر بن عبداللہ انصاری ہے کہ بہت سی کتابون میں نقل کیا گیا ہے یہ جابر وہ بزرگ صحابی ہیں جنھون نے چاردہ معصوم علیہم السلام سے نصف حضرات کی زیارت کی۔ یعنے رسولؐ خدا سے لے کر حضرت محمد باقرؑ تک کی خدمت سے استفادہ کیا ہے کیونکہ ۷۸ھ تک زندہ تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ جب آیۂ شریفہ یا ایّھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرّسولؐ واولی الامر منکم۔ (یعنی اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور اُن لوگون کی جو صاحبان امر و حکومت ہیں۔ تمہارے درمیان سے) نازل ہوئی تو میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ ہم نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کو پہچانا یہ اولی الامر کون ہیں جن کی اطاعت کو حق سبحانہٗ نے اپنی اطاعت کے قرین کیا ہے۔ فرمایا اے جابر وہ میرے خلیفے اور مسلمانون کے امام ہیں میرے بعد پہلا ان سے علیؑ ابن ابی طالب ہے پھر حسنؑ اور حسینؑ پھر علیؑ ابن الحسینؑ۔ پھر محمدؑ

بن علی جس کا نام توریت میں باقر ہے اور اے جابر تو اُس کو ادراک کرے گا۔ جس وقت ملاقات ہو تو میرا اسلام اُس کو پہونچاؤ۔ اس کے بعد جعفر صادقؑ پھر موسیٰؑ کاظم پھر علی ابن موسی الرضاؑ پھر محمد تقیؑ پھر علی نقیؑ۔ پھر حسن عسکریؑ ان سب کے بعد میرا ہمنام اور ہم کنیت حجۃ خدا اور بقیہ اُس کا محمدؐ بیٹا حسن بن علی عسکری کا ہے۔ جو کہ اپنے شیعوں اور دوستوں سے غائب ہوگا۔ اُس کی غیبت کے زمانے میں وہی لوگ اُس کی امامت کے قایل رہیں گے جن کے قلوب کا حق تعالےٰ نے امتحان کیا ہوگا۔ جابر نے عرض کی یا رسول اللہ کیا اُنکی غیبت کے زمانے میں شیعہ انسے منتفع ہوں گے کہا ہاں اے جابر جس طرح آفتاب زیر ابر سے خلقت متمتع ہوتی ہے اُس طرح لوگ اُن سے فایدہ اُٹھائیں گے اس کے سوا احمد بن موفق خوارزمی و ابراہیم بن محمد حموینی وغیرہ علمار سنیہ نے بہت سی احادیث اسبارہ میں نقل کی ہیں۔

امام بارہ ہیں

بارہ ۱۲ کی تعداد کہ ہمارے آئمہ امجاد کی تعداد ہے۔ ایسی بابرکت واقع ہوئی ہے کہ اکثر اشیا عالم اس سے منوط ہیں سب سے پہلے کلمۂ توحید (لا الہ الا اللہ) کو لیجئے اس کے حروف کی شمار بارہ ہیں۔ نیز شہادتین کا دوسرا جملہ (محمدؐ رسول اللہ) بھی بارہ ہی حرفوں سے مرکب ہے آگے چلیئے تو [۱] اسباط اسرائیل بارہ تھے۔ نیز بنی اسرائیل کے نقبا اور سرداران قوم بھی بارہ ہیں۔ بعینہٖ مثل دوازدہ امام اسلام کے چنانچہ اسی جگہ سے ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا۔ جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا اُس اُمت میں بھی ہوگا۔ طَابَقَ النَّعلُ بالنَّعل جیسے کہ جوتی کی ایک پوانی دوسری کے مطابق ہوتی ہے۔ پھر چشمے کہ عصاے موسےٰ کے سنگ پر لگنے سے

---

[۱] تذکرۃ الائمہ منسوب بہ مجلسی علیہ الرحمہ میں نام ان دوازدہ اسباط نقباء بنی اسرائیل کے اور حوارئین عیسیٰ ہو کے مذکور ہوئے ہیں نیز لکھا ہے کہ اعاظم انبیاء و سلاطین انبیاء بارہ ہی ہیں اور کتب آسمانی بارہ اور اعاظم ملائکہ مقربین بھی بارہ بتلائے ہیں اور ان کے اسمائے مقدسہ علیحدہ علیحدہ بیان کیے ہیں یہاں طول جان کر ذکر نہیں ہوئے ۱۲ منہ

نکلے وہ بھی بارہ تھے۔ قرآن شریف میں ہے۔ فانبجست منه اثنتا عشرة عينا۔
اُچھل پڑے اُس سے بارہ چشمے۔ نیز تعداد حواریین عیسیٰ کہ اُن کے مصاحبان و رفقاء
تھے بارہ تھی۔ اور حواریین رسول اللہ بارہ امام ہیں۔ نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے۔
والسماء ذات البروج۔ آسمان بُرجون والا۔ آسمان کے بُرج بھی بارہ ہیں۔ حمل۔ ثور۔
جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت اور سال کے بارہ
مہینے ہوتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا۔ تعداد
مہینونکی خدا کے نزدیک بارہ ہیں دن کے گھنٹے بارہ رات کے گھنٹے بارہ۔ ان کے سوا اور
بہت سی اشیاء دینی و دنیوی میں صاحب مناقب نے عدد دوازدہ کا دخل دکھایا ہی
جن کی تفصیل موجب تطویل جان کر ترک ہوئی۔
اب ہم جیسا کہ صدر کتاب میں وعدہ کر آئے ہیں گیارہ اماموں سے ہر ایک کا
تھوڑا تھوڑا تاریخی حال اس مقام پر درج کرتے ہیں تاکہ اس رسالے کے پڑھنے والوں
کی بصیرت اور زیادہ ہو۔

دوسرے امام حضرت حسنؑ مجتبیٰ صلوات اللہ علیہ

فضایل مشترکہ حسنینؑ صلوات اللہ

امام حسنؑ و حسینؑ چونکہ دونو ایک باغ کے شجر ایک شاخ کے ثمر ہیں۔ لہذا اکثر فضایل و مناقب
میں شریک یکدگر ہیں۔ دونو اللہ کے پیارے رسولؐ اللہ کے دولارے۔ علیؑ و فاطمہؑ کی
آنکھون کے تارے ہیں رسولؐ خدا اُن کے لعاب دہن کو اس طرح چوستے تھے جیسا
لوگ خرما تر کو چوستے ہیں اور فرماتے تھے خداوندا میں انکو دوست رکھتا ہون
اور اُن کو دوست رکھتا ہون جو اُن کو دوست رکھے۔ کبھی اُن کو اپنی ران ہائے
مبارک پر بٹھاتے اور فرماتے۔ من احبني فليحب هذين۔ جو مجھے دوست رکھے
چاہیئے کہ ان دونون سے محبت کرے۔ ایک مرتبہ دونو کو دوش ہائے مبارک پر سوار
کر رکھا تھا عمر بن خطاب نے کہا نعم الفرس تحتكما۔ اے حسنینؑ تمہارا گھوڑا بہت

اچھا گھوڑا ہے۔ فرمایا۔ نعم الفارسان ھما۔ بلکہ یہ دو سوار اچھے ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود صحابی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسالتؐ پناہ نے حسنؑ و حسینؑ کو پشتِ اطہر پر بٹھایا تھا اور جا رہے تھے پس فرمایا۔ نعم المطی مطیکما و نعم الراکبان انتما و ابو کما خیر منکما۔ اچھی سواری ہے تمہاری اور اچھے سوار ہو تم دونو۔ اور تمہارے باپ تم سے بہتر ہیں۔ نیز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ سید و سردار جوانان بہشت ہیں اور اُن کی ماں فاطمہ زہرا سیدہ نساء اہل الجنہ ہے۔ نیز فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ حسنینؑ دو گوشوارے ہیں عرش کے۔ یعنی باعث زینتِ عرش ہیں جیسے دو گوشوارے عورت کے زینت کے باعث ہوتے ہیں کیونکہ بروز قیامت عرش خدا ہر طرح سے مزین ہوگا دو ممبر نور کے جن کا طول سو سو میل سے کم نہ ہوگا اُس کے یمین و یسار رکھے جائیں گے۔ پس امام حسنؑ و امام حسینؑ ان ممبران نور پر بیٹھیں گے۔ مناقب ابن شہر آشوب میں جامع ترمذی وغیرہ کتب سے نقل کیا ہے کہ حسنؑ سینہ سے سر تک شبیہہ رسولؐ خدا تھے۔ اور حسینؑ سینہ سے قدموں تک آنحضرتؐ سے مشابہ تھے۔ ایک مرتبہ سوار ہوا چاہتے تھے۔ عبد اللہ ابن عباسؓ نے رکابیں تھام کر سوار کرایا۔ اور درست بٹھایا۔ ایک شخص مدرک بن ابی زیاد نے کہا اے پسر عباسؓ تم ان دونوں سے سن میں بڑے ہو ان کی رکابیں پکڑتے ہو۔ کہا اے احمق تو اس بات کو کیا جانے یہ دونو فرزند رسولؐ خدا ہیں میرے واسطے اس سے زیادہ کونسا شرف ہو سکتا ہے۔ کہ ان کی رکاب پکڑوں۔ غرض فضایل ان کے بے حد و شمار ہیں۔ یہاں اسیقدر پر کفایت کیگئی۔ افسوس ایسے برگزیدہ نفوس کو جفا کاران اُمت نے ستایا۔ ایک کو زہر دغا سے قتل کیا دوسرے کو شمشیر جفا سے تین دن کا بھوکا پیاسا لب نہر فرات معہ اقربا و اصحاب شہید کیا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

امام حسنؑ بروز سہ شنبہ دا ماہِ رمضان ۳ھ ہجری بمقام مدینہ پیدا ہوئے آپکا نام حسن اور شبر ہے کہ عبرانی زبان میں حسنؑ کے ہم معنی ہے کنیت ابو محمد لقب

مجتبیٰ۔ سبط اکبر۔ سید۔ حجت۔ تقی وغیرہ۔ والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ زہرا دختر رسولخدا
پدر بزرگوار امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ نے
موافق وحی آسمانی پیدایش سے ساتویں دن نام مقرر کیا اور عقیقہ میں ایک بکرا
ذبح فرمایا۔ اور بوزن موئے سر زر خالص تصدق فرمایا۔ آپ حسنِ ظاہری و کمالات
باطنی میں حضرت رسالتؐ پناہ سے بہت مشابہ تھے۔ دو مرتبہ اپنا تمام مال راہ خدا میں
دیا۔ تین دفعہ آدہا مال خیرات کیا حتیٰ کہ پہننے کی جوتی تک سے ایک پوائی تصدق
فرمائی۔ ۲۵ حج پا پیادہ بجالائے کجاوے محملیں ساتھ ہوتیں۔ خود پیدل چلتے ایک
مرتبہ قافلہ حج کو جاتا حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ پیادہ پا ہمراہ تھے۔ لوگ یہ دیکھ کر
براہ تعظیم سواریوں سے اُتر لئے مگر تا بہ کے یہ خبر تھک کر سعد وقاص سے کہ امیر قافلہ
تھا شکایت کی۔ سعد نے عرض کی لوگوں کو تکلیف ہے آپ سوار ہوں۔ تو وہ بھی سوار
ہوں فرمایا ہم نے نذر کی ہے کہ پیادہ پا حج کریں۔ یہ کہکر ایک اور دور کے راستے ہو لئے
مگر سوار نہ ہوئے حِلم اُس جناب کا اس درجہ کو تھا کہ ایک شامی نے راہ میں آپ کو
دیکھا دشنام دینے اور نا سزا کہنے لگا حضرت خاموش تھے جب تک اُس نے
اپنا۔ کلام تمام کیا اُس وقت روئے تابان مانند خورشید درخشان اُس کیطرف
کیا اور تبسم فرمایا اور سلام کیا اور بکمال عاطفت فرمایا اے پیر مرد معلوم ہوتا ہے کہ
تو مسافر و اجنبی ہے اور امر تجھ پر مشتبہ ہوا ہے اگر کچھ حاجت رکھتا ہے تو سوال
کر کہ تیری حاجت روا کروں۔ اور تجھکو بے نیاز کردوں۔ باربرداری کی ضرورت
ہو تو تجھ کو عطا کروں۔ بھوکا ہو تو کھانا کھلاؤں۔ عُریان ہو کپڑا پہناؤں۔ طالب
ہدایت ہو تو راہ نیک دکھاؤں۔ بہتر ہے کہ تو اپنا اسباب لے آوے اور جب تک یہاں
رہے ہمارے یہاں مہمان ہو۔ کس لئے کہ مکان ہمارا فراخ ہے اور جس چیز کو دل
چاہے وہاں میسّر ہو سکتی ہے۔ مرد شامی نے جب یہ کلام دل آویز اُس چشمہ
مروت و فتوت سے سُنا تو بے اختیار رو دیا۔ اور عرض کی گواہی دیتا ہوں کہ تم خلیفہ
خدا ہو زمین پر حق تعالےٰ نے جو تمہارے گھر میں خلافت و رسالت جمع کی ہے بہت

درست ہے آگے تم اور تمہارے باپ مجھے تمام خلقت سے زیادہ دشمن تھے اب سارے
جہان سے زیادہ دوست ہو پس آپ کے مہمان خانے میں اُٹھ آیا۔ اور جب تک وہاں
رہا آپ کا مہمان رہا۔ اور شیعیان و معتقدان اہلبیت سے ہو گیا۔ منقول ہے کہ امام حسنؑ
نماز کے لئے وضو کرتے۔ تو بند بند بدن مبارک کا کانپ جاتا۔ اور رنگ زرد ہو جاتا تھا۔
اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا۔ سزاوار ہے کہ جو رب العرش کے سامنے کھڑا ہو
اُس کی یہ حالت ہو۔ جب مسجد کے دروازے پر پہونچتے۔ تو کھڑے ہو جاتے اور فرماتے
تھے۔ الٰہی ضَیفُکَ بِبابِکَ یا مُحسِنُ قَد اَتاکَ المُسِیُٔ فَتَجاوَز عَن قَبیحِ ما عِندی
بِجَمیلِ ما عِندَکَ یا کَریم۔ خداوندا تیرا مہمان تیرے دروازے پر حاضر ہے اے نیکوکار
یہ بدکار تیری خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ پس اے کریم تو میری بُرائیوں سے بوجہ اپنی
خوبی کے درگذر کر۔ الغرض فضایل و مناقب اُس جناب کے بے شمار ہیں وہ اور اُن کو
برادر عالی قدر امام و پیشوا اُمت ہیں۔ خواہ قیام کریں امر امامت پر یا جور ظالمان
سے اُس سے باز رہیں ۳۷ سال کی عمر تھی کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے شہادت
پائی اُس وقت آپ امام ہوئے۔ پہلا خطبہ جو آنحضرتؑ نے پڑھا یہ تھا ایہا النّاس
آج کی رات اُس شخص نے رحلت کی ہے۔ کہ سابقین اس سے عمل خیر میں نہ بڑھ
سکے اور لاحقین اُس کے مرتبہ کو نہ پہونچ سکیں گے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ
و آلہ کے سامنے جہاد کرتے تھے۔ اور دل و جان سے آپ کی حفاظت میں مشغول رہتے
تھے۔ حضرت رسولؐ اُن کو علم لشکر دیتے تھے۔ تو جبرئیل و میکائیل اُن کے دہنے بائیں
چلتے تھے۔ واپس نہیں آتے تھے۔ جب تک حق تعالےٰ اُن کے ہاتھ پر لڑائی کو فتح
نہیں کرتا تھا اسی رات کو عیسیٰ بن مریم آسمان پر گئے۔ اور اُسی میں یوشع بن نون
وصیؑ موسیٰؑ نے وفات پائی۔ کوئی سونا چاندی ان سے باقی نہیں رہا۔ الا سات
سے درہم کہ عطایا سے بچ رہے تھے۔ چاہتے تھے۔ کہ اُس سے اپنے عیال کے لئے خادم
مول لیں۔ پھر رقت آپ پر طاری ہوئی۔ اور گریہ گلو گیر ہوا۔ اور حاضرین بھی رونے
لگے۔ پھر فرمایا میں ہوں پسر بشیر و نذیر کا اور پسر دعوت کرنے والے کا طرف حقتعالیٰ

کے اور پسر سراج منیر کا اور اُس اہلبیت سے ہون۔ جن کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی۔ اور مودت اُن کی بنص قرآن تمام اُمت پر واجب ٹھیری۔ پس عبد اللہ ابن عباس اُٹھے اور کہا لوگون یہ تمہارے نبیؐ کے فرزند ہیں اور تمہارے امام کے وصی و جانشین۔ بیعت کرو ان سے خلافت پر۔ پس حاضرین اُٹھتے اور بیعت کرتے تھے اس اقرار پر کہ اُن کے دوستون کے دوست اور دشمنون کے دشمن رہیں گے مگر اس اقرار کو بہت تھوڑے سعادت مندون نے پورا کیا نہیں تو بہت سے غدار جلدی ہی اس سے پھر گئے۔ اور آخرت کو دنیائے فانی کی عوض بیچ ڈالا اور ادھر سے جدا ہو معاویہ سے جا ملے۔ اور جب اُس بیحیا نے رشوتیں دینی شروع کیں۔ تو عوام ہی نہیں اُمراء و سرداران لشکر تک اپنے متعلقون سمیت بگڑ گئے۔ اور شام کا رُخ کیا یہان تک کہ عبید اللہ بن عباس چھوٹا بھائی عبد اللہ بن عباس کا۔ جن کو حضرت نے بارہ ہزار لشکر دیکر معاویہ سے لڑنے کو بھیجا تھا۔ جب اُس لعین نے پانچ لاکھ درہم دیئے اور پانچ لاکھ کا وعدہ کیا تو لالچ میں آگیا اور راتون رات بھاگ کر وہان جا ملا۔ امام عالیمقام نے جب یہ کیفیت دیکھی۔ تو آزردہ ہو کر ترکِ حکومت و گوشہ نشینی کا ارادہ کیا۔ اس اثنا میں معاویہ کا خط آیا اُس میں لکھا تھا۔ کہ تمہارے ساتھی وہ لوگ ہیں جنہون نے تمہارے باپ سے بھی موافقت نہیں کی۔ تم اُن سے کیا اُمید رکھتے ہو۔ اور ساتھ ہی چند خطوط بھیجے جو منافقین اصحاب امام نے اُس کو لکھ کر وعدۂ نصرت و امداد کا کیا تھا۔ حضرت یہ صورتیں دیکھ کر حیران تھے۔ اُدھر سے معاویہ کا لشکر رو کی طرح عراق پر چڑھا آ رہا تھا۔ مجبوراً ارادہ ساباط مدائن کا کیا جہان کا حاکم سعد بن مسعود ثقفی امیر المومنینؑ کے عہد سے تھا اور حضرت نے بھی اُسے بحال رکھا تھا۔ وہان بعض نابکارون نے چاہا کہ آپ کو پکڑ کر معاویہ کے حوالے کریں اور اُس کی عوض حکومت عراق اُس سے لیں مگر حق تعالے نے اُن کے شر سے آپ کو محفوظ رکھا۔ اُس وقت ایک جماعت خاص شیعون کی حاضر خدمت رہ گئی تھی۔ جو کسی طرح لشکرہائے شام کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ معہذا معاویہ نے

چند خطوط لکھ کر صلح کی خواہش کی ایسے وقت میں بجز اس کے کہ اُس کی درخواست منظور فرمائے۔ اور کیا ہو سکتا تھا۔ المختصر صلح نامہ لکھا گیا اور اُس میں بہت سی شرائط مندرج ہوئیں منجملہ اُن کے یہ بھی تھا کہ شیعیان امیر المومنین ع ہر جگہ امن میں رہیں ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ قنوت ہائے نماز میں سب اور مذمت امیر المومنین جو اُس ملعون نے ایجاد کی تھی۔ اور شام و مصر میں لوگ اس پر عمل کرتے تھے۔ موقوف ہو جائے۔ معاویہ نے یہ سب شرطیں منظور کیں اور کاغذ مہروں اور گواہیوں سے تیار ہوگیا۔ بعد صلح ادھر سے اعتراض شروع ہوا کہ کیوں اس ظالم باغی سے صلح کی۔ حالانکہ آپ جانتے تھے۔ کہ میں امام برحق ہوں اور منافقوں کو موقع ملا۔ تمام بغض باطنی اُگل ڈالے۔ ادب و لحاظ ظاہری بھی بالائے طاق رکھ دیا بر ملا کہتے تھے کہ اے حسن ع تم کافر ہو گئے جیسے تمہارے باپ کافر ہو گئے تھے۔ اور خیمہ امام مظلوم پر چڑھ گئے اور اُس کو لوٹ لیا ایک ملعون نے جس کا نام جراح بن سنان تھا سواری میں حضرت کی ران پر تلوار لگائی۔ کہ گوشت کو کاٹ کر ہڈی تک پہونچی۔ لوگوں نے اس شقی کو مع اس کے ہمراہی کے پکڑ کر قتل کیا۔ جفا کاران اُمت کے ہاتھ سے فرزند رسول ص خدا کو آرام نہ تھا۔ کلمات کہ اس سید مظلوم سے اس اعتراض کے جواب میں صادر ہوئے حاصل مطلب اُن کا یہ ہے کہ میں امام و پیشوا اُمت حجت خدا ہوں۔ قیام کروں امر امامت پر یا بیٹھ رہوں مختار ہوں کہ جنگ کروں یا صلح۔ کسی کو میرے قول و فعل پر اعتراض کا منصب نہیں حضرت رسول ص خدا نے بنی ضمرہ و بنی اشجع سے صلح کی۔ حدیبیہ کے مقام پر کفار مکہ سے صلح کی۔ اگر وہ تنزیل قرآن کے منکر تھے۔ تو یہ تاویل کے منکر ہیں۔ قسم ہے خدا کی معاویہ میرے نزدیک اُن غداروں سے بہتر ہے جو بظاہر میری دوستی کا دم بھرتے ہیں دل میں چاہتے ہیں۔ کہ پکڑ کر مجھ کو اس کے حوالے کریں۔ اور صلح کر لینا اُس کے ساتھ اس سے بہتر ہوا کہ میں اس کے حوالے کر دیا جاتا۔ کہ بخواری تمام مجھ کو قتل کرتا۔ یا منت رکھ کر چھوڑ دیتا یہ امر ہم اہلبیت کے لئے عار تھا قیامت تک اور قسم بخدا کہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو میرے سچے دوست تمام ہلاک و برباد ہو جاتے

اور شیعون سے کوئی روئے زمین پر باقی نہ تھا۔

منقول ہے۔ کہ بعد صلح معاویہ کوفہ آیا۔ اور مقام نخیلہ میں ٹھیرا۔ تو خطبہ کہا۔ ایہا الناس میں نے تم پر جہاد نہیں کیا کہ تم نماز پڑھو۔ روزہ رکھو زکوۃ دو۔ کیونکہ یہ امور تم پہلے سے کرتے ہو۔ بلکہ اس لئے جہاد کیا ہے۔ کہ تم پر حکومت و بادشاہی کرون اور یہ بات حقتعالی نے مجھے عطا کی ہرچند کہ تم اس سے کراہت کرتے تھے۔ آگاہ رہو کہ مین نے حسنؑ کیساتھ چند شرطیں کی ہیں جو سب میرے پاؤن کے تلے ہیں۔ کسی کو پورا نہیں کرون گا۔ پس داخل کوفہ ہوا۔ اور سلطنت ظاہری خاندان رسالتؐ سے برطرف ہوئی۔ زیاد ولد نہاد امیر کوفہ و بصرہ مقرر ہوا۔ کہ جہان شیعیان امیر المومنینؑ کو پائے ایذا و آزار دے۔ اور تمام قلمرو میں منادی ہوگئی کہ کوئی فضیلت علیؑ و اہل بیت روایت نہ کرنے پائے اور گواہی شیعون کی کہیں قبول نکریں۔ اور انعام و جائزے مقرر ہوئے۔ ان لوگون کے لئے جو احادیث فضایل عثمان و معاویہ و سایر بنی امیہ بیان کریں پس بازار وضع احادیث گرم ہوا۔ ہزارہا جھوٹی حدیثیں بنائیں۔ اور جابجا مکتبون مدرسون میں تقسیم کی گئیں کہ مثل قرآن اطفال کو پڑھائیں لڑکیون کو تعلیم دیں تا کہ بنی امیہ کی محبت دلون میں راسخ ہوجائے اور فرمان لکھا۔ معاویہ غاویہ نے کہ تمام شیعیان علیؑ کا دفتر عطا سے محو کیا جائے اور جس پر جرم دوستئ علیؑ کا ثابت ہو۔ اُسے تہ تیغ کریں پس ادنے ادنے تہمت پر لوگون کو قتل کرتے تھے اور نوبت یہ پہونچی تھی کہ اگر کسی کو کفر و بیدینی کی نسبت کرتے تو کوئی اُس سے تعرض نکرتا تھا تشیع کی نسبت البتہ موجب اس کی تھی۔ کہ آدمی جان و مال سے محفوظ نہ رہتے۔ کوفہ اور اُس کے نواح میں جہان شیعون کی کثرت تھی مصیبت اور بھی سخت تھی۔ لوگ مارے خوف کے حکام جور سے باہم بات کرتے ڈرتے تھے۔ بہت سے افاضل اصحاب امیرالمومنین تہ تیغ ہوئے اور سر اُن کے نیزون پر چڑھائے گئے۔ بہت سے آوارہ و پریشان بے خانہ و خانمان پھرتے تھے دس سال اس طرح پر گزرے پھر معاویہ نے چاہا کہ سلطنت اپنے خاندان کے لئے مقرر کرے اس لئے اپنے بیٹے یزید کے واسطے بیعت لئے جانے کا ڈول ڈالا

خطبۂ معاویہ

جعدہ بنت اشعث کو کہ امام حسنؑ کی ازواج میں داخل تھی۔ گانٹھا۔ کہ آنحضرتؑ کو زہر دے۔ ایک لاکھ درہم اس ملعونہ کو رشوت میں بھیجے۔ اور وعدہ کیا۔ کہ یزید علیہ اللعنہ سے تیرا نکاح کروں گا۔ اُس نے کچھ بطمع مال و جاہ اور کچھ اپنی قدیمی موروثی عداوت[۵] سے امام مظلوم کو زہر پلا دیا جس سے جگر مبارک ٹکڑے ہو کر گرنے لگا چنانچہ چالیس روز بیمار رہکر اٹھائیسویں صفر روز پنجشنبہ سنہ ۵۰ ہجری کو راہی فردوس بریں ہوئے۔ سن شریف اُس وقت ۴۷ سال کا تھا۔ ازانجملہ سات سال اپنے نانا رسول خدا کے ساتھ رہے۔ تیس سال باپ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ اور دس سال بعد آنحضرتؑ کے امام رہے۔

روایت ہے کہ معاویہ نے جو وعدہ تزویج یزید علیہ اللعنہ کا اُس ملعونہ کے ساتھ کیا تھا وفا نہ کیا اور کہا جب اُس نے فرزند رسول خدا کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ تو یزید علیہ اللعنہ کے ساتھ کیا بہتری کی توقع ہو سکتی ہے۔ منقول ہے کہ امام حسنؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے امام حسینؑ کو پاس بلوایا۔ اور فرمایا اے برادر میں تم سے جدا ہو کر متوجہ درگاہ خدا ہوتا ہوں۔ بتحقیق کہ مجھ کو زہر دیا ہے۔ کہ پارہ ہائے جگر میرے قطع ہو کر طشت میں گرے۔ اور ہر چند جس نے یہ حرکت میرے ساتھ کی۔ اور جو بانی و باعث اس کا ہوا اُس کو بخوبی جانتا ہوں۔ لیکن اے برادر میں تم کو اپنے اُس حق کی جو میرا تمہارے اوپر ہے۔ قسم دیتا ہوں۔ کہ میرے خون کے مقدمہ میں کسی سے متعرض نہ ہونا۔ میں خود بروز قیامت حق تعالےٰ سے اس کا دادخواہ ہوں گا۔ اور تم کو وصیت کرتا ہوں کہ جب روح میرے جسم سے مفارقت کرے تو تم غسل و کفن کرنا اور روا نہ رکھنا کہ میرے معاملہ میں بقدر محجمہ نکسیر کے خونریزی ہو پھر اپنے عیال و جملہ متروکات پر آنحضرتؑ کو وصی و جانشین

[۵] موروثی عداوت یہ کہ یہ جعدہ جس کا دوسرا نام اسماء ہے۔ اشعث بن قیس کی بیٹی تھی۔ جو قطعی دشمن امیر المومنین اور آنحضرتؑ کے خون میں شریک تھا۔ زندگی میں ہمیشہ اپنے اقوال و افعال سے آپ کو ایذا دیتا۔ اُم فروہ خواہر ابوبکر اس کے نکاح میں تھی ایک بھائی اسی جعدہ کا محمد بن اشعث معرکہ کربلا میں عمر سعد کے سپہ سالاروں سے تھا غرض این خانہ تمام آفتاب است کا مصداق ہے۔ ۱۲ منہ

کیا۔ اور اسرارِ امامت اُن کو تلقین فرمائے جس طرح کہ حضرت امیر المومنین نے ان سے کیا تھا اور شیعون کو آگاہی دی کہ امام زمان میرے بعد وہ ہیں۔ الحاصل امام حسینؑ نے بعد وفات حسب وصیت اُس جناب کو غسل دیا کفن کیا۔ نماز پڑھی اور جنازہ روضۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پرے گئے مروان لعین جو اُس وقت معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا۔ یہ سن کر معہ اپنے اعوان و انصار کے سوار ہوا۔ اور کہا یہ کب ہو سکتا ہے کہ عثمان مدینہ کے باہر ایک علیحدہ جگہ دفن ہو اور حسنؑ رسولؐ خدا کے پہلو میں جگہ پائیں۔ بی عایشہ غضبناک خچر پر سوار ہو کر برآمد ہوئیں اور کہتی تھیں کسی کو اختیار نہیں کہ میرے مکان میں بغیر میری مرضی کے داخل ہو۔ قریب تھا کہ فتنۂ عظیم درمیان دو قبیلہ بنی ہاشم و بنی اُمیہ کے حادث ہو کہ عبداللہ بن عباس درمیان میں آئے اور کہا اے مروان جہان سے آیا ہے واپس ہو بہ تحقیق کہ ہمارا ارادہ نہیں کہ آنحضرتؑ کو یہان دفن کریں وہ جناب حرمت روضۂ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہتر جانتے تھے۔ فتنۂ و فساد سے منع کر گئے اور اگر یہ وصیت نہ کرتے تو تجھ کو معلوم ہو جاتا کہ اس سے مانع ہونا تیری طاقت سے باہر ہے۔ پھر عایشہ سے کہا ہائے افسوس عداوت اہل بیت رسولؐ خدا میں کبھی اونٹ پر سوار ہوتی ہے۔ کبھی خچر پر چاہتی ہے کہ نور خدا کو بجھا دے۔ اور دوستان خدا سے لڑائی کرے۔ جاؤ کہ تیرا مطلب بغیر جنگ و جدل حاصل ہے اور جس بات سے ڈرتی ہے وہ یہان خود مفقود ہے باوجود اس کے بھی جنازہ کو آنحضرتؑ کے ظالمون نے تیر باران کیا۔ چنانچہ ستر تیر اُس میں سے نکلے ؎

ازواج

حضرت امام حسن علیہ السلام نے نکاح کثرت سے کئے۔ حتیٰ کہ موافق بعض روایات تعداد ازواج اُس جناب کی اڑہائی سے تین سے کو پہونچی تھی۔ لوگ راغب تھے کہ ہماری لڑکیان آپ کی زوجیت کا شرف حاصل کریں۔ چنانچہ ایک مرتبہ جو امیر المومنین نے ممبر پر اس کا تذکرہ کیا کہ حسنؑ کثرت سے طلاق دیتے ہیں اے اہل کوفہ تم اپنی لڑکیان انکو نہ دو تو کچھ لوگ اُٹھے اور عرض کی ہم کبھی اس سے انکار نہ کریں گے۔ جہان تک خواہش

کریں گے ہم اپنی لڑکیاں دیئے جائیں گے۔ یہی کافی ہے کہ وہ ایک شب فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہم بستر ہو جائیں۔

اولاد

کل پندرہ لڑکے لڑکیاں تھیں۔ زید بڑے سخی و جوانمرد تھے۔ نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ وہ اور ان کی دو بہنیں ام الحسن و ام الحسین ایک ماں ام بشیر بنت ابو مسعود انصاری کے بطن سے۔ حسن معروف بہ حسن مثنیٰ خولہ بنت منظور فرازیہ کے بطن سے معرکہ کربلا میں اپنے عم محترم امام حسینؑ کے ساتھ زخمی ہوئے۔ بعد اختتام جنگ ان کے ماموں نے اٹھایا۔ مرہم پٹی کی اچھے ہو گئے۔ ۳۵ سال کی عمر پائی۔ عمرؓ۔ قاسمؑ۔ عبداللہؓ تینوں بیٹے میدان کربلا میں جان نثار ہوئے۔ رضی اللہ عنہم۔ عبدالرحمٰنؓ۔ حسینؓ معروف حسین اثرم کیونکہ آگے کے دو دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔ طلحہؓ۔ فاطمہؓ۔ چاروں ام اسحاق بنت طلحہ کے شکم سے۔ ام عبداللہ۔ فاطمہؓ۔ ام سلمہؓ۔ رقیہؓ مختلف ماؤں سے۔

ذکر شاہ گلگوں قبا خامس آل عبا ہادی کونین امام المشرقین والمغربین حضرت ابی عبداللہ الحسینؑ امام سوم صلوات اللہ علیہ

آپ کا واقعہ نہایت درد انگیز و عبرت خیز ہے۔ جو ظلم و ستم اس امام امم پر ہوئے ابتدائے عالم سے آج تک کسی فرد بشر پر نہیں سنے گئے۔ وہ اور ان کے اعزہ و اقربا بروز عاشور تین روز کے بھوکے پیاسے کربلا کی جلتی ریتی میں العطش العطش کہتے ہوئے گوسفندان قربانی کی طرح ذبح کئے گئے۔ اور لاشے ان کے گھوڑوں کے سموں میں پامال اور سر نوک سنان پر چڑھائے گئے۔ خیموں کو لوٹ کر آگ ان میں لگا دی۔ اور اہل حرم کو اسیر کر کے بے مقنعہ و بے چادر شتران بے کجاوہ پر سوار کر کے کوفہ و شام کو لے گئے۔ اور بازاروں میں تشہیر کیا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ماہ محرم وہ مہینا تھا کہ کافر تک اس میں لڑنا حرام جانتے تھے اس امت جفا کار نے کہ مسلمان کہلاتے تھے خون

ہمارا اس میں حلال جانا اور ہتک حُرمت ہمارا کیا۔ اور ہماری عورتوں اور بچوں کو اسیر و ذلیل کیا اور کچھ رعایت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی ہمارے حق میں نہ کی تحقیق کہ مصیبت حسین ؑ نے ہماری آنکھوں کو مجروح و زخمی کیا اور آنسو ہمارے روان کئے اور ہمارے عزیزوں کو ذلیل کیا۔ زمین کربلا موجب ہمارے کرب و بلا کی ہوئی تا بروز قیامت پس رو دیں رونے والے مصیبت حسین ؑ پر کہ رونا آنحضرت پر گناہوں کو دُور کرتا ہے۔ روایت ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ نے اپنی دختر نیک اختر جناب فاطمہ ؑ کو واقعہ کربلا کی خبر دی۔ تو وہ جناب رونے لگیں اور عرض کی۔ یا ابتا یہ واقعہ جانگداز کب واقعہ ہوگا فرمایا اے فاطمہ ؑ حسین ؑ فرزند میرا شہید ہوگا۔ تو نہ میں زندہ ہوں گا نہ تم ہوگی۔ پس گریہ حضرت فاطمہ ؑ کا شدید ہوا۔ عرض کی اے پدر گرامی کون اس مظلوم کو رووے گا اور کون اس کا سوگ کرے گا۔ فرمایا اے فاطمہ ؑ کچھ عورتیں اور مرد اس اُمت کے گریہ کریں گے اس پر اور سال بسال اس کے ماتم کو زندہ کریں گے تا روز قیامت۔ اور جزا اُن کی یہ ہے کہ میں اُن کے مردوں کا شفاعت خواہ ہوں گا اور تو عورتوں کی۔ پس ہم ہاتھ اُن کا پکڑ کر داخل جنت کریں گے! اے فاطمہ ؑ ہر ایک آنکھ روز قیامت کو گریان ہوگی مگر وہ آنکھ کہ مصیبت حسین ؑ پر روئی ہوگی وہ اُس روز خندان ہوگی اور بشارت دی جائے گی ساتھ نعمات جنت کے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام بنا بر مشہور تیسری شعبان بروز پنجشنبہ سنہ ۴ ہجری پیدا ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے ان کا نام بنام پسر دوم ہارون شبیر رکھا جس کا ترجمہ زبان عربی میں حسین ؑ ہے کہتے ہیں کہ حسن ؑ حسین ؑ پہلے کسی کا نام نہیں تھا جیسا کہ محمد ؐ و علی ؑ کسی کا نام نہ تھا۔ یہ امر آنحضرت ؐ کے خصائص سے ہے پہلے عرب کے لوگ نام رکھتے۔ تو حسن ؑ بضم اول و سکون ثانی۔ و یا حسین ؑ بفتح حا و کسر سین نام کرتے تھے۔ آپ امام حسن ؑ سے دس مہینے انیس روز چھوٹے تھے۔ چھ مہینے شکم مادر میں رہے حالانکہ کوئی مولود سوائے یحییٰ ؑ و برادر اپنے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے شش ماہہ زندہ نہیں رہا نقش نگین آپ کا لا الہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ تھا اور وہ ہیں

سبط اصغر رسولؐ خدا وریحانہ علیؑ و فاطمہؑ ہیں سینہ سے قدم تک مشابہ رسولؐ خدا تھے جیسا کہ پیشتر گزرا۔ حضرت رسالتؐ مآب اپنے دو نور چشم حسنؑ و حسینؑ کو بہت دوست رکھتے تھے اور اُمت کو اُن کی دوستی کی رغبت دلاتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے۔ جس نے انکو دوست رکھا اُس نے مجھ کو اور خدا کو دوست رکھا۔ اور جس نے مجھے اور خدا کو دوست رکھا وہ ضرور بہشت میں جائے گا۔ اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اُس نے مجھ سے اور خدا سے عداوت کی۔ اور ایسے شخص کا بے شک جہنم کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں نیز وہ حضرت امام حسینؑ کو دوش مُبارک پر اُٹھاتے۔ اور فرماتے پروردگارا میں اسکو دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھ۔ منقول ہے کہ وہ حضرت امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے کہتے تھے۔ لوگو! یہ حسینؑ ہے اسے پہچانو قسم بخدائے عزّ و جل کہ میری جان اُسکے قبضہ قدرت میں ہے کہ وہ بہشت میں جائے گا اور اس کے دوست اور دوستوں کے دوست بہشت میں جائیں گے۔ نیز آپ نے فرمایا حُسَینٌ مِنّی وَاَنَا مِنْ حسینؑ کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے۔ ایک مرتبہ رسولؐ خدا نماز کو کھڑے ہوئے۔ امام حسینؑ بھی آپ کے برابر کھڑے ہوئے۔ رسولؐ اللہ نے اللہ اکبر کہا تو اُنہوں نے بھی اللہ اکبر کہا مگر زبان پر درست جاری نہ ہوا۔ اس لئے رسالتؐ پناہ نے مکرّر کہا۔ امام حسینؑ نے بھی اللہ اکبر کہا حتےٰ کہ ساتویں مرتبہ میں جاکر درست ہوا۔ پس حقتعالےٰ نے شروع نماز میں سات تکبیریں مستحب فرمائیں۔

امامت ذریتِ حسین میں قرار پائی

مناقب ابن شہر آشوب رح میں ہے کہ فاطمہؑ امام حسنؑ سے حاملہ ہوئیں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کو مبارکباد دی۔ اور کہا تمہارے لڑکا پیدا ہوگا۔ مگر جب تک میں نہ آؤں اُس کو دودھ نہ پلانا۔ یہ کہکر سفر کو تشریف لے گئے امام حسنؑ پیدا ہوئے تو جناب فاطمہؑ نے تین روز حضرت کا انتظار کیا۔ آخر شفقت مادری سے مجبور ہو کر دودھ پلا دیا۔ رسولؐ اللہ تشریف لائے تو فرمایا۔ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ بعد ازاں امام حسینؑ کا حمل رہا۔ تو پھر آپ نے اپنی بیٹی کو مبارکباد

تولد پسر کی دی اور فرمایا کہ میرا انتظار کرنا پس سفر کو گئے۔ اور امام حسینؑ آپ کی غیبت میں پیدا ہوئے۔ جناب سیدہ نے مطلق شیر ندیا۔ حضرت تشریف لائے۔ تو اپنے نور چشم کو گود میں اُٹھایا اور زبان مبارک اپنی اُن کے منہ میں پھیری امام حسینؑ اُس کو چوستے تھے۔ یہانتک کہ سیر ہوگئے۔ پھر فرمایا۔ ابی اللہ الاما ارادہ۔ وہی ہوتا ہے جو کچھ خدا چاہتا ہے۔ امامت نسل حسینؑ میں ہوگی۔ اور نیز آنحضرتؐ نے جو جو مصائب سید الشہداء اور اُن کی ذریت برگزیدہ پر گزرنے والے تھے اُن کی خبر دے کر کہا کہ حق تعالے نے اُس کے عوض امامت و وصایت کو اُس کی نسل میں قرار دیا۔ نیز فرمایا آنحضرتؐ نے الشفاء فی تربتہ والاجابتہ تحت قبتہ والائمۃ من ذریتہ کہ شفا ان کی خاک میں ہوگی اور قبول دُعا ان کے قبہ کے نیچے۔ اور امامت ان کی اولاد میں ہوگی۔

روایت ہے کہ کسی نے امام زین العابدینؑ سے کہا تمہارے باپ کے اولاد بہت کم ہوئی۔ فرمایا جس قدر ہوئی مجھکو اُسی سے تعجب ہے۔ کیونکہ وہ حضرتؑ اکثر اوقات مشغول عبادت رہتے تھے۔ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز بجالاتے تھے پھر اولاد کی کمی کیا تعجب کا مقام ہے۔ اور جمال باکمال آنحضرتؐ میں نقل ہوا ہے کہ مکان تاریک میں بیٹھتے تو نور جبین در گردن کا روشن ہوتا اور صاف نظر آتا۔

حدیث اعرابی

نقل ہے کہ ایک اعرابی اُس جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا ابن رسول اللہ میں ایک خون بہا کا ضامن ہوا ہوں اُس کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے سوال کروں۔ حضرت نے فرمایا تین مسئلے تجھ سے پوچھتا ہوں ایک کا جواب دیگا تو ثلث خون بہا دونگا۔ دو بتلائے گا تو دو ثلث۔ تینوں میں کل مال تیرے تئیں دونگا۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ آپ اور مجھ سے سوال کریں۔ فرمایا ہاں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے۔ المعروف بقدر المعرفۃ کہ آدمی سے اُسی قدر سلوک کیا جائے جتنا اُس کا علم و معرفت ہو۔ عرض کی تو جو چاہیں

پوچھیں۔ معلوم ہو گا تو جواب دوں گا ورنہ حضرت سے تحقیق ہو جائے گا فرمایا کونسا عمل
ہے کہ تمام اعمال سے بہتر ہے۔ اعرابی نے کہا ایمان لانا خدائے تعالےٰ پر۔ فرمایا مہلکوں
سے نجات کاہے سے ملتی ہے عرض کی خدا پر بھروسہ رکھنے سے۔ فرمایا آدمی کی زینت
کس چیز سے ہے۔ عرض کی علم سے جس کے ساتھ بُردباری ہو۔ فرمایا اگر یہ نہ ہو عرض
کی کہ مال ہو جس کو بذل و بخشش میں صرف کرے۔ فرمایا جو یہ بھی نہ ہو عرض کی فقیری و
مسکنت ہو صبر و قناعت کے ساتھ۔ فرمایا یہ بھی نہ ہو۔ اعرابی نے کہا تو ایک بجلی
آسمان سے گرے اور اُس کو جلا دے۔ حضرت مسکرائے۔ اور ایک کیسہ ہزار اشرفی کا
اُس کو عنایت کیا اور ایک انگوٹھی جس کا نگین دو سو درہم کا تھا اور دی اور فرمایا
یہ مال قرضخواہوں کو دینا اور انگوٹھی کو بیچکر اپنے صرف میں لاؤ۔ اعرابی نے مال اور
انگوٹھی کو لیا اور کہا اللہ بہتر جانتا ہے کہ امامت اور رسالت کس جگہ قرار دے۔

آگاہ کرنا خدائے تعالیٰ کا انبیاء سابقین و ختم المرسلین کو شہادت سیّدالشہداء علیہ السلام سے

جملہ انبیاء سابقین آدمؑ۔ نوحؑ ابراہیمؑ وغیرہم اثناء سفر میں زمین کربلا پر پہونچے۔
تو غم واندوہ اُن پر طاری ہوا۔ یا کوئی صدمہ جانکاہ یک بیک پہونچا تو اُنہوں نے
عرض کی پروردگارا یہ کونسی زمین ہے۔ کہ ہمارے رنج و مصیبت کا باعث ہوئی ارشاد
باری تعالےٰ ہوا کہ فرزند دلبند مصطفیٰ و جگر گوشہ علیؑ و زہراؑ بھوکا پیاسا یہاں شہید
ہوگا۔ پس اُنہوں نے لعنت کی قاتلان حسینؑ پر۔ گوسفندان اسمٰعیلؑ کنار فرات پر چرتی
تھیں۔ حدود کربلا میں داخل ہوئیں تو پانی پینا اور گھاس کھانا ترک کیا۔ اسمٰعیلؑ نے
حق تعالےٰ کی درگاہ میں التجا کی۔ پروردگارا میری دُنبیوں نے کیوں کھانا پینا ترک
کیا۔ حکم ہوا کہ اپنی دُنبیوں سے سوال کرو۔ وہی جواب دینگی۔ آپ نے گوسفندوں سے
سوال کیا تو بزبان فصیح گویا ہوئیں یا نبی اللہ یہ وہ سرزمین ہے۔ جہاں تمہارے
فرزند نور دیدۂ احمدؐ مختار لب تشنہ شہید ہوں گے ہم نے اس لئے کچھ کھایا پیا
نہیں تا کہ اس بھوک پیاس میں آنحضرتؐ کی پیروی کریں۔ اسمٰعیلؑ یہ معلوم کرکے گریاں

ہوے اور لعنت کی قاتلان امام حسینؑ پر۔ علی ہذا موسیٰؑ پیغمبر معہ ہارون بر لور اُس صحرا میں پہونچے۔ اور سلیمانؑ اپنے مرکب باد پا سے یہان اُترے۔ اور عیسیٰؑ اپنے حواریون کے ساتھ اس جگہ تشریف لائے تو یہ حال کلفت اشتمال اُس سرزمین مصیبت آئین کا معلوم کرکے غمگین ہوئے اور اُن ظالمون کو لعن و نفرین سے یاد کیا۔

نیز مروی ہے کہ حق تعالےٰ نے حضرت زکریاؑ کو اسماء پنجتن تعلیم کئے تو وہ حضرت ہر شدت و سختی میں ان اسماء گرامی کو پڑہا کرتے چار نام لیتے تو خوشحال ہوتے مگر پانچوان نام امام مظلوم کا ہمیشہ باعث رنج و ملال ہوتا تھا۔ عرض کی پروردگارا کیا باعث ہے کہ مَیں جب یہ نام مبارک لیتا ہون۔ تو قرین رنج و ملال ہوتا ہون۔ جواب میں کھیعص نازل ہوا یعنی مجمل قصہ شہادت کا اُن کو سمجھایا گیا کہ کاف سے کربلا مراد ہے۔ ھا سے ہلاکت ہونا عترت طاہرہ کا۔ یا سے یزید۔ عین سے عطش یعنے حال اُن کی تشنگی اور پیاس کا۔ صاد سے مراد حال صبر و رضا ان کا۔ پس زکریاؑ کو یہ حال معلوم کرکے سخت قلق ہوا اور تین روز تک مسجد سے نہ نکلے برابر روتے تھے پھر عرض کی پروردگارا مجھ کو بھی ایک فرزند عطا کر اور شیفتہ اُس کی محبت کا کر دال تا کہ میرا دل بھی آتش غم پر اسی طرح کباب ہو جیسا کہ محمد مصطفیٰ کا دل حسینؑ پر دردمند ہوگا۔ پس دعائے زکریاؑ مستجاب ہوئی۔ اور یحییٰؑ پیدا ہوئے۔ کہ وہ بھی امام مظلوم کی طرح شہید ہوئے اور سر اُن کا ایک زن بدکار کے لئے گئے اور نیز مدت حمل یحییٰؑ بھی مثل امام حسینؑ چھ ماہ ہے۔

سنّی و شیعہ نے بروایات کثیرہ نقل کیا ہے۔ کہ جبرئیلؑ نے رسول اللہؐ کو معرکۂ کربلا کی خبر دی اور خاک مقتل سید الشہداء کی آنحضرتؐ کے پاس لائے۔ وہ خاک حضرت نے اُم المومنین اُم سلمہ رضہ کے حوالے کی۔ کہ اُم سلمہ رضہ اس خاک کو اپنے پاس رکھ چھوڑ و جب دیکھو کہ خون تازہ اُس میں جوش زن ہوا تو جاننا کہ لخت جگر میرا حسینؑ بن علیؑ شہید ہوا۔ اُم سلمہ رضہ نے حسب الحکم اُس مٹی کو ایک شیشہ میں رکھ لیا۔ ہمیشہ اُس کو دیکھ لیتیں تا اینکہ ایک روز جبکہ امام آفاق طرف عراق تشریف فرما ہوئے دیکھا کہ خون اس خاک سے جاری

ہے وہی روز قتل امام تھا۔
اُمّ الفضل زوجۂ عباس بن عبدالمطلب کہتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک ٹکڑا بدن رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا جدا ہو کر میری گود میں آپڑا۔ دیکھنے سے اس خواب کے نہایت پریشان ہوئی اور آنحضرتؐ کے سامنے یہ خواب عرض کیا فرمایا اے اُمّ الفضل اچھا خواب دیکھا تم نے فاطمہؑ کے ایک لڑکا پیدا ہوگا تم اُس کو گود میں اٹھاؤ گی۔ پس امام حسینؑ پیدا ہوئے تو میں نے اُن کو گود میں لیا۔ اور خوشی خوشی رسولؐ خدا کے پاس لے گئی۔ آپ نے اُن کو لیا۔ اور پیار کرتے تھے۔ ایک ساعت کے بعد دیکھا میں نے کہ چشم مبارک سے آنسو رواں ہیں عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ روتے ہیں حالانکہ یہ مقام شادی و سرور کا ہے۔ فرمایا اے اُمّ الفضل جبرئیل میرے پاس آئے اور خبر دی کہ میری اُمت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی۔ حتےٰ کہ مجھ کو خاک سُرخ اُس کے مقتل کی دی۔ اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ اُنہوں نے کہا ہم سفر صفین میں حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ زمین کربلا پر پہونچے۔ تو آپ نے فرمایا یہ وہ زمین ہے جہاں نور العین میرا شہید ہوگا۔ پھر ایک قطعہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ یہ اُن کے اُترنے کی جگہ ہے۔ اور وہ اسباب رکھنے کی اور وہ قتل ہونے کی۔ ایک گروہ بدکار اس اُمت کا اس میدان میں اُن کو قتل کرے گا۔ زمین و آسمان اُن پر گریہ کریں گے۔

مجمل حال معرکۂ کربلاء

امام حسینؑ کی شہادت پر اہل کوفہ و دیگر شیعیان امیر المومنینؑ نے ابو عبداللہ الحسینؑ کی خدمت میں التجا کی۔ کہ آنحضرتؑ معاویہ کو خلع کر کے اپنے لئے بیعت لیں اور اُس پر اصرار کرتے تھے۔ مگر آپ نظر بمصالح اُسے قبول نہ کرتے تھے تا اینکہ وسط ماہ رجب ۶۰ھ ہجری میں معاویہ اپنے مقر و مقام کو گیا۔ اور یزید بعد اُس کی جگہ تخت خلافت پر بیٹھا۔ تو اُس نے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان اپنے چچا کے بیٹے کو کہ اُس وقت حاکم مدینہ تھا نامہ لکھا کہ حسینؑ بن علیؑ و عبدالرحمٰن بن ابی بکر و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر ان چاروں سے میرے لئے بیعت لے۔ خاص کر حضرت امام

حسین علیہ السلام کے بارے میں تاکید شدید لکھی۔ بنابر آن ولید نے رات کے وقت
آنحضرت کو بُلوا بھیجا۔ آپ مدعا ر طلب معلوم کر کے کچھ مسلح آدمی اپنے اقرباء و انصار سے
ہمراہ لے کر ولید کے مکان پر گئے وہ شرائط تعظیم بجالایا۔ پھر خط یزید کا آپ کو دیا۔
حضرت نے وہ خط پڑھکر فرمایا صبح کو ان چاروں کو بلا کر مضمون نامہ سے مطلع کر۔ اُسوقت
جو کچھ مقتضاء مصلحت ہوگا کیا جائے گا۔ بروایتے فرمایا۔ اے ولید ہم اہل بیت
نبوت و مورد وحی ورسالت ہیں نبوت ہم سے شروع ہوئی اور امامت ہم پر تمام
ہوگی یزید ایک بدکار شرابخوار آدمی ہے۔ علانیہ فسق و فجور کا مرتکب ہوتا ہے۔ میں اُس
کے ساتھ بیعت نہ کرونگا۔ یہ کہکر واپس آئے۔ عبداللہ بن زبیر تو اسی رات مکہ کو روانہ
ہوگئے۔ حضرت نے بھی خانۂ خدا سے بہتر کوئی جائے پناہ نہ دیکھی ناچار اُس طرف کا عزم
کیا پس ۲۷ رجب روز شنبہ معہ تمام عزیز و اقارب و اعوان و انصار حتیٰ کہ اہلبیت
سمیت مدینہ سے برآمد ہوئے اور حضرت موسےٰ کے بخوف فرعون مصر سے بھاگنے کو یاد
کر کے اس آیۂ شریفہ کو تلاوت کرتے تھے۔ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ
الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (ترجمہ) پس نکلے وہ یعنی موسےٰ مصر سے درانحالیکہ خائف تھے۔
اور کہتے تھے۔ اے پروردگار میری نجات دے تو مجھ کو قوم ظالمین سے۔ اُدھر اہل عراق
کو معاویہ کے مرنے کی خبر پہونچی۔ تو اُنہوں نے خطوں کا تار باندھ دیا کہ ہم خلافت
یزید پر ہرگز رضامند نہیں۔ لہذا کوئی امام و پیشوا نہیں رکھتے۔ آپ جلد اس طرف تشریف
لائیں اور ہم سے بیعت لیں۔ ورنہ فردائے قیامت حق تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا
عبداللہ بن عباس رضہ کہتے تھے کہ کوفیوں کی بات کا اعتبار نہیں حضرت متردد تھے۔ آخر
بہت غور و خوض کے بعد مسلم ابن عقیل اپنے چچازاد بھائی کو اس طرف روانہ کیا
تاکہ ان کے عقیدے کا حال دریافت کریں۔ مسلم رضہ کوفہ پہونچکر ایک شخص کے گھر میں اُترے
اور اہل کوفہ اُن کی خدمت میں آئے اور بیعت امام میں داخل ہونے لگے۔ حتیٰ کہ بروایت
ابو مخنف مؤرخ کہ خود اس عہد میں موجود تھا۔ اٹھارہ ہزار بیوفاؤں نے مسلم کے ہاتھ پر
بیعت کی۔ مسلم نے یہ تمام حال حضرت کی خدمت میں مکہ کو لکھا۔ معہذا کوفیوں کے خط

متواتر آئے یہان تک کہ ایک روز چھ سو خط ان کا پہونچا اور ایک روایت ہے کہ کل بارہ ہزار خطوط عراق سے امام آفاق کے پاس آئے۔ بنابران آپ نے پھر ابن عباسؓ سے مشورہ کیا وہ اس سفر کے برخلاف تھے۔ حضرت نے قرآن شریف سے فال لی آیۂ شریفہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ نکلی فرمایا بے شک ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔ نیز یزید پلید نے کچھ آدمی شام سے مکہ بھیجے کہ آنحضرتؑ کو موسم حج میں گرفتار کریں۔ آپ حرم خدا میں فتنہ و فساد برپا ہونے سے کراہت کرتے تھے۔ نظر برایں وجوہ عراق کا مصمم ارادہ کیا۔ اور احرام حج کو بہ نیت عمرہ منفردہ تبدیل کرکے یوم الترویہ آٹھویں ذی الحجہ مکہ سے بسمت کوفہ روان ہوئے۔ یزید کو مسلمؑ کے کوفہ جانے اور کوفیون کے اُن کے ساتھ بیعت کرنے کی خبر پہونچی۔ تو نعمان بن بشیر حاکم کوفہ کو معزول کرکے عبید اللہ بن زیاد کو اُس کی جگہ مقرر کیا۔ ابن زیاد بدنہاد نے کوفہ پہونچ کر کوفیون کو ڈرایا دھمکایا۔ تااینکہ تمام دغاباز مسلم سے پھر گئے۔ اُس ملعون نے مسلم کو پکڑ کر معہ ہانی بن عروہ کے جس کے گھر میں آخر کار مسلم پناہ گزین ہوئے تھے۔ نہایت بیدردی سے قتل کر ڈالا۔ شہادت مسلم علیہ السلام کوفہ میں بروز ترویہ جس دن کہ سید الشہدا مکہ سے روانہ ہوئے۔ واقع ہوئی۔ حدود عراق میں پہونچ کر حضرت کو کوفیون کے برگشتہ ہونے اور مسلمؑ کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا۔ تو واپسی کا ارادہ کیا مگر شہادت مقدر تھی۔ کچھ خواب اُس طرح کے دکھائی دیئے۔ جن سے ثابت ہوا کہ ہنگام موعود آن پہونچا۔ نیز ایک ہزار سوار فرستادۂ ابن زیاد حر ابن یزید ریاحی کے ساتھ آکر سدِّ راہ ہوئے۔ کتاب ارشاد میں لکھا ہے۔ کہ خبر قتل مسلم پہونچی تو حضرت نے اولادِ مسلم کیطرف دیکھکر فرمایا۔ کہ مسلم قتل ہوگئے۔ اب تمہاری کیا صلاح ہے۔ اُنہون نے کہا قسم خدا کی ہم واپس نہ ہون گے۔ جب تک اپنے باپ کے خون کا عوض نہ لیں۔ یا اس راہ میں مارے جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ لَا خَیْرَ بَعْدَ ھٰؤُلَاءِ کہ ان کے بعد لطف زندگی نہیں۔ الغرض لشکرِ کوفہ اُس قافلہ کو گھیر کر ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا تھا مگر حضرت کسی صورت اُس پر رضامند نہ تھے حتے اکہ اُن سے

رد و بدل کرتے اور راہ کوفہ سے بائیں جانب کو پھرتے پھراتے آخرکار اس زمین پر پہونچ گیئے۔جو روز ازل سے آنحضرتؐ کی اور آپ کے اصحاب اطیاب کی وعدہ گاہ مقرر ہوچکی تھی اور جسکی خاک کو خاک شفا بنتا جہان کے دفن شدہ کو بے حساب بہشت میں جانا تھا۔ پس دوسری محرم ۶۱ہجری تھی کہ فریقین وارد کربلا ہوئے۔نقل ہے کہ سردار شہداء نے پوچھا اس سرزمین کا کیا نام ہے کہا نینوا فرمایا کسی اور نام سے بھی پکاری جاتی ہو کہا کربلا بھی کہتے ہیں فرمایا۔ ارضُ کربٍ و بلاءٍ و سفکُ دماءٍ کہ یہ جائے کرب و بلا اور خونریزیون کی جگہ ہے پس حکم دیا۔کہ خیمے یہان برپا ہون۔ اور سواری سے اُترے اگلے روز تیسری محرم کو عمر سعد لعین چار ہزار نامردون کے ساتھ کوفہ سے آیا یہ عمر سعد ابن ابی وقاص صحابی کا بیٹا تھا۔ اور حکومت رے کے حاصل کرنے کے لیئے دین ایمان بیچ کر ابن زیاد کے سامنے قتل امام مظلوم کا بیڑا اُٹھا چکا تھا۔کربلا میں جو آنحضرتؐ نے اس کو متنبہ کیا کہ تو مجھ کو قتل کرکے بہت عرصہ تک گندم عراق سے سیر نہ ہوگا یعنی جلد ہی مارا جائے گا تو اس بدبخت نے براہ تمسخر کہا کہ گندم نہ ملیں گے تو جَو ہی پر گزارہ کرلون گا مگر اس بدبخت کو یہ معلوم نہ تھا۔کہ امام کے خون خواہ اسکو جلدی ہی جہنم میں پہونچا دین گے۔ نہ گندم اس کو کھانے کو ملیں گے نہ جو۔ روایت ہے کہ معرکہ کربلا سے بہت پہلے ایک بار عمر سعد نے سید الشہداء سے کہا کہ ہمارے نزدیک کچھ احمق لوگ ایسے ہیں۔ جو کہتے ہیں میں آپ کا قاتل ہون گا۔ بھلا کب ایسا ہوسکتا ہے۔حضرت نے فرمایا تھا وہ احمق بے وقوف نہیں اہل علم و معرفت ہیں۔ تجھ سے البتہ یہ حرکت صادر ہوگی۔ الّا میں اس بات سے خوش ہون کہ میرے بعد تو بھی عرصہ تک عراق کے گیہون نہ کھاسکے گا۔ اس وقت بھی حضرت نے وہی صحبت یاد دلائی۔ مگر کچھ فایدہ نہ ہوا۔غرض لشکر شقاوت اثر دن بدن بلکہ دم بدم بڑھتا اور زیادہ ہوتا جاتا تھا۔تا اینکہ کم سے کم تعداد جو صاحب ناسخ التواریخ نے معلوم کی ہے بیس۲۰ ہزار سپاہ ہے زیادہ کا کیا ٹھکانا۔ لاکھون تک بیان کیئے گئے ہیں حالانکہ انصار امام مظلوم بنا بر مشہور کل ۷۲بہتر تن تھے۔ چالیس پیادے

بتیس سوار کہ اٹھارہ مرد اُن میں بنی ہاشم اور باقی دیگر اقوام سے۔ اور سوائے نیزہ و
تیر اُن کے پاس کمتر اور کوئی ہتھیار تھا۔ عمر سعد نے وارد کربلا ہو کر آنحضرت سے
دریافت کرایا کہ کس لیئے یہاں آئے ہو اور کیا تمہارا مدعا ہے۔ آپ نے فرمایا کوفیون
نے متواتر خطوط لکھ کر مجھے طلب کیا۔ اب اگر وہ نہیں چاہتے تو میرا راستہ چھوڑ دو
جہاں سے آیا ہون چلا جاؤن گا۔ عمر نے حضرت کا یہ جواب باصواب ابن زیاد کے
پاس کو نہ لکھ بھیجا اُس بے حیا نے لکھا اب حسینؑ ہمارے پنجون سے نہیں چھوٹ سکتی
اور پسر سعد کو تاکید لکھی۔ کہ کام کو اُن کے اوپر سخت و دشوار کر اور پانی اُن پر اور اُن کے
اصحاب پر بند رکھ۔ جیسا کہ پاکیزہ و پرہیزگار عثمان پر بند کیا گیا تھا۔ بنابرین عمر سعد
نے لب دریا پر پہرے بٹھا دیئے۔ اور ساتویں تاریخ سے تو یہ تشدد کیا کہ ایک قطرہ
لشکر امام مظلوم تک جانے نہ پاتا تھا۔

مروی ہے کہ عبد اللہ بن حصین بجلی نے پکار کر کہا اے حسینؑ دیکھتے ہو کہ آب صاف
و شفاف مثل جگر آسمان موجیں مارتا ہے قسم خدا کی کہ تم کو ایک قطرہ اس سے
نہ دیں گے اور یونہیں تشنہ کام مارے جاؤ گے۔ فرمایا خداوندا اس کو پیاسا
قتل کر اور گناہ اس کا نہ بخش۔ حمید بن مسلم کہ اخبار کربلا کا بڑا راوی وہی ملعون
ہے کہتا ہے کہ بعد واقعہ کربلا میں نے ابن حصین شقی مذکور کو دیکھا کہ پانی پانی
کرتا ہے جب پانی اُس کے سامنے لے جاتے ہیں تو اتنا پیتا ہے کہ اُس کا پیٹ پھٹنے
لگتا ہے پس وہ اُسے قے کرتا ہے پھر العطش العطش پکارتا ہے حتیٰ کہ پھر پیتا
اور قے کرتا ہے یہی اُس کی حالت تھی یہاں تک کہ واصل جہنم ہوا۔ الغرض پانی
بند ہونے سے چھوٹے چھوٹے بچے اہل بیتؑ رسالت کے تڑپتے اور ایڑیاں رگڑتے
تھے مگر افواج ستم کہ اپنے تئیں مسلمان کہلاتے اور اُمت ختم المرسلین میں شمار
کرتے تھے۔ ذرا رحم نہ کھاتے تھے۔ نویں محرم کو حضرت ابو عبد اللہ الحسینؑ (روحی
فداک یا حسینؑ) ایک شتر پر سوار ہو کر ان اشرار کے نزدیک تشریف لے گئے اور
بنظر اتمام حجت فرمایا۔ ایہا الناس اگر میں تمہارے نزدیک گنہگار ہون تو اطفال

خورد سال کا کوئی قصور نہیں ان کو تو پانی دو۔ کہ پیاس کے مارے جان بلب ہیں
پھر بآواز بلند کہ تمام اشقیا نے اسے سنا فرمایا۔ لوگو تم خوب جانتے ہو۔ کہ میرے
باپ علیؑ مرتضیٰ۔ ماں فاطمہؑ زہرا۔ بھائی حسنؑ مجتبیٰ ہیں۔ اگر خدا اور رسولؐ خدا پر
کہ میرے جد امجد ہیں ایمان رکھتے ہو اور بروز قیامت ان سے اُمید وار شفاعت
ہو تو اتنا ستم مجھ پر نہ کرو۔ راستہ کھولدو۔ کہ میں حرم خدا کو چلا جاؤں تاکہ روز قیامت
تمہارے ساتھ خصومت خواہ نہ ہوں۔ اس قسم کی بہت سی پند و نصیحت کیں مگر اُن
بے دینوں پر ذرا اثر نہ ہوا۔ اُلٹا عمر سعد نے یہ کہا اے حسینؑ اگر تمام عالم آب آب
ہو جائے تب بھی تم کو پانی نہ ملے گا۔ جب تک کہ بیعت یزید میں داخل نہ ہو گے اسی
اثناء میں ابن زیاد کا ایک خط عمر سعد کے نام پہونچا۔ کہ محل و موقعہ گفتگو کا گزر گیا اب
جلد حسینؑ سے جنگ کر کے معاملہ کو یکسو کرو۔ ان کے سروں کو نیزوں پر چڑھاؤ اور جسموں
پر گھوڑے دوڑاؤ۔ بناء علیہ عمر نے حکم دیا کہ کوس جنگ بجائیں۔ پس صفوف حرب
آراستہ ہونے لگیں۔ امام اتقیاء سردار شہداء نے یہ دیکھا۔ تو عباسؑ علمدار اپنے بھائی
کو بھیجا۔ کہ اگر ہو سکے تو ایک رات کی مہلت ان جفاکاروں سے لو تاکہ شب کو دل
بھر کر عبادت خدا کر لوں۔ خدا جانتا ہے کہ میں ہمیشہ مشتاق نماز و دُعا و تلاوت قرآن
رہا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ آج رات عبادت سے وداع ہو لوں عمر سعد اسپر راضی
نہیں ہوتا تھا۔ حتے کہ اس کے لشکر سے ایک شخص نے پکار کر کہا اگر کفار ترک و
دیلم سے یہ مہلت مانگتے تو دریغ نہ کرتے حیف ہے کہ فرزند رسولؐ خدا کو ایک رات
کی مہلت نہیں دیتے۔ بارے وہ ملعون راضی ہوا۔ اور امر کیا کہ لشکر میں منادی
کردیں کہ آج کی رات حسینؑ کو مہلت دی گئی ہے۔

شب عاشورہ

رات ہوئی تو آپ نے اپنے اقرباء و اصحاب کو جمع کر کے پہلے ان کی وفاداری و
حق شناسی کی تعریف کی۔ پھر فرمایا۔ حق تعالےٰ تم کو جزاء خیر دے۔ مجھے جو صورت
پیش آئی تم دیکھ رہے ہو۔ پس تم کو بخوشی اجازت دیتا اور اپنی بیعت سے آزاد

کرتا ہون۔ پردہ ہائے شب تار چھوٹے ہوئے ہیں جدہر چاہو نکل جاؤ۔ یہ لوگ صرف مجھے
چاہتے ہیں میرے ہوتے کسی کو مطلب نہ کریں گے۔ اُس وقت عباسؑ بن امیرؑ المومنین
مع اپنے برادران میاین کے اُٹھے اور عرض کی خدا ہم کو وہ دن نہ دکھائے۔ کہ تمہارے
بعد زندہ رہیں اے سید و آقا ہمارے بتحقیق ہم اپنی جانون کو تم پر فدا کریں گے اور اِن
قدمون سے جدا نہیں ہونے کے۔ پس حضرت فرزندان مسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور
کہا شہادت مسلم رضہ تمہارے لئے بس ہے جہان چاہو چلے جاؤ۔ میری طرف سے اجازت
ہے اُنہون نے عرض کی اے فرزند رسولؐ خدا ایسا کریں گے تو لوگ ہم کو کیا کہیں گے
کہ اپنے شیخ و بزرگ سید و سردار و بہترین اعمام سبط خیر الانام کو چھوڑ جائیں۔ اور
اُس کی حمایت میں ذرا نیزہ و شمشیر کام میں نہ لائیں لا واللہ یہ کبھی ہم سے نہ ہوگا۔ ہم
ہرگز رکاب سے جدا نہ ہون گے۔ جب تک کہ اپنے عزیز جانیں آپ پر قربان نہ کرلیں
لعنت ہے اُس زندگی پر جو تم جیسے امام کے بعد ہو۔ بعد ازان مسلم بن عوسجہ اُٹھے اور
ایسے ہی کلام کئے۔ حضرت نے سب کو دعائے خیر دی۔ بروایتے ان کے مدارج و مقامات
حور و قصور جو اُن کے لئے بہشت میں مقرر تھی۔ اُن کے تئیں دکھا دیئے۔ اس سے
اُن کے عقیدے اور بھی راسخ و مستحکم ہوگئے۔ نقل ہے کہ شب عاشورہ اصحاب اطیاب
سے ایک شخص نے دوسرے کے ساتھ کچھ مزاح و دل لگی کی۔ اُس نے کہا برادر یہ
وقت ہنسی دل لگی کا نہیں۔ پہلے نے کہا کونسا وقت ہمارے واسطے خوشی و خوش طبعی کا
اس سے زیادہ ہوگا۔ جبکہ ہم کو خوب معلوم ہے کہ بہشت کے اور ہمارے درمیان
صرف موت حایل ہے اُدھر جان بدن سے نکلی اور اُدھر حوران جنت کے ساتھ
ہم کنار ہوئے۔

غرض جناب سید الشہداء اس رات کو اپنے اہل بیت کو صبر و سکون کی وصیت
فرماتے تھے۔ خاص کر اپنی خواہر گرامی زینبؑ خاتون کو کہ حالات دیکھ کر کرب و
اضطراب کی حالت میں تھیں نصیحت کی کہ بہن دنیا دار ناپایدار ہے۔ جو چیز یہان
ہے سب نیست و نابود ہو جائے گی۔ زمین آسمان جملہ اشیاء کو فنا ہے۔ سوائے

ذات باری کوئی شے باقی نہ رہیگی۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمارے باپ علیؑ مرتضیٰ اور بھائی حسنؑ مجتبیٰ اور ماں فاطمہؑ زہرا کہ مجھ سے بہتر تھے موت سے نہ بچے۔ پس اے بہن میری مصیبت پر صبر کرنا اور چاک گریبان کرنے اور مونہہ پیٹنے اور واویلا کرنے سے پرہیز کرنا۔ پھر زنان حرم کو اُس جناب کے سپرد کیا اور امام زین العابدینؑ کو کہ گوشۂ خیمہ میں بستر بیماری پر پڑے تھے۔ وصیت صبر وشکیبائی فرمائی۔ اور اپنا وصی وجانشین کرکے اسرار امامت کو اُن پر منکشف فرمایا۔ پھر باہر آکر حکم دیا۔ کہ خیموں کو باہدگر متصل کریں حتے کہ طنابیں اُن کی ایک دوسرے میں داخل ہوئیں اور ایک جانب خندق کھود واکر زائد سامان لکڑی وغیرہ اُس میں ڈلوادیا۔ تاکہ بوقت جنگ آگ لگادی جائے۔ مدعا اس سے یہ تھا کہ لڑائی ایک سمت سے ہو۔ تو دوسری طرف سے وہ جفا کار اہلبیتؑ اطہار سے متعرض نہ ہونے پائیں یہ انتظام کرکے معہ اپنے اصحاب اطیاب مشغول عبادت رب الارباب ہوئے۔ رات بھر تسبیح وتہلیل حق سبحانہٗ تعالےٰ کرتے اور دعاء واستغفار بجالاتے۔ کبھی نماز وتلاوت قرآن میں مشغول ہوتے تھے۔ پس شیعیان آنحضرت کو لازم ہے کہ شب عاشورہ کو احیا کریں اور لعن ونفرین کریں قاتلان آنحضرت اور اصحاب آنحضرت پر اور نماز و دعا تباسی آنحضرت کے رات بھر مشغول رہیں۔

روز عاشورہ

جب وہ صبح قیامت خیز نمودار ہوئی جس میں کہ اہل بیتؑ رسالت کے مردوں کو تہ تیغ ہونا اور عورتوں بچوں کو اسیر ہوکر در بدر پھرنا تھا۔ یعنی عاشور محرم روز جمعہ یا ہفتہ کا آفتاب نکلا۔ تو شاہ کم سپاہ (روحی فداہ) نے اپنے لشکر کو کہ بتیس سوار چالیس پیادہ سے زیادہ نہ تھا۔ میدان میں آراستہ کیا۔ دہنی جانب زہیر بن قین کو بائیں جانب حبیب ابن مظاہرؓ کو رکھا۔ علم لشکر اپنے برادر نامدار کو دیا۔ اُدھر عمر سعد نے میمنہ پر حجاج کو میسرہ پر شمر ذی الجوشن کو سواروں پر عروہ بن قیس کو پیادوں پر شبث بن ربعی کو مقرر کیا اور علم لشکر اپنے غلام درید نام کے ہاتھ میں دیا۔ پس سید الشہدا نے حکم دیا

کہ خندق میں آگ لگا دی جائے۔ روایت ہے کہ شمر ملعون نے یہ دیکھا تو کہا اے حسینؑ تم نے آتش جہنم سے پہلے آگ کی طرف عجلت کی فرمایا۔ اے بھیڑیں چرانیوالی کے لڑکے سزاوار جہنم تو ہے مسلم بن عوسجہ نے ارادہ کیا کہ اُس ملعون کے تیر لگائے۔ حضرت نے منع کیا۔ عرض کی یہ فاسق بڑا سرکش ہے اس وقت میرے تیر کی زد میں ہے۔ اجازت دیجئے کہ اُسے قتل کروں مگر حضرت نے قبول نہ کیا۔ اور اپنے خاندانی دستور کے موافق فرمایا۔ انا اکرہ ان ابدأ بالقتال۔ ابتداء جنگ میری طرف سے ہو میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ پس ازاں اپنے ناقہ پر سوار ہو ے۔ اور بآواز بلند فرمایا۔ ایّھا النّاس تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔ کیا تم کو میرا قتل کرنا روا ہے۔ کیا میں تمہارے نبیؐ کا نواسا کیا وصیؐ وابن عم رسول علیؑ ابن ابیطالب کا بیٹا نہیں ہوں۔ جو سب سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لائے کیا حمزہ سید الشہداء جہان وجعفر پرواز کنندہٗ جنان میرے اعمام سے نہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسولؐ اللہ نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا کہ دو نو سید وسردار جوانان بہشت ہیں قسم خدا کی میں نے ابتداء شعور سے کبھی آج تک جھوٹ نہیں بولا۔ پھر پیغمبرؐ پر کیونکر جھوٹ باندھوں گا اور جو اس کو بھی نہیں مانتے۔ تو جابرؓ انصاری ابو سعید خدری۔ سہل ساعدی۔ زید ارقمؓ۔ انس بن مالک صحابی موجود ہیں ان سے اس حدیث کی تصدیق کر لو کہ آنحضرتؐ نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں یہ ارشاد فرمایا تو کیا یہ حدیث تم کو میری ناحق خونریزی سے بھی نہیں روک سکتی۔ شمر ملعون نے یہ سُنکر کہا۔ میں نہیں جانتا کہ تم کیا کہتے ہو۔ حبیب ابن مظاہر نے کہا تو نہیں جانتا۔ کہ یہ کیا کہتے ہیں اور نہ کبھی اس کو جانے گا کیونکہ تو اُن لوگوں سے ہے جن کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے پس امام مظلوم نے فرمایا۔ کہ اور باتوں کو جانے دو۔ کیا اس میں بھی شک ہے کہ تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ قسم خدا کی مشرق سے لے کر مغرب تک ڈھونڈو گے تو میرے سوا کوئی دوسرا نبیؐ کا نواسہ نہ پاؤ گے۔ وائے ہو تم پر کیا میں نے تمہارا کوئی خون کیا ہے یا مال چھین لیا یا کسی کو تم سے مجروح کیا کہ مجھ سے قصاص کے طلبگار ہو۔ سب خاموش تھے کچھ جواب نہ دیا۔ تو آپ نے نام لے لے کر پکارنا شروع کیا کہ اے شیث بن

ربعی اے حجاز ابن الجراے قیس بن اشعث اے یزید بن الحارث کیا تم نے مجھے خطوط نہیں لکھے۔ کہ پھل پک گئے باغ سبز ہو رہے ہیں۔ یہاں آجاؤ۔ کہ لشکر ہائے آراستہ تمہاری امداد کو موجود ہیں۔ قیس بن اشعث نے کہا ہم تمہاری باتوں کا مطلب نہیں سمجھتے کہ کیا کہتے ہو اپنے برادر ابن عم (یزید) کے ساتھ بیعت کرلو۔ سب کام تمہاری مرضی کے موافق طے ہو جائیں گے۔ فرمایا قسم خدا کی میں ذلت و خواری سے بیعت نہیں کروں گا۔ اور غلاموں کی طرح کا اقرار طاعت مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ کہ یزید میرے مال و جان دین و ایمان کا مالک ہے یہ کہکر ایک آیۂ شریفہ کی تلاوت کی اور سواری سے اترے۔ راوی کہتا ہے کہ قسم خدا کی میں نے آنحضرتؑ سے پہلے نہ اس کے بعد کسی کو ایسی فصاحت سے کلام کرتے نہیں سنا۔ پس لشکر اشرار رَو کی طرح سے چلا آرہا تھا۔ جناب حر رضی نے جب دیکھا کہ یہ لوگ جنگ پر تلے ہوئے ہیں جگر گوشۂ رسولؐ خدا کو قتل کئے بغیر نہ رہیں گے۔ عمر سعد سے کہا۔ ضرور حسینؑ کے ساتھ جنگ کروگے؟ اس شقی نے کہا ہاں قسم خدا کی وہ لڑائی کروں گا جس میں ادنےٰ بات ہے کہ سر اتارے جائیں اور ہاتھ قلم ہوں۔ حر رضی نے کہا جو باتیں انہوں نے پیش کیں ان سے کسی ایک پر بھی راضی نہیں ہو سکتے۔ عمر نے کہا کہ اگر میرا اختیار ہوتا تو راضی ہو جاتا۔ مگر تیرے امیر کو اس سے انکار ہے پس حرؓ اس کے پاس سے بیٹے تو ایک مرد مرہ بن قیس نام سے جو ان کے پاس کھڑا تھا کہنے لگے۔ آج تو نے اپنے گھوڑی کو پانی نہیں پلایا۔ کہا نہیں۔ قرہ کہتا ہے مجھے حر رضی کے اس کلام سے گمان ہوا کہ معرکہ سے کنارہ کش ہوا چاہتا ہے اب لڑائی میں شریک نہیں ہونے کا۔ کاش میں جانتا کہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہے تو میں ضرور اس کے ہمراہ ہوتا۔ پس حر رضی آہستہ آہستہ آگے کو سرکنے لگے اور آثار پریشانی ان کے چہرہ سے نمودار تھے ایک شخص نے کہا اے حر رضی اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہے۔ کہا میں اپنے نفس کو جنت و جہنم میں تول رہا ہوں۔ پھر کہا قسم خدا کی جنت ہی کو اختیار کروں گا گو اس میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں۔ یا زندہ آگ میں جھونک دیا جاؤں۔ پس گھوڑے کو ایڑ لگائی اور حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا بن رسولؐ اللہ میرے ماں باپ تم پر قربان

ہون میں وہی حرؔ ہون۔ جو آپ کا راستہ روک کر حضرت کو اُس دشت بلا میں لایا میں نہ جانتا تھا۔ کہ یہ لوگ آپ کی بات نہ مانیں گے یا اس طرح سے حضرت سے پیش آئیں گے۔ یہ جانتا تو کبھی اس حرکت کا مرتکب نہ ہوتا۔ اب جو کچھ مجھ سے ظہور میں آیا اُس پر پشیمان ہون اور خدا کی درگاہ میں توبہ کرتا ہون آیا توبہ میری قبول ہو گی۔ کمال عطوفت فرمایا۔ یَتُوبُ اللّٰہُ عَلَیکَ۔ خدائے تعالےٰ توبہ تیری قبول کرے گا پھر بہ اجازت امام میدان میں آئے۔ اور کہا اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارا ماتم کریں۔ خود تم نے اس مرد صالح کو بلایا۔ کہ تمہاری حمایت میں اپنی جانیں قربان کرینگے جب وہ آئے تو چار طرف سے گھیر کر اُن کو قتل کیا چاہتے ہو۔ ملک خدا کو اُن کے اوپر تنگ کیا ہے اب تمہارے ہاتھوں میں قیدیوں کی طرح پھنسے ہوئے ہیں اپنے نفع نقصان کے مطلقاً مالک نہیں ہیں اُن پر اور اُن کی عورتوں پر اور ننھے ننھے بچون پر پانی بند کر رکھا ہے یہ آب فرات کہ یہود و نصارے و مجوس اس سے سیراب ہوتے ہیں۔ سگ و خنزیر اس میں لوٹتے ہیں مگر اُن سے دریغ رکھتے ہو۔ اہلبیت علیہم السلام رسول اللہ مارے پیاس کے مرے جاتے ہیں۔ اچھی رعایت کی رسول اللہ کی تم نے اُن کی اہلبیت کے حق میں۔ خدا تم کو بروز قیامت سیراب نکرے۔ حرؔ یہ کہکر واپس ہوئے اور عمر سعد نے میدان میں نکلکر ایک تیر لشکر امام مظلوم کی طرف پھینکا۔ اور کہا لوگو ن گواہ رہنا جس نے سب سے پہلے حسینؑ و اصحاب حسینؑ کی طرف تیر پھینکا ہے وہ یہ شقی ہے (لعنت خدا کی اُس کے اوپر) اس کے بعد اور اشقیا نے تیر چلائے اور لڑائی شروع ہو گئی پہلے ایک ایک کر کے لڑتے تھے۔ اصحاب باوفا نے وہ جوہر مردی و مردانگی کے دکھلائے کہ اُن کے افسانے روز قیامت تک زبان زد خلایق رہیں گے۔ جو شہید ہوتا بہت سے کوفیون کو فی النار کر کے ہوتا۔ مگر از بسکہ تعداد لشکر امام مظلوم نہایت قلیل تھی۔ لہذا اُن میں سے ایک بھی کم ہوتا تو کمی محسوس ہوتی۔ بخلاف لشکر عمر سعد کے کہ بوجہ کثرت کے ویسے ہی دکھائی دیتے تھے۔ بعد گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی حتےٰ کہ زوال آفتاب پر حضرت نے نماز ظہر بطریق نماز خوف ادا کی۔

اصحاب احباب جان نثار ہو چکے تو اہلبیت کی باری آئی۔ اولاد امام مظلوم حسینؑ
مجتبیٰ و اولاد امیر المومنینؑ و جعفرؓ و عقیلؓ سے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اٹھارہ کس ہمراہ
رکاب تھے جو سب کے سب شہید ہو کر زندہ جاوید ہوئے حتیٰ کہ طفل رضیع معروف
بہ علی اصغر اپنے والد والا قدر کی گود میں تیر ستم کھا تڑپا اور تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا
چنانچہ ان واقعات کی تمام دردناک تفصیلات کتب مبسوطہ میں مذکور ہیں اور سُنی
و شیعہ کی زبانوں پر مشہور و معروف۔ یہاں بہر کیف ایماً و اختصار منظور ہے غرض عصر کا وقت
تھا کہ مظلوم کربلا سید و سردار دو سرا حضرت ابو عبد اللہ الحسینؑ نے تین دن کی
بھوک پیاس میں ایک ہزار نو سو چھپن زخم خنجر و شمشیر و سنان و تیر تن اقدس پر
کھا کر عین سجدۂ نماز میں شہادت پائی۔ شمر ملعون نے بقولے خولی ملعون یزید نے
سر مبارک بدن سے جدا کیا اُس وقت باد سیاہ تیز و تند چلی۔ آفتاب کو گہن لگا
عالم تیرہ و تار ہو گیا۔ منادی غیب نے درمیان آسمان و زمین آواز دی الا قتل
الحسینؑ بکربلا۔ آگاہ ہو کہ حسینؑ کربلا میں قتل ہوئے۔ آگاہ ہو کہ حسینؑ کربلا میں ذبح
کیے گئے مگر سنگ دل کوفیوں نے بجائے اس کے کہ ڈرتے اور توبہ و استغفار کرتے باقی
شہدا کے سر جدا کیے اور لاشوں پر اُن مظلوموں کے گھوڑے دوڑائے اور خیمۂ ان کو
امام مظلوم کے لوٹ لیا کہ کسی بی بی کے سر چادر تک نہ چھوڑی۔ پسر عمر سعد نے سر اقدس
سید الشہداءؑ و سر ان سائر شہدا کہ تعداد میں بہتر تھے شمر ظالم خولی ملعون و قیس بن اشعث و
عمرو بن حجاج وغیرہ کے ساتھ اُسی روز کوفہ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس روانہ
کیے اور آپ اپنے کشتوں کے کفن دفن کے واسطے باقی روز عاشور اور گیارہ تاریخ
کی دوپہر تک کربلا میں مقیم رہا۔ پھر زنان و خواہران و دختران امام و دیگر اہلبیت
ذوی الاحترام کو شتران برہنہ پر سوار کیا اور علی ابن الحسینؑ زین العابدینؑ کو
کہ شدت مرض سے جان بلب تھے ہمراہ لیا۔ اور معہ افواج ستم وہاں سے روانہ کوفہ
ہوا۔ ان کے جانے کے بعد قوم بنی اسد سکنائے غاضریہ نے وہاں آ کر لاش ہائے
شہدا پر جن کو وہ ظالم بے کفن زمین پر پڑا چھوڑ گئے تھے نماز پڑھی اور لاشِ

اقدس کو اُسی مقام پر جہان قبہ بنا ہے۔ دفن کیا اور آپ کے زیر قدم ننھّی سی لاش علی اصغر کی رکھی اور اُسی کے متصل گڑھا کھود کر باقی شہداء کو مدفون فرمایا۔ الّا عباس علمدار کہ ذرا فاصلے سے راہ غاضریہ میں شہید ہوئے تھے وہیں اُن کو تہ خاک کیا۔

ابن زیاد بد نہاد نے اسی قتل و غارت پر اکتفا نہیں کی حکم دیا کہ بیٹیان مشکل کشا کی نواسیان رسول اللہ کی جناب زینبؑ و اُم کلثومؑ و دیگر زنان حرم برہنہ سر اُنٹوں پر سوار ہو کر بازار ہائے کوفہ میں تشہیر کرائی جائیں گلے میں سیّد سجادؑ کے طوق گران اور پاؤں میں بیڑیان پڑی تھیں۔ پائے مبارک اُس سید مظلوم کے بہ سبب پیادہ روی و برہنہ پائی کے ورم کر گئے تھے۔ انّا للّٰہ و انا الیہ راجعونؑ۔

بعد ازاں یہ لٹا گھٹا قافلہ قیدیون کا سرہائے شہدا کے ساتھ شام کو بھیجا گیا۔ وہان یزید پلید منبع فساد بانی ان تمام ظلم و بیداد کا تھا۔ اس سے کیا اُمید بہتری و بھلائی ہو سکتی ہے۔ شہر دمشق کو زینت و آئینہ بندی کا حکم ملا۔ اہل شہر نے بطور عید لباس فاخرہ پہنے خود اُس ملعون نے جشن عظیم کے رنگ پر دیوان خانے کو سجایا۔ پہلے اہل حرم و سرہائے شہداء کو نیزون پر لئے شہر میں گشت کیا پھر اُس کے دربار میں لائے۔ وہ ملعون بکبر و فرہ تخت سلطنت پر بیٹھا تھا۔ اور امام زین العابدینؑ اپنی مان بہنون اور پھپھیون کے ساتھ مثل بندیان ترک و دیلم رسن بازؤون میں بندھی سر و پا برہنہ صف بستہ اُس کے آگے کھڑے تھے۔ اور سر مُبارک سیدالشہداؑ کا لگن میں زیر تخت رکھا تھا وہ رسلیں چھڑی بید کی ہاتھ میں لئے لب و دندان مبارک پر تجخر سے مارتا اور اپنے بزرگون بدر کے کشتون کو کہ ذوالفقار حیدرؑ کرار سے فی النار ہوئے تھے۔ فخریہ یاد کرتا تھا کہ اس وقت اگر دیکھیں میں نے کس طرح اُن کا انتقام لیا۔ بارے جب ہر طرح سے اس شقی نے اپنا دل ٹھنڈا کر لیا۔ تو کچھ عرصہ بعد اسباب لوٹ کا واپس دیکر آنحضرتؑ کو مدینہ جانے کی پروانگی دی۔ ہنگام معاودت سید الساجدین کربلا میں وارد ہوئے اور سر مبارک اپنے پدر مظلوم کا جسم اقدس کے ساتھ دفن کیا۔ پھر مدینہ سکینہ میں آکر ساکن ہوئے۔ آپ مدة العمر جیسا کہ آئندہ حال پُر ملال حضرت میں ذکر ہوگا اس غم میں

رہے اور زنان بنی ہاشم نے اصلاح زینت نہیں کی جب تک مختار ابن ابی عبیدہ نے ستمگران کربلا سے ایک ایک کو قتل کیا اور سرِ نجس عبید اللہ زیاد کا مدینہ میں زین العابدین کے پاس بھیجا۔ الا لعنتہ اللہ علی القوم الظالمین۔

اسماء شہداء اہل بیت

کل شہداء اقرباء حضرت جیسا ذکر ہوا۔ اٹھارہ ہیں۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں عباسؑ عبد اللہ۔ جعفر۔ عثمان پسران امیر المومنینؑ۔ از بطن اُم البنین و عبد اللہ۔ ابو بکر پسران آنحضرتؑ از بطن لیلیٰ بنت مسعود ثقفی۔ علی۔ عبد اللہ۔ پسران امام حسینؑ۔ قاسم۔ ابو بکر عبد اللہ۔ پسران حسنؑ مجتبیٰ محمد و عون پسران عبد اللہ بن جعفرؓ عبد اللہ جعفر۔ عبد الرحمن پسران عقیل ابن ابی طالب۔ عبد اللہ بن مسلمؓ بن عقیل محمد بن سعید بن عقیلؓ یہ اٹھارہ کس ہیں سوائے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے بنی ہاشم سے برادران و پسران و برادر زادگان آنحضرتؑ اور پسران امام حضرت جعفر و عقیل کے کہ سب آپ کی پائینتوں میں دفن ہیں سوائے عباسؑ افضل الناس کے اور باقی شہداء اردگرد روضہ منورہ مدفون ہیں۔ گو قبریں ان کی ممتاز نہیں۔ الا یہ یقینی امر ہے کہ زمین حائر سب کو محیط ہے کوئی اس سے باہر نہیں۔ اور ثواب زیارت اس مقام مقدس کی بکثرت ہیں۔ حتیٰ اکہ بعض علماء نے واجب کہا ہے حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ زیارت حسینؑ بن علی علیہما السلام واجب ہے اُن لوگوں پر کہ معتقد امامت آنحضرتؑ کے ہوں نیز آنحضرتؑ سے منقول کہ ثواب زیارت روضۂ خامس آل عبا برابر ہے سو حج مبرور اور سو عمرۂ مقبول کے۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہے کہ جو کوئی زیارت کرے حسینؑ کی بعد وفات اُن کے وہ قطعی جنتی ہے۔

اولاد و ازواج

اولاد سید الشہداءؑ بنا بر مشہور میان علماء شیعہ چھ ہیں۔ علی اکبر۔ زین العابدینؑ امام چہارم کنیت ابو محمد بطن سے شاہ زنان۔ بنتِ یزدجرد بادشاہ عجم کے۔ علی اصغر کہ معرکۂ کربلا میں جہاد کرکے اپنے باپ پر جان نثار ہوئے۔ اُم لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ

بن مسعود ثقفی کے شکم سے لوگ غلطی سے ان کو علی اکبر کہتے ہیں۔ درا صل علی اکبر زین العابدین ہیں اُس وقت ۲۳ سال کے سن میں تھے۔ اور بعد حضرت کے زندہ رہے۔ اور نسل آپ کی ان سے جاری ہوئی۔ بخلاف علی بن الحسین شہید کے کہ وہ اٹھارہ سال سے زیادہ کے نہ تھے جعفر اُنہوں نے اپنے باپ کی زندگی میں قضا کی تھی۔ اور کوئی اولاد اُن سے باقی نہ رہی تھی۔ اُن کی والدہ ایک عورت تھیں قبیلہ قضاعہ سے۔ عبداللہ شیر خوارگی کے زمانے میں اپنے باپ کی گود میں تیر ستم کھا کر شہید ہوئے۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔ وہ اور سکینہ بنت الحسین ایک ماں رباب بنت امرء القیس سے اور فاطمہ بنت الحسین ان کی ماں اُم اسحاق بیٹی طلحہ بن عبید اللہ تیمی کی۔

امام چہارم علی بن الحسین زین العابدین

کُنیت ابو محمد۔ ابو الحسن۔ لقب سجاد۔ ذو الثفنات۔ سید الساجدین۔ زین العابدین وغیرہ وغیرہ۔ پدر بزرگوار سید الشہداء امام الورے الحسین بن علی۔ امیر المؤمنین۔ مادر گرامی شہر بانو شاہ زنان بنت یزدجرد شہنشاہ عجم۔ شیخ مفید رہ ارشاد میں فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین نے اپنے عہد خلافت میں حریث بن جابر جعفی کو بعض ممالک شرقی کا فرمانبردار مقرر کر کے بھیجا تھا۔ اُس نے دو لڑکیاں یزدجرد بن شہریار بن کسرےٰ نوشیروان کی حضرت کو بھیجیں۔ ایک کا نام شاہ زنان تھا جو آپ نے اپنے لخت جگر امام حسین کو عنایت کی۔ دوسری گیہان بانو محمد بن ابی بکر کو عطا ہوئی۔ شاہ زنان سے امام زین العابدین پیدا ہوئے گیہان بانو سے قاسم بن محمد بن ابی بکر۔ پس امام زین العابدین علیہ السلام قاسم بن محمد کے خلیرے بھائی ہیں۔ انہی قاسم کی دختر جناب اُم فروہ زوجہ امام محمد باقر ہیں۔ جس کے شکم سے امام بحق ناطق جعفر صادق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

ولادت باسعادت

آنحضرت کی بمقام مدینہ ۳۸ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ پس دو یا تین سال اپنے جد امجد امیر المومنین کے ساتھ رہے۔ دس سال عم نامدار حسن مجتبیٰ کی خدمت سے

فیضان صحبت حاصل کیا۔ دس سال پدر بزرگوار حسینؑ الشہید کی امامت کا زمانہ
پاکر شروع ۶۱ھ ہجری میں بعد واقعہ ہائلہ کربلا منصب امامت پر فائز ہوئے۔ اِس
کے بعد بیشتر زمانہ حیات اُس جناب کا غم والم گریہ و بکا میں گزرا وفات آنحضرتؑ
کی ۹۵ھ میں بزمانہ خلافت ولید بن عبد الملک اس کے زہر دینے سے واقعہ
ہوئی اور جنت البقیع کے مقدس مقبرہ میں جہاں عباس بن عبد المطلب عم رسول اللہؐ
اور حضرت حسنؑ مجتبیٰ پہلے سے مدفون تھے۔ اور امام محمد باقرؑ و جعفر صادقؑ بعد میں
دفن ہوئے۔ سپرد خاک کئے گئے۔ یہی ایک متبرک و مقدس جگہ ہے۔ جسے چار معصومون
کے دفن ہونے کا فخر حاصل ہے۔

چونکہ واقعہ کربلا قتل و ذبح اولاد علیؑ و فاطمہؑ و دیگر اعزہ و اقربا و تاراجی خیام
میمنت التیام۔ و اسیری اہل بیت علیہم السلام یہ تمام واقعات حضرت کی آنکھون
کے سامنے اور بعض آپ کی شرکت میں واقع ہوئے تھے۔ لہذا وہ دردناک موقعہ
ہمیشہ نصب العین رہتا اور زیادہ تر مصروف آہ و بکا رہتے۔ رات دن میں کمتر
کسی وقت اس غم سے فارغ نظر آتے۔ نقل ہے کہ ایک بار کسی نے اس شدت
گریہ پر اعتراض کیا۔ تو فرمایا اے شخص یعقوب پیغمبرؑ خدا تھے۔ اُن کے بارہ بیٹے
تھے ایک پسر اُن میں سے گم ہوگیا تھا۔ باوجودیکہ جانتے تھے۔ کہ بقید حیات ہے
پھر بھی اس قدر روئے۔ اور مضطرب و بے قرار ہوئے کہ پشت مبارک خم ہوگئی
بال سفید ہوگئے۔ نور بصارت آنکھون سے جاتا رہا۔ میں نے تو اٹھارہ اشخاص کو اپنے
خویش و اقربا، اہل بیت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرون کو بدن
سے جدا ہوتے دیکھا ہے کیا تیرا گمان ہے کہ یہ درد و الم میرے دل سے فرو
ہوگا۔ کَلا وَاللہ۔ ایسا ہو نہیں سکتا۔

منقول ہے کہ پانی آپ کے سامنے آتا تو اس قدر روتے کہ پیالہ اشکون سے پُر
ہوکر آب خالص آب مضاف بن جاتا۔ اُس وقت فرماتے ہزار حیف ہے فرزند
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و جگر گوشہ فاطمہؑ زہرا بھوکا پیاسا کنار

نہر فرات شہید ہو اور میں پانی پیوں یا کھانا کھاؤں۔ پس بہت قلیل طعام نوش جان فرماتے۔ ورنہ اکثر اوقات دنوں کو روزہ رکھتے۔ راتوں کو مشغول عبادت پروردگار رہتے۔ گلۂ گوسفند آپ نے کبھی نہ کھایا۔ کسی جانور کو ذبح ہوتے دیکھتے تو روتے روتے بے ہوش ہو جاتے۔ ایک دن اثناء راہ میں مسلخ[1] گوسفند ان سے گزر رہا ہوا تو دیکھا کہ قصاب گوسفند ذبح کرنا چاہتا ہے۔ عصا ٹیک کر وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے مرد تو نے اس جانور کو پانی بھی پلایا ہے۔ عرض کی اے مولا میرے ہم لوگوں کا دستور ہے کہ جس جانور کو ذبح کرتے ہیں پہلے آب و دانہ سے سیراب کر لیتے ہیں یہ سن کر یارائے ضبط نہ رہا۔ بے اختیار ایک آہ کا نعرہ مارا۔ کہ ہائے افسوس قصاب بھی بغیر آب و دانہ دیئے کسی جانور کو ذبح نہیں کرتے۔ وائے ہو۔ اُن سنگ دلوں پر جنہوں نے میرے باپ کو معہ اُن کے اعزہ و اقرباء کے تین دن کا بھوکا پیاسا لب دریا ذبح کیا ایک قطرہ پانی کا اُن کو نہ دیا یہ کہکر اس قدر روئے کہ روتے روتے بیہوش ہو گئے بمشکل لوگوں نے گھر پہونچایا۔

صدقۂ خفیہ

پوشیدہ خیرات کرنا اس مجمع حسنات کا معروف و مشہور ہے اور راویانِ ثقہ کی زبان پر مذکور۔ راتوں کو جبکہ لوگ سو رہتے۔ اور غُل و شور خلایق میں سکون ہوتا تو آپ جائے نماز سے اُٹھتے۔ اور گوشت نان۔ خرما۔ آرد۔ روغن وغیرہ اشیاء خوردنی سے جو کچھ گھر میں پاتے ایک بورے میں بھرتے اور پشت مبارک پر اُٹھا کر فقراء مدینہ کے گھروں پر لے جاتے اور روئے مبارک چھپا کر تقسیم فرماتے۔ بعض اوقات زنان بیوہ و اطفال خورد سال دروازوں پر منتظر کھڑے ہوتے جب حضرت علیہ السلام کو دیکھتے۔ خوشی ہو ہو کر کہتے۔ ”وہ آیا صاحب انبان“۔ احمد بن حنبل امام اہل سنت کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایسے خاندان جو اس خفیہ خیرات سے پرورش پاتے تھے۔ ایک سَو کے قریب تھے۔ کہ ہر خاندان اُن سے کئی اشخاص و افراد پر شامل تھا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت علیہ السلام کی زندگی میں کسی کو معلوم نہ ہوا

[1] بھیڑوں کے ذبح ہونے کی جگہ ۱۲

کہ یہ طعام ہر روز کہاں سے آتا ہے وفات پر لوگوں نے جانا کہ اس طعام کے پہنچانے والے وہ حضرت تھے۔ نقل ہے کہ دوش ہائے مبارک پر بوقت غسل میت گھٹے پڑے ہوئے دکھائی دیئے وہ مشک ہائے آب کے نشان تھے۔ جن میں کہ فقرا ہمسایہ کو پانی پہونچایا کرتے تھے۔ نیز پشت مبارک پر کچھ نشان نظر آئے۔ جن کو غسل دینے والا ضماد وغیرہ کا رنگ جان کر دور کرنا چاہتا تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے کہا بھائی یہ نشان انبان آرد و طعام ہیں۔ کہ پیٹھ پر رکھ کر فقرا کو پہونچاتے رہے ہیں خصائل حمیدہ سے تھا کہ موسم سرما بسر ہوتا۔ تو لباس سرما کو تصدق فرماتے۔ گرمی ہوچکتی تو اُس موسم کے کپڑے دے ڈالتے چونکہ اکثر اوقات لباس فاخرہ بیش قیمت ہوتا کسی نے عرض کی۔ اگر یہ پارچے فروخت ہوکر ان کی قیمت تصدق کی جائے۔ تو زیادہ نفع ہو۔ فرمایا میں یہ پارچہ جس میں عبادت خدا بجالایا فروخت نہیں کرنے کا۔

آپ کی فیاضی فراخ حوصلگی سے ایک یہ ہے کہ زید بن اُسامہ بروایتے محمد بن اسامہ بن زید آزاد کردۂ رسول اللہ کی وفات کا وقت آیا تو رونے لگے۔ سید سجاد علیہ السلام سرہانے بیٹھے تھے فرمایا کیوں روتے ہو۔ عرض کی پندرہ ۱۵ ہزار دینار کے قرضے کا بار سر پر لئے جاتا ہوں۔ کوئی صورت اس کے ادا ہونے کی نہیں پاتا۔ فرمایا گریہ نکرو۔ اُس کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے۔ تم اُس سے بری ہو۔ اس کے بعد وہ بھاری قرضہ اپنے مال سے ادا کر دیا۔

عبادت

عبادت کی یہ کیفیت تھی۔ کہ نماز کے واسطے وضو کرتے تو رنگ چہرۂ مبارک کا زرد ہوجاتا تھا۔ نماز کو کھڑے ہوتے تو بید کی طرح تھر تھر کانپتے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا۔ خدائے ذوالجلال کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ نہ معلوم کہ عبادت میرے لائق پسند درگاہ ہو یا نہ ہو۔

نماز پڑھتے وقت اس طرح اُس میں محو و مستغرق ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی مطلق

خبر نہ رہتی۔ ایک بار گھر میں آگ لگ گئی اور خبر تک نہ ہوئی۔ طفل خورد سال (محمد باقرؑ) چاہ خانہ میں گرا۔ گھر میں شور و غل ہوا مگر جب تک نماز بشرائط و آداب اُس کے فارغ نہ ہولئے۔ فرزند کے نکالنے کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ نماز آپکی وداع کرنے والے کی نماز ہوا کرتی تھی۔ کہ گویا یہ آخری نماز ہے۔ اس کے بعد اور نماز نہیں پڑھ سکیں گے۔ ہر شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز کا معمول تھا۔ ایک مرتبہ شیطان لعین سانپ بن کر آیا اور عین نماز میں انگشت پائے مبارک میں کاٹا ذرا پرواہ نکی۔ بعد ختم نماز اُس کو جھڑکا کہ دور ہو ملعون میرے پاس سے۔ اس وقت ہاتف غیب کی آواز آئی۔ "انت زین العابدین"۔ تم ہو زینت عابد و نکی۔

امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میرے باپ یاد خدا کرتے تو اُس پر سجدۂ شکر بجالاتے۔ کوئی آیہ سجدۂ قرآن سے تلاوت فرماتے۔ تو سجدہ ضرور فرماتے۔ حق تعالےٰ کوئی بلا آنحضرتؑ سے دفع کرتا تو سجدہ بجالاتے۔ کوئی نعمت عطا کرتا تو سجدہ کرتے۔ نماز سے فارغ ہوتے۔ تو سجدۂ شکر کرتے۔ دو مومنوں کے درمیان صلح کراتے تو سجدہ بجالاتے۔ پس اثر سجود تمام اعضاء سجود اُس جناب پر ظاہر و آشکار تھا۔ اس لئے آپ کو سجادؑ کہتے تھے۔ نیز سجدہ کی زیادتی سے پیشانی نورانی پر آمدگی پیدا ہو گئی تھی جس کو سال میں دو بار ترشواتے۔ اسی سبب سے آپ کا لقب ذُوا الثفنات ہو گیا تھا کنیز خادمۂ آنجناب سے کیفیت عبادت آپ کی دریافت کی گئی تو اُس نے کہا مختصر کہوں یا طول دوں کہا اختصار بہرحال مطلوب ہے کنیز نے کہا تو مختصر تو یہ ہے کہ کبھی دن کو آپ کے لئے کھانا نہیں لیگئی۔ اور کسی رات کو بستر استراحت نہیں بچھایا مدعا یہ کہ دائم الاوقات دن کو روزے سے ہوتے۔ رات کو عبادت پروردگار میں بسر فرماتے تھے۔

حلم

ایک رات سے گزر رہے تھے کچھ لوگ آپ کی مذمت میں مشغول تھے۔ سُن کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا اگر جو کچھ تم کہتے ہو درست ہے تو حق تعالےٰ میری

وجہ تسمیہ زین العابدین

وجہ تسمیہ سجاد و ذو الثفنات

مغفرت کرے۔ دروغ ہے تو تم کو بخشے۔ ایک بدبخت نے روبرو بُرا کہا۔ نہایت حلم سے سُن کر اعراض کیا اور مُنہ اُس کی طرف سے پھیر لیا اُس نے کہا میں تم ہی کو بُرا کہتا ہون۔ فرمایا۔ عَنْكَ اُعْرِضُ۔ مین تجھ ہی سے اعراض کرتا ہون۔ اس مین آیۂ شریفہ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ سے لطیف اقتباس کیا ہے۔

ایکبار مونھ ہاتھ دھورہے تھے۔ خادم ہاتھ مین آفتابہ لیئے پانی ڈال رہا تھا۔ کہ ناگاہ حالت غنودگی اُس پر طاری ہوئی . . . .
. . . . اور لوٹا ہاتھ سے چھوٹ کر روئے مبارک پر لگا۔ اور روئے انور کو مجروح کیا۔ نظر اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا۔ وہ مارے خوف کے کانپنے لگا۔ جلدی مین اور کچھ نہ سوجھا۔ اس آیۂ شریفہ کی تلاوت کی۔ اَلْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ یعنے حق تعالےٰ فرماتا ہے ضبط کرنے والے اور دبانے والے غصّہ کے۔ فرمایا۔ كَظَمْتُ غَيْظِیْ۔ مین نے اپنے غصّہ کو دبا لیا۔ اُس نے کہا۔ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ معاف کرنے والے آدمیون کے۔ ارشاد کیا۔ قَدْ عَفَوْتُ عَنْكَ مین نے تجھ کو بخش دیا۔ اُس نے کہا۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والون کو۔ فرمایا۔ احسان تیرے اوپر یہ کیا۔ کہ تجھے آزاد کر دیا راہ خدا مین۔ پس وُہ غفلت شعار بجائے اس کے کہ بوجہ ہاتھ سے لوٹا چھوٹنے کے مستوجب سزا ہوتا۔ قید غلامی سے آزاد ہو گیا۔

دلایل امامت اُس جناب سے یہ ہے کہ حضرت سید الشہدا نے اپنے بعد اپنا وصی و جانشین مقرر کیا اور بعد شہادت جب سفر شام سے مدینہ میں واپس آئے تو جناب اُم سلمہ رضہ زوجۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ تبرکات جو اُن کے پاس بصیغۂ امامت رکھے ہوئے تھے طلب کئے اُنہون نے بلا عذر و تکرار تمام آنحضرت ع کے حوالے کیئے۔

دیگر۔ محمد بن حنفیہ رضہ اپنے برادر زادے کے ساتھ امر امامت مین نزاع و تکرار پیش آئے تو فرمایا۔ اے عمو خدا سے ڈرو۔ اور جس امر مین تمہارا کوئی حق و حصّہ خدا

کیطرف مقرر نہیں اس کے درپے نہ ہو۔ تم کو امامت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میرے
پدر بزرگوار نے بوقت توجہ بجانب عراق مجھ کو اپنا وصی و جانشین مقرر کیا تھا
اگر تم اس کو قبول نہیں کرتے۔ تو میرے اور تمہارے درمیان حجر اسود حکم ہے۔ وہ
جس کی امامت پر گواہی دیگا وہی امام ہوگا۔ یہ کہکر حجر اسود کے نزدیک جو دیوار
خانہ کعبہ میں نصب ہے تشریف لے گئے۔ اول ابن حنفیہ نے اُس کو آواز دی مگر
کچھ جواب نہ آیا۔ فرمایا اے چچا اگر تم امام ہوتے تو حجر مقرر تمہارے ساتھ ہمکلام
ہوتا پس خود خطاب کیا کہ اے حجر میں تجھ سے اُس خدائے عزوجل کا جس نے
میثاق انبیاء و غیر انبیاء کو تیرے درمیان ودیعت رکھا۔ واسطہ دیکر پوچھتا ہوں
کہ امامت بعد حسینؑ شہید کس کا حق ہے۔ بمجرد اس کلام کے حجر میں حرکت پیدا ہوئی
حتےٰ کہ قریب تھا۔ کہ اپنے محل و مقام سے اُکھڑ جائے۔ پھر بزبان عربی فصیح بولا۔ کہ
وصایت و امامت بعد حسین بن علی علیہما السّلام علیؑ بن الحسینؑ کا حق ہے پس محمدؒ
واپس ہوئے۔ درانحالیکہ امام زین العابدینؑ کی امامت کے اقرار کرنیوالے تھے۔

حجر اسود نے آپ کی امامت کی گواہی دی

بعض علمائے شیعہ نے لکھا ہے کہ یہ انکار و اقرار محمد بن حنفیہ کا بظاہر واسطہ احقاق
حق و اظہار اہل مستحقِ امامت کے تھا تاکہ ظاہر ہو جائے کہ امام انام وہ جناب ہیں۔ نہ
یہ کہ واقعہ میں آپ کی امامت کے قائل نہیں تھے۔

سعید بن مسیب کہتا ہے کہ مجھکو کمال آرزو تھی۔ کہ کسی وقت مسجد رسولؐ اللہ کو خالی
پاؤں اور دو رکعت نماز تنہائی میں اُس کے اندر پڑھوں۔ بروز وفات سیدالساجدینؑ
جبکہ ہر ادنے و اعلےٰ نیک و بد صغیر و کبیر آنحضرتؑ کے جنازے پر حاضر ہوئے۔ تو میں نے
اس موقعہ کو غنیمت جانا اور دوڑا ہوا مسجد میں آیا اور نماز شروع کی۔ ابھی شروع
ہی کی تھی کہ ایک آواز تکبیر کی جانب آسمان سے ایک جانب زمین سے بلند ہوئی
تا اینکہ ثبات تکبیر ونکی آواز پیہم آئی میں یہ صدائیں سن کر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔
تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو لوگ اُس وقت جنازے سے واپس آ گئے تھے۔ پس مجھ کو
نہ دو رکعت نماز خالی مسجد میں نصیب ہوئی اور نماز جنازہ آنحضرت صلوات اللہ علیہ

میں شریک ہو سکا۔

امام پنجم محمدؑ بن علیؑ الباقر علیہ السلام

اسم شریف محمد۔ کنیت ابو جعفر۔ لقب باقر۔ شاکر۔ ہادی وغیرہ پدر بزرگوار علی ابن الحسینؑ مادر گرامی اُم عبد اللہ فاطمہ بنت الحسن المجتبیٰ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اول ہاشمی وعلوی ہیں کہ ہاشمی وعلوی ماں باپ سے پیدا ہوئے۔ ولادت باسعادت ۳ صفر ۵۷ھ بمقام مدینہ طیبہ ہوئی۔ اور وہیں بماہ ذی الحجہ ۱۱۴ھ ہجری ابراہیم بن ولید کے زہر سے شہادت پائی۔ آپ کو بموجب وصیت پیراہن شریف میں جس میں نماز پڑھتے تھے۔ کفن کیا اور جنت البقیع میں جیساکہ پیشتر مذکور ہوا۔ پہلوئے پدر عالیقدر میں دفن ہوئے ؛؛

اولاد امجاد

ابو عبد اللہ جعفرؑ صادق جن سے کنیت آپ کی ابو جعفر ہوئی۔ عبد اللہ یہ دونو بطن اُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر سے۔ اور عبید اللہ و ابراہیم کہ بچپن میں فوت ہوئے اُم حکیم بنت اسید بن مغیرہ ثقفیہ سے۔ علی۔ زینب۔ اُم سلمہ اُمہات اولاد سے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ آپ کے صرف ایک دختر تھی جس کا نام زینب تھا اُنہی کی کنیت اُم سلمہ تھی۔ رنگ روئے مبارک گندم گون۔ قد میانہ نقش خاتم رب لاتذرنی فرداً۔ شاعر و مداح کمیت شاعر و سید حمیری۔ حاجب جابر بن یزید جعفی۔

ملاقات جابر بن عبد اللہ انصاری با امام محمد باقرؑ

سنی وشیعہ نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابر بن عبد اللہ انصاری کو خبر دی تھی کہ اے جابر زمانۂ حیات تمہارا دراز ہوگا۔ حتیٰ کہ تم میرے فرزند حسینؑ کی اولاد سے ایک پسر محمدؑ بن علیؑ ابن الحسینؑ کے ساتھ ملاقات کروگے جب اُن سے ملو تو سلام میرا اُن کو پہونچانا۔ جناب باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بچپن ہی میں ایک بار جابر انصاری کے گھر گیا۔ اور سلام کیا اُن

کے اوپر جابر نے جو اُس وقت نابینا تھے۔ کہا کون ہے۔ میں نے کہا۔ محمد بن علیؑ
بن الحسینؑ۔ کہا اے فرزند میرے پاس آؤ۔ میں آگے گیا تو میرے ہاتھ اپنے
ہاتھوں میں لیکر بوسہ دیا۔ پاؤں بھی چومنا چاہتے تھے۔ میں یہ دیکھ کر پیچھے کو ہٹا
کہا اے فرزند رسولؐ خدا تم کو سلام پہونچاتے ہیں۔ میں نے کہا وعلی رسولؐ اللہ
السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ رسولؐ اللہ پر بھی سلام ہو۔ اور رحمت خدا اور اُسکی
برکتیں۔ آپ کا مُدعا اس کلام سے کیا ہے۔ فرمایا اے فرزند میں ایک روز خدمت
بابرکت حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں حاضر ہوا۔ اُس وقت امام حسینؑ
آپ کی گود میں کھیل رہے تھے۔ فرمایا اے جابر میرے اس فرزند حسینؑ کے ایک
پسر بنام علی بن الحسینؑ ہوگا روز قیامت منادی آواز دے گا کہ کہاں ہے سید
و سردار عابدون کا اُس دم علیؑ بیٹا حسینؑ کا سامنے آوے گا۔ اُس کا بیٹا محمدؑ باقر
علوم ہوگا۔ اے جابر تو باقرؑ کو ادراک کرے گا جب یہ موقعہ پیش آوے۔ تو میرا
سلام اُن کو پہونچانا۔ اور آگاہ رہو کہ اس واقعہ کے بعد بہت عرصہ تک تو دنیا میں
نرہے گا۔ راوی کہتا ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ اس صحبت کے تین دن بعد جابر انصاری رضی
اللہ عنہ نے دُنیا سے کوچ کیا۔ ابن شہر آشوب علیہ الرّحمۃ اپنے مناقب میں لکھتے
ہیں کہ جابر مسجد رسولؐ اللہ میں پکار پکار کر کہتے تھے اے باقرؑ اے باقر علوم۔ اہل مدینہ
یہ سُن کر کہتے کہ جابر کے بتقاضا طول عُمر حواس قایم نہیں رہے۔ ہذیان بولتے ہیں جابر
نے یہ سُنا تو کہا لا واللہ میرا یہ کلام بدحواسی کا نتیجہ نہیں میں نے رسولؐ اللہ
صلّی اللہ علیہ وآلہ سے سُنا ہے کہ اے جابر تو میری اہلبیت سے ایک مرد کو
ادراک کرے گا۔ جو علوم کو شگافتہ کرے گا۔ اور مسایل مُشکلہ کو حلّ فرمائے گا۔
خواجہ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمۃ نے کتاب اوصاف الاشراف میں نقل کیا ہے کہ
جابر خدمت پیشوائی کونین محمّد بن علی بن الحسینؑ میں مشرّف ہوئے تو آپ نے
فرمایا۔ اے جابر کیا حال ہے تمہارا۔ جابر بسکہ ضعف پیری میں مبتلا تھے۔ کہنے لگے
اے مولا میری وہ حالت ہے کہ پیری کو جوانی پر۔ بیماری کو تندرستی پر۔ موت کو

حیات پر ترجیح دیتا ہون۔ امام علیہ السلام نے اُن کو متنبہ کیا۔ کہ ہمارا تو یہ حال نہیں ہم تو اگر خدائے تعالےٰ بڑھاپا دے۔ اُس کو ترجیح دیتے ہیں۔ جوانی عنایت کرے تو اُس کو چاہیے۔ موت دے۔ چاہے زندہ رکھے۔ بیمار کرے یا شفا بخشے جس حال میں وہ رکھے ہمارے نزدیک وہی راجح ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جابر مقام صبر میں تھے۔ امام باقرؑ نے اُن کو باوجود کم سنی کے تسلیم ورضا کیطرف ہدایت کی۔ جابر نے یہ کلام آنحضرتؑ کا سُنا تو کہا صدق رسول اللہؐ حَیثُ قَالَ اِنَّکَ سَتُدرِکُ مِنْ اَولَادِی مَن اِسمہ اِسمِی یبقر العلوم بقرا کہ درست کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اے جابر تو عنقریب میری اولاد سے ایک شخص کو اوراک کرے گا جو میرا ہمنام ہوگا وہ شگافندۂ علوم ہوگا۔

امامت آنحضرتؑ

شیخ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ محمد باقرؑ اپنے بھائیون اولاد علیؑ ابن الحسینؑ سے ازروئے علم وفضیلت تقوےٰ وطہارت فائق تھے۔ آپ کی جلالت شان ورفعت مکان سنّی وشیعہ سب کے نزدیک مسلّم ومقبول ہے۔ علم دین تفسیر قرآن اور فنون حکمت اور خداشناسی ومعرفت جو آنحضرتؑ سے ظاہر ہوئی۔ اولاد امام حسنؑ وامام حسینؑ سے کسی ایک سے ظاہر نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ بقایائے صحابہ ورؤساء تابعین اور فقہاء مسلمین نے آنحضرتؑ سے علوم حاصل کئے اور آپ کی فقہ وفضیلت کا اعتراف فرمایا۔ عبداللہ بن عطاءؑ رکمّی کہتا ہے کہ میں نے کسی کے آگے عالمون کو ایسا حقیر وصغیر نہیں پایا۔ جیسا کہ ابوجعفر محمد باقرؑ کے آگے۔ بتحقیق کہ حکم بن عتبہ باوجود اپنے اس بلند رتبہ کے جو لوگون میں اُسکو حاصل تھا جب آنحضرتؑ کے سامنے بیٹھتا۔ تو ایسا معلوم ہوتا۔ جیسا کہ طفل مکتب اپنے معلم کے آگے۔ جابر بن یزید جعفی جب آنحضرتؑ سے کوئی حدیث نقل کرتے۔ تو اس طرح کہتے۔

حَدَّثَنِی وَصِیُّ الاوصیاء وارثِ علم الانبیاء محمدؐ بن علیؑ بن الحسینؑ
کہ بیان کیا ہے اس کو مجھ سے اوصیاء کے وصی نبیون کے اعلم کے وارث حضرت
امام محمد باقر علیہ السلام نے۔ آپ کا قول تھا کہ ہم خزانہ علم الہی و والیان امر خدا ہیں
زمین و آسمان میں مگر وہ خزانے سونے اور چاندی کے نہیں علم کے ہیں علم کے۔
نیز آنحضرتؑ نے فرمایا۔ کہ جب میں تم سے کوئی حدیث بلا ذکر سند بیان کرون۔ تو
اُس کی سند میرے باپ زین العابدینؑ ہیں اپنے باپ حسینؑ بن علیؑ سے اور
علی ابن ابی طالب علیہ السلام اس کے ناقل ہیں اپنے برادر ابن عم مصطفیٰ رسولؐ خدا
سے اور وہ حضرت جبرئیلؑ امین سے اور وہ حضرت رب العالمین سے۔
محمدؐ بن منکدر نے کہا کہ منتہائے فضیلت جناب زین العابدین علیہ السلام سے
جس پر کہ وہ فائز تھے۔ میں خیال کرتا تھا کہ اُن کی اولاد سے کوئی اُن کا جانشین
نہ ہوسکے گا۔ تا اینکہ محمد باقرؑ کو دیکھا بتحقیق موسم گرما میں ایک روز بیرون مدینہ
ایک سمت کو جارہا تھا۔ اُس وقت امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ دو غلامون کے
اوپر سہارا دیئے کہیں جارہے ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ شیوخ قریش سے ایک
شخص اس حالت میں طلب دنیا میں مشغول ہے۔ جاؤن اس کو نصیحت کرون
پس آگے جاکر سلام کیا کبیدگی کے ساتھ جواب سلام دیا۔ حالانکہ عرق جسم مبارک
سے ٹپک رہا تھا میں نے کہا اصلحک اللہ۔ حیرت ہے کہ آپ بزرگ قریش ہوکر اس
وقت طلب دنیا میں مشغول ہیں اگر بالفرض اس وقت موت آئے تو کیسی بڑی بات
ہے یہ سنکر بالکل غلامون کے کندھون سے اُٹھالئے اور سر و قد راستا ہوگئے
اور فرمایا قسم بخدا کہ اس وقت موت آئے۔ تو میرے واسطے بہت اچھا ہے کیونکہ
ایک طاعت ایسی طاعات خدا سے مصروف ہون۔ جاتا ہون کہ اپنے تئیں اور
اپنے عیال کو تجھ جیسون کے آگے سوال کرنے سے باز رکھون۔ یعنی میرا یہ جانا
فکر معاش کی خاطر ہے ڈر اس وقت تھا کہ معصیت خدا میں مصروف ہوتا۔ میں
نے کہا اصلحک اللہ میں آیا تھا کہ آپ کو نصیحت کرون۔ مگر تم نے مجھکو نصیحت کی

ابو بصیر نے کہ اصحاب اطیاب سے تھے۔عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ آپ کے جد
امجد رسولؐ خدا کو تمام انبیا کے علوم و کمالات میراث میں پہونچے تھے۔کیا آپکو
بھی وہ تمام کمالات حاصل ہیں۔فرمایا ہان۔عرض کی تم مردون کو زندہ کور مادر
زاد و مبروص کو شفا دے سکتے ہو اور لوگون کو جو کچھ وہ گھر دن کے اندر کھائیں
اور جو ذخیرہ کریں۔اُس کی خبر دے سکتے ہو فرمایا ہان باذن خدا یہ سب باتیں
ہو سکتی ہیں یہ کہکر فرمایا۔اے ابو بصیر ذرا میرے نزدیک آؤ۔ابو بصیر (نابینا)
تھے۔آپ کے قریب گئے دست مُبارک اپنا اُن کے موُنھ پر پھیرا۔فوراً آنکھیں
روشن ہو گئیں بحدیکہ زمین آسمان کوہ و صحرا اُن کو دکھائی دینے لگا۔پھر فرمایا
اے ابو بصیر چاہتے ہو کہ اسی طرح بینا رہو۔اور بروز قیامت تمہارے ساتھ
ویسا ہی سلوک ہو جیسا کہ عام لوگون کے ساتھ ہو گا یا جیسے نابینا تھے ویسے ہی
ہو جاؤ۔اور ہمارے ساتھ بیحساب داخل جنّت ہو۔ابو بصیر نے کہا یا ابن رسولؐ
اللہ میں بیحساب جنت کو چاہتا ہون پس دوبارہ دست مُبارک اُن کے چہرہ پر پھیرا۔
ویسے ہی ہو گئے۔جیسے کہ تھے۔

جابر جعفی کہتے ہیں کہ سفر حج میں ایک مرتبہ میں ہمراہ رکاب تھا۔رات کو
چلتے چلتے سحر کا وقت نمودار ہوا تو مجھ کو فرمایا۔سواری سے اُترو۔خود بھی پیادہ
ہوئے اور ایک ریتلی زمین میں جاکر دست مبارک سے ریتہ کو دہنی بائیں طرف
ہٹایا اور دُعا کرتے جاتے تھے۔کہ خداوندا ہم کو پانی عطا کر تا کہ پیئیں اور طہارت
کریں ناگہان ایک سنگ سفید مُربع شکل کا ریتے کے نیچے سے نمودار ہوا اُسکو
اُٹھایا تو چشمۂ آب اُس کے نیچے سے جوش زنان دکھائی دیا۔تھوڑا سا اُس میں سے
نوش کیا۔پھر وضو فرمایا۔اور وہان سے روانہ ہوئے حتےٰ کہ ایک نخلستان میں پہنچے۔
تو صبح ہو گئی تھی۔ایک درخت خشک کھجور کا تھا۔اُس کے نیچے جاکر فرمایا۔اے درخت
خرما ہم کو اپنے اُس ذخیرے سے جو حق تعالےٰ نے تیرے اندر ودیعت رکھا ہے
خرمائے تازہ دے پس دیکھا میں نے کہ برگ و بار اُس میں نکل آئے اور شاخیں

ہماری طرف جھکیں حتیٰ کہ ہم اُن سے خُرما توڑ توڑ کر کھاتے تھے یہاں تک کہ سیر ہو گئے۔ایک اعرابی کھڑا ہوا۔یہ ماجرے دیکھ رہا تھا۔بولا میں نے آج تک ایساجادوگر نہیں دیکھا۔فرمایا اے اعرابی اس کو جادو نہ کہو۔ہم اہل بیتؑ رسالت ہیں۔ہم میں کوئی ساحر نہیں ہوتا۔ہمیں اسماء اعظم الہی یاد ہیں۔اُسی کے ذریعہ سے حق تعالےٰ سے سوال کرتے ہیں عطا فرماتا ہے۔دُعا کرتے ہیں۔قبول ہوتی ہے۔

ملاقات آنحضرتؑ با راہب نصرانی دیرانی

قطب راوندی علیہ الرحمۃ نے خرائج وجرائح میں جناب صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا کہ عبدالملک بن مروان بروایتے ہشام بن عبدالملک نے عامل مدینہ کو لکھ کر میرے پدر عالی قدر کو شام میں بلوایا۔میں بھی آنحضرتؑ کے ساتھ گیا۔اثناء سفر میں جب ہمارا گزر مدین شعیب نبی پر ہوا۔تو ایک صومعہ عظیم الشان وہاں نظر آیا اُس کے دروازے پر بہت سے نصارے خشن لباس بالوں کے پہنے ہوئے جمع تھے حضرتؑ نے وہاں توقف کیا۔اور لباس پاکیزہ پہن کر مجھ کو ساتھ لئے اُن کی مجلس میں داخل ہوئے۔تھوڑی دیر میں دروازہ دیر کا کھُلا۔ایک پیرمرد نصرانی کہ غایت پیری سے اُس کے ابروؤں کے بال اس کی آنکھوں پر لٹکتے تھے۔وہاں سے برآمد ہوا۔ہر ایک کو غور سے دیکھتا تھا میرے باپ پر نظر پڑی تو کہا تم ہمارے گروہ سے ہو۔یا اُس اُمّت مرحومہ سے۔کہا میں مسلمان ہوں۔راہب نے کہا۔علماء سے ہو یا جاہلوں سے۔فرمایا میں جاہل نہیں راہب نے کہا تو مجھے تم سے ایک سوال کرنا ہے۔فرمایا دریافت کر جو کچھ کہ چاہے کہا بہشت میں لوگ نعمات کھائیں گے تو کیا وہ نعمتیں کم ہوں گی۔فرمایا نہیں۔عرض کی اس کی کوئی مثال دُنیا میں بیان کیجئے۔فرمایا۔دُنیا میں اس کی مثال کتب آسمانی توریت انجیل۔زبور۔فرقان ہیں کہ جتنا چاہو اُن سے علوم اخذ کرو۔مگر اُن میں کمی نہ ہوگی کہا راست کہتے ہو۔تم ضرور اہل علم سے ہو۔اب یہ فرمایئے کہ اہل جنّت جو کھائیں گے

اُن کو حاجت بول و غائط کی ہو گی یا نہ ہو گی فرمایا نہیں عرض کی یہ کیسے فرمایا جیسا کہ بچہ ماں کے پیٹ میں کھاتا پیتا ہے مگر پیشاب پاخانہ اس سے جدا نہیں ہوتا۔ پوچھا کلید ہائے در جنت چاندی کی ہے یا سونے کی۔ فرمایا چاندی کی نہ سونے کی۔ دروازہ جنت کی کنجی زبان مومن کی ہے جیسے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں جس وقت مومن یہ کہے گا۔ دروازہ جنت کا فوراً اُس کی خاطر کھل جائے گا۔ عرض کی اب ایک اور سوال آخری باقی ہے حکم ہو تو اُس کو بھی دریافت کر لوں۔ ارشاد کیا جو چاہے۔ پوچھ عرض کی خبر دیجیے اُن دو شخصوں کی بابت جو ایک روز ایک وقت دنیا میں پیدا ہوئے اور ایک ہی وقت دونوں نے وفات پائی۔ باوجود اس کے ایک کی عمر پچاس برس دوسرے کی ایک سو پچاس سال کی ہوئی یہ کیا راز ہے فرمایا وہ عزیر و عزرہ دو برادران حقیقی پسران شرحیا ہیں کہ ایک دن توام پیدا ہوئے۔ عزیر کو حق تعالیٰ نے درجہ رفیعہ نبوت پر پہونچایا۔ پس تیس سال تک دونوں بھائی باہم رہے اس کے بعد عزیر ایک روز اپنے حمار پر سوار ایک قریہ سے گزرے کہ باشندے وہاں کے قہر الٰہی میں ہلاک ہو گئے تھے۔ وہاں ایک باغ پُر از انگور و انجیر تازہ تھا۔ عزیر نے کچھ انجیر و انگور کھائے۔ اور کچھ اپنے پاس رکھ لیے۔ پھر ایک مقام پر آرام کے لئے لیٹ گئے۔ اور گدھے کو چھوڑ دیا۔ اُن کی عادت تھی کہ مسائل مشکلہ قضا و قدر خیر و شر و حشر و نشر میں تامل و غور کیا کرتے۔ اُس وقت بھی وہ اُن لوگوں کے ہلاک ہونے اور پھر بروز قیامت محشور ہونے میں فکر کرنے لگے۔ حق تعالیٰ نے فوراً اُن کی روح قبض کی مگر اُن کے جسم کو آدمیوں کی آنکھوں اور گوشت کو درندہ جانوروں سے محفوظ فرمایا۔ اور اُن کا طعام بدستور رہنے دیا۔ ہاں حمار سواری کا مر کر اُس کی ہڈیاں تک گل گئی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد ایک بادشاہ نے اس قریہ کو پھر آباد کیا۔ مگر عزیر اسی حالت میں پڑے سو رہے تھے۔ حتیٰ کہ بعد گزرنے عرصہ سو سال کے۔ دوبارہ اُن کے جسم میں روح پھونکی گئی اور ایک فرشتے نے حاضر ہو کر کہا۔ کم لبثت۔ اے عزیر تم کتنے عرصہ تک سوتے رہے۔ عزیر نے ادھر اُدھر دیکھ کر کہا لبثت یوماً او بعض

قصہ عزیر نبی

یوم - ایک دن یا اس سے کم تر - قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ - فرشتے نے کہا نہیں تم سو سال کامل سوتے رہے اپنے کھانے پینے کی چیزون کو دیکھو کہ ہنوز خراب نہیں ہوئیں - اور استخوان بوسیدہ حمار کو دیکھو کہ کس طرح رگ و پے درست ہوتے اور گوشت اُن پر چڑھتا جاتا ہے عزیز نے کہا اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ - مجھ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ تمام چیزون پر قادر ہے - پس اپنے گدہے پر سوار ہوکر گھر کو واپس ہوئے اور تیس سال اپنے بھائی کے ساتھ زندہ رہکر دونو نے ایک ساتھ وفات پائی - کلام امام علیہ السلام اُس مقام تک پہونچا تھا - کہ نصرانی غش کھاکر گر پڑا حضرت زبان سے اُٹھکر اپنے منزل پر آئے - تھوڑی دیر میں پادری کو ہوش آیا تو اپنے ساتھیون سمیت حاضر خدمت ہوا اور کلمہ طیبہ زبان پر جاری کر کے مسلمان ہو گیا ہو

امام ششم جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام

اپنے باپ کے بعد ان کے وصی و جانشین و خلیفہ قائم بامر امامت ہوئے کیونکہ اپنے تمام بھائیون رشتہ دارون سے علم فضیلت میں زیادہ - جلالت قدر رفعت شان علو مکان میں فائق تھے - سنی شیعہ دونون نے آپ کی کمال نقاہت کا اعتراف کیا ہے - اور مختلف علوم آپ سے حاصل کئے - آپ کے مناقب زبان زد خلائق ہیں اور ذکر خیر عالم میں مشہور و معروف ہے - اہل حدیث نے راویان حضرت کا شمار کیا تو اُن کے ثقہ لوگون کی تعداد با وصف اختلاف عقاید چار ہزار کو پہونچی چار سے کتابیں اصول حدیث کی وہ ہیں جو اصحاب اطیاب آنجناب سے زمانہ میں یادگار ہیں - پس امامت آنحضرت کی آفتاب سے زیادہ روشن و آشکار ہے کسیکو اس میں جائے دم زدن و انکار نہیں -

ولادت باسعادت بمقام مدینہ ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ اور وفات ماہ شوال ۱۴۸ھ میں ہے بنابریں سن شریف ۶۵ سال اور اگر بجائے ۸۳ھ سال ولادت

سنہ ۸۳ھ میں پس کہ یہ قول زیادہ تر اہل سنت کا ہے تو اڑسٹھ ۶۸ سال کی عمر
ہوتی ہو کیونکہ سال وفات بالاتفاق ۱۴۸ھ ہجری ہے۔ بہر کیف جناب صادق ع
نے جملہ آئمہ کرام بلکہ چہاردہ معصوم علیہم السلام سے زیادہ عمر پائی۔ والدہ گرامی
جیسا کہ بیشتر مذکور ہوا۔ جناب اُم فردہ دُختر قاسم بن محمد پڑوتی خلیفہ اول سفیان
کی نہایت نیک سیرت و باخدا بی بی تھیں۔ اور مانند اپنے جدّ بزرگوار محمد بن ابی بکر
کے نور ایمان سے آراستہ اور باپ اُن کے قاسم یعنی نانا جناب صادق ع کے
مخصوصان و معتمدان جناب زین العابدین علیہ السلام سے ایک تھے۔ اسم سامی
جعفر۔ کنیت ابو عبد اللہ۔ القاب ہمایون صابر۔ فاضل۔ طاہر وغیرہ مگر مشہور خاص
و عام میں صادق ہے۔ روایت ہے کہ ابو خالد کابلی نے امام ہمام زین العابدین ع
سے کہا آپ کے بعد امام کون ہوگا۔ فرمایا نور نظر میرا محمد باقر شگافندۂ علوم عرض
کی ان کے بعد کون فرمایا۔ بیٹا محمد ع باقر کا جعفر صادق ع۔ عرض کی قربان ہوں آپ پر
یا ابن رسول اللہ آپ سب کے سب صادق ہیں۔ پھر آپ کا خاص لقب صادق ع
کیوں ہوا۔ فرمایا مجھ کو اپنے پدر بزرگوار سے اور اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم سے پہونچا ہے کہ میرے فرزند جعفر بن محمد بن علی ع بن الحسین ع کو صادق کہو۔
کیونکہ اُس کی پانچویں پشت میں ایک اور جعفر پیدا ہوگا جو بدروغ دعوے امامت
کرے گا وہ خدا کے نزدیک جعفر کذاب ہوگا۔ یہ کہکر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
گریان ہوئے۔ اور فرمایا گویا میں دیکھتا ہوں۔ کہ اُس نے خلیفۂ عہد کو برانگیختہ کیا ہے۔
کہ صاحب العصر ع کو جو حفظ و امان الٰہی میں پوشیدہ ہوگا تجسس کرے۔

وجوہ علم و معرفت آنحضرت

خاصہ و عامہ نے بروایات متعددہ نقل کیا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے
فرمایا۔ ہمارا علم غابر و مزبور ہے غابر سے مراد علم آیندہ کا۔ اور مزبور سے گزشتہ
کا ہے نیز فرمایا۔ کہ نکت فی القلوب (دلوں میں خدا کی طرف سے الہام ہونا) اور
نقر فی الاسماع (ملائکہ کا کان میں کہدینا) ہے۔ مدعا یہ کہ ہم کو امور آیندہ و گزشتہ

کا علم حاصل ہوتا ہے اور ذریعہ اس کا یہ ہے کہ یا تو براہ راست حق تعالےٰ کیطرف سے دل میں القا ہوتا ہے یا کوئی فرشتہ بغیر اس کے کہ دکھائی دے۔ کان میں کہدیتا ہے۔ نیز حضرت نے فرمایا کہ ہمارے پاس جفر سفید ہے۔ وہ ایک ظرف ہے جس میں توریت زبور انجیل وغیرہ صحف آسمانی کہ انبیاء سابق پر نازل ہوئے۔ بند رہتے ہیں۔ اور جفر سرخ ہے وہ ایک صندوق حاوی سلاح رسولؐ اللہ کا ہے۔ جس کو حضرت صاحب الامر مہدی علیہ السّلام کھولیں گے۔ اور کفّار فجّار کو اُن کے ساتھ قتل کریں گے۔ نیز جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے پاس صحیفہ جامعہ ہے۔ وہ ایک مکتوب ہے بقدر پوست گاؤ کے عرض میں طول اُس کا ستر ہاتھ کا ہے دست ہائے مبارک رسولؐ اللہ سے۔ حضرت رسولؐ خدا اُس کو بتائے گئے ہیں اور جناب امیر المومنینؑ علی مرتضیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اس میں عام احکام و جملہ حلال و حرام جن کی خلائق کو ضرورت پڑتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک خراش کی پاداش اور ایک تازیانہ و نصف تازیانہ کی سزا اُس میں مذکور ہے۔ نیز حضرت نے فرمایا۔ کہ ہمارے پاس مصحف فاطمہؑ ہے اور شرح اس کی یوں ارشاد فرمائی۔ کہ جناب فاطمہؑ حضرت رسولؐ خدا کے بعد پچہتّر روز دُنیا میں زندہ رہیں اس عرصہ میں سخت غم و اندوہ بسبب مفارقت پدر بزرگوار کے آنحضرت پر طاری رہتا تھا جبرئیلؑ امین جانب ربّ العالمین سے آکر اُنکی تعزیت و تسلّی فرماتے اور حال رسولؐ اللہ کے قیام و مقام کا اُن سے بیان کرتے۔ اور اُن کی ذرّیت کے آئندہ حالات اور حادثات و واقعات عالم قیامت تک کے اُن کی مشغولیٔ خاطر کے لئے نقل فرماتے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام ان تمام کو قلم بند کرتے۔ تا اینکہ رفتہ رفتہ وہ ایک کتاب حجم میں قرآن شریف سے زیادہ بن گئی۔ اس میں حلال و حرام کا ذکر مطلق نہیں۔ فقط آئندہ واقعات لکھے گئے ہیں اور روز قیامت تک جس قدر سلاطین فرمانروا روئے زمین پر ہونے والے ہیں۔ اُن کے نام مذکور ہیں۔

مدائح آنحضرتؑ از زبانِ اغیار

مالک بن انس کہ سنیون کے چار امامون میں سے ایک ہیں۔ اور بقول اُن کے آپکی شاگردی کا فخر رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی شخص۔ علم۔ فضیلت۔ زہد۔ عبادت تقویٰ۔ پرہیزگاری میں جعفر صادقؑ سے بڑھکر نہیں دیکھا۔ حاضر خدمت ہوتا تو محبت فرماتے اور کہتے اے مالک ہم تجھ کو دوست رکھتے ہیں۔ میں مسرور ہوتا اور حمد خدا بجالاتا۔ آپ کبھی تین حال سے خالی نہ ہوتے۔ دن کو روزے سے ہوتے۔ رات کو مصروف عبادت پروردگار۔ ذکر خدا ہر وقت زبان پر جاری تھا۔ وہ حضرت بزرگان عبّاد و اکابر زہاد سے تھے۔ کہ ہمیشہ خوف و خشیہ خدا ملحوظ رہتا۔ اور کثیر الحدیث تھے اہل مجلس سے کثرت سے احادیث بیان کرتے۔ اور کشادہ پیشانی رہنا اور زیادہ رسائی کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ باوجود اس کے جب قال رسول اللہ کہتے۔ تو رنگ مبارک متغیر ہوکر کبھی سبز گاہے زرد ہو جاتا۔ بحدیکہ جو لوگ اچھی طرح آپ کو جانتے تھے پہچان نہ سکتے تھے۔ نقل ہے کہ ایک روز دو للّٰہ اسے عصائے مبارک حضرت رسولؐ خدا ہاتھ میں لئے برآمد ہوئے۔ ابوحنیفہ حاضر درگاہ تھا۔ اُس کو معلوم ہوا۔ کہ عصا رسولؐ اللہ ہے۔ تو اپنی جگہ سے اُٹھکر عصا کو چومنے اور شرائط تعظیم بجالانے لگے۔ حضرت نے یہ دیکھا تو آستین دستِ مُبارک سے سر کائی۔ اور فرمایا۔ اے ابوحنیفہ تم خوب جانتے ہو۔ کہ یہ گوشت پوست رسول اللہ کے گوشت پوست سے ہے کیا وجہ ہے کہ تمنے کبھی اسکی اس قدر تعظیم نہیں کی جتنی کہ اس عصا کی کرتے ہو۔ امام صاحب کو کچھ جواب نہ آیا۔ خاموش ہوگئے۔

روایت لیث بن سعد

ملّا جامی شواہد النبوۃ میں اور جناب علی بن عیسیٰ الاربلی کشف الغمۃ میں لیث بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ اُس نے کہا میں موسم حج میں مکہ میں تھا۔ ایک روز بعد نماز عصر سیر کرتا کرتا کوہ ابوقبیس پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہاں ایک بزرگ رو بقبلہ بیٹھے دُعا کرتے ہیں۔ پس آپ نے کہا یا ربّ یا ربّ جتنے کہ سانس منقطع ہوگیا پھر کہا یا ربّاہ یا ربّاہ۔ بقدر درازی ایک سانس کے۔ پھر یا حیُّ

یاحیؔ بقدر ایک سانس کے پھر یا اللہ یا اللہ بقدر ایک سانس۔ پھر یا رحیم یا رحیم بقدر ایک سانس کے۔ پھر عرض کی پروردگارا مجھ کو انگور تازہ مرغوب ہے عطا فرما۔ اور بار الہا میری دو چادریں احرام کی کہنہ ہو گئی ہیں۔ نئی چادریں مرحمت کر لبت کہتے ہیں کہ ہنوز یہ دعا تمام نہ ہوئی تھی۔ کہ دیکھا میں نے کہ ایک سبد انگور تازہ کا اور دو چادریں نئی غیب سے آپ کے سامنے آکر رکھی گئیں۔ حالانکہ وہ موسم انگور کا نہ تھا۔ آپ نے انگور کھانے شروع کئے تو میں نے آگے بڑھکر عرض کی مجھ کو بھی اس میں شریک کیجئے۔ فرمایا کس لئے عرض کی جب حضور دعا کرتے تھے تو میں آمین کہتا تھا۔ فرمایا آگے آ۔ اور جس قدر خواہش ہو نوش کر۔ مگر اپنے پاس کچھ ذخیرہ نہ کیجیو۔ میں کھانے لگا۔ انگور بے دانے نہایت ہی لطیف و نفیس تھے۔ کہ کبھی پہلے ویسے نہ کھائے تھے۔ دیگر یہ کہ ہم دونو کھا کر سیر ہو گئے۔ مگر ٹوکرے میں ذرا کمی نہ آئی۔ بعد ازاں فرمایا کہ ان دو چادروں سے جو پسند ہو لے لے۔ میں نے کہا مجھ کو ان کی حاجت نہیں آپ نے ایک چادر نیچے بجائے تہ بند کے باندھی اور دوسری کو اوپر لیا۔ اور پرانی چادریں ہاتھ میں لئے پہاڑ سے اُترے۔ سعی کے مقام میں درمیان صفا و مروہ تشریف لائے تو ایک مرد نے کہا یا ابن رسول اللہ مجھے کپڑا پہناؤ۔ خدا تمہیں کپڑا پہنائے۔ آپ نے وہ دونو چادریں اُس کو دیدیں میں نے اُس مرد کے پاس جا کر پوچھا۔ کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ اُس نے کہا تو نہیں جانتا۔ جعفر بن محمدؑ صادق۔ پس میں نے بہت کوشش کی کہ خدمت میں حاضر ہو کر اخذ حدیث کروں مگر ممکن نہ ہوا۔

جناب صادق علیہ السلام ۱۱۴ھ ہجری میں بعد وفات اپنے والد ماجد جناب باقر علیہ السلام کے رتبہ جلیلہ امامت پر فائز ہوئے۔ وہ زمانہ بنی اُمیہ کے انحطاط و ادبار کا تھا۔ خلفاء صوبجات کی بغاوتوں کے فرو کرنے اور خانہ جنگیوں کے دبانے میں مصروف تھے۔ اس لئے آنحضرتؑ کو خاصی مُہلت مل گئی کہ دل کھولکر اپنے آباء طاہرین کے علوم دُنیا میں پھیلانے اور مسلمانوں کو طریقۂ حقہ اہل بیت پر بلانے میں

مصروف ہوئے مگر یہ فارغ البالی بہت مدت تک نرہی ۱۳۲ھ ہجری میں زمانے
نے دوسرا پلٹا کھایا۔ بنی اُمیہ کا خاتمہ ہو کر عباسیون کی باری آئی۔ مروان
حمار (حماقت کی وجہ سے) آخر خلفائے اموی قتل ہوا۔ اور ابوالعباس سفاح (خونریزی
وقتل سے) عباسی کے ساتھ بیعت ہوئی۔ اُس نے حضرت کو مدینہ سے عراق میں بُلوایا۔
مگر معجزات باہرات اُس سرور عالم کے دیکھکر جرأت نہ ہوئی کہ کوئی گزند جانی
آپ کو پہونچائے۔ ایذا دہی کر کے مدینہ کو واپس بھیجا۔ ۱۳۶ھ ہجری میں سفاح
کے مرنے پر منصور دوانقی اُس کے بھائی نے خلافت کی باگ ہاتھ میں لی۔ یہ
سفاح سے بھی زیادہ تند خو سفاک بے باک تھا۔ اس مردود سے بجد تکلیفیں آنحضرت
کو پہونچیں۔ کثرت اتباع وشیعہ آنجناب کی خبر پاکر براہ حسد آپ کو بغداد میں بلواتا
رہا۔ اور ارادہ آپ کے قتل کا رکھتا تھا۔ مگر ہر مرتبہ معجزہ عظیم دیکھ کر اور بزرگی و
کرامت مشاہدہ کر کے ڈر جاتا تا۔ اور اپنے ارادہ سے باز رہتا۔ حتےٰ کہ اسی کی زہر
خورانی سے آپ نے شہادت پائی۔

منصور کے آپ کے ساتھ سلوک

ایک مرتبہ ربیع حاجب کو بلا کر کہا آج میرا مصمم ارادہ ہے کہ جعفر بن محمدؐ کو
قتل کرون۔ تو اسی وقت جا اور جس حال میں ہون اُن کو میرے پاس لے آ۔ اُس
روز وہ قصر احمر میں بیٹھا تھا اور دستور تھا کہ جب کوئی خونریزی کرنی ہوتی
تو اس محل میں بیٹھتا۔ اور اُس دن کا نام روز ذبح ہوتا تھا۔ ربیع کہتا ہے کہ اسکا
یہ نافرجام کلام سُنکر مجھ کو صدمۂ عظیم ہوا دل میں سوچتا تھا۔ کہ اگر بہ تعمیل اس کے
حکم کے آپ کو حاضر کرتا ہون تو قتل امام کا وبال سر پہ لیتا ہون۔ اور آخرت
میری برباد جاتی ہے۔ حکم نہیں مانتا تو بال بچّون سمیت مجھ کو مروا ڈالے گا۔ اور
مال واسباب سب لوٹ لیگا۔ پس اس وقت میرا دل ڈانوان ڈول تھا۔ آخر
دُنیائے دون کو آخرت پر اختیار کیا۔ اور اپنے بیٹے محمدؐ کو کہا۔ کہ مقام قیام پر جا کر
جس حالت میں ہون۔ حضرت کو یہان لے آ۔ محمد گیا۔ اور پشت خانہ سے زینہ لگا۔

بام پر چڑھا اور گھر میں اُترا تو دیکھا کہ حضرت پیرہن کہنہ پہنے رومال کمر سے باندھے مصروف عبادت ہیں۔ میں نے آگے جاکر کہا جلد چلیئے خلیفہ نے آپ کو بلایا ہے۔ یہ سُن کر آیہ شریفہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کی تلاوت کی پھر فرمایا۔ اس قدر مہلت دے۔ کہ غسل کر کے لباس تبدیل کر لون۔ کہا نہیں خلیفہ کا حکم ہے کہ جس حال میں ہیں اُس میں لے چلون۔ غرض بجبر اُس برگزیدہ امام کو مصلّے پر سے اُٹھایا۔ اور سر و پا برہنہ لے چلا آپ حسرت سے دیکھتے اور خاموش ہو جاتے ضعف و نقاہت کا یہ حال تھا کہ راہ چلنا دشوار تھا کیونکہ سن مبارک اُس وقت ستر سال کے قریب پہونچا تھا۔ اس صورت سے قصر نحس منصور تک پہونچے۔ یہ وہ وقت تھا۔ جبکہ وہ مردود بیٹھا کہہ رہا تھا کہ رات تمام ہوئی جاتی ہے جعفر ابھی تک نہیں آئے۔ یہ سن کر ربیع دروازہ پر آیا جب اس صورت سے حضرت کو دیکھا تو سر جھکا لیا اور حال زار شید ابرار پر بہت رویا۔ فرمایا۔ اے ربیع تو ہم کو پہچانتا ہے۔ فرمایا اتنی مہلت دے کہ دو رکعت نماز بجا لاؤن۔ ربیع نے کہا پڑھ ہو اور ہر چند منصور چیختا چلاتا رہا۔ مگر حضرت نے نماز اور اُس کے بعد کی دُعا باطمینان پڑھی۔ پھر داخل خانہ منصور ہوئے۔ صحن میں پہونچکر ایک اور دعا پڑھی۔ منصور کے سامنے گئے۔ تو وہ آگ بگولا ہو گیا۔ اور کچھ مصنوعی خطوط حضرت کے سامنے ڈالکر بولا۔ اے اولاد ابو طالب تم براہ حسد عباسیون کے خلل و خرابی چاہتے ہو فرمایا جو کچھ تو کہتا ہے دُرست نہیں۔ میں نے کبھی کوئی حرکت ایسی نہیں کی نہ کسی کو خط لکھا۔ ہم کو خلافت کی خواہش نہیں توکل پر ہمارا مدار ہے جبکہ عالم جوانی میں بنی اُمیّہ کے عہد میں ایسا ارادہ نہ کیا۔ تو اب بنی عباس کے کاروبار میں کیون خلل ڈالنے لگا تھا۔ بنی اُمیہ کے متواتر ظلمون سے روتے روتے اب تک ہماری آنکھیں خشک نہیں ہوئیں۔ یہ فرمایا اور رقت آپ پر طاری ہو گئی۔ مگر منصور مقہور پر ذرا اثر اس گریہ وزاری کا نہ ہوا۔ وہ ویسا ہی شدت غیظ و غضب میں ہونٹ چباتا تھا تا اینکہ بارادہ قتل اُس جناب کے تلوار میان سے کھینچ لی ربیع کہتا ہے کہ میں یہ حال دیکھ کر بیتاب ہو گیا۔ دل میں کہتا تھا۔ کہ ابھی تلوار لے کر آپ کے ٹکڑے

گر ڈالون۔ اور بہت پشیمان تھا کہ کیون اس وقت آنحضرتؑ کو بلوایا بارے یک بیک اس سنگدل کی حالت میں انقلاب ہوا۔ یا تو قتل اُس جناب پر تلا ہوا تھا۔ یا نہایت نرمی و آہستگی سے بولا دُرست ہے یا ابن رسول اللہ جو کچھ آپ کہتے ہیں۔ درست ہی خطا میری ہی جانب سے تھی۔ یہ کہا اور دست مبارک پکڑ کر مسند پر اپنے پاس آپ کو بٹھا لیا۔ اور غالیہ دان خاص اپنا منگوا کر ریش مبارک کو اُس سے خوشبو کیا اور مجھ سے کہا کہ اسپِ خاصہ میری سواری کا زین کراؤ۔ تا کہ آپ اسپر سوار ہو کر اپنے مکان کو واپس جائیں۔ اور دس ہزار درہم اُن کو دئے اور کہا تو خود ہمراہ جا کر بعزت و حرمت پہونچا آ۔ پس حضرت وہان سے خوشی خوشی نکلے راستے میں میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ اثر اُن دعاؤن کا ہے۔ جو حضور نے نماز کے بعد اور پھر صحن میں پہونچکر پڑہیں۔ فرمایا ہان پہلی دُعاء کرب و شدائد ہے۔ دوسری وہ دُعا ہے۔ جو حضرت رسولِ خدا نے بروز احزاب پڑھی تھی۔ اگر منصور کی ناراضگی کا خیال نہ ہوتا۔ تو یہ تمام روپیہ تجھکو دے دیتا۔ مگر اب وہ مزرعہ ہمارا کہ مدینہ میں ہے اور جس کی قیمت تو دس ہزار درہم دیتا تھا۔ اور ہم نے نہیں دیا تھا۔ تجھ کو بخشتا ہون۔ میں نے کہا یا ابن رسول اللہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں وہ دونو دعائے تلقین فرمایئے فرمایا ہم اہلبیتؑ رسالتؑ جو دیتے ہیں۔ اُس کو واپس نہیں لیتے مکان پر پہونچکر دونون دُعائیں بھی لکھدیں۔ اور سندِ زمین بھی عطا کی۔ ربیع کہتا ہے کہ خدمت سے جدا ہو کر میں منصور کے پاس آیا اور اُس سے سبب اس غیظ و غضب کا اور اُس کے بعد اس لطف و عنایت کا آنحضرتؑ کی نسبت دریافت کیا۔ اُس نے کہا ہر چند یہ بات قابل بیان نہ تھی کیونکہ شیعون کو معلوم ہوگی تو ایک اور تازہ حجۃ اُن کو ہاتھ آئے گی مگر چونکہ تیرے ساتھ معاملہ واحد ہے اس لئے تجھے دیتا ہون۔ بتحقیق کہ جس وقت میں نے جعفر کے قتل کرنے کو تلوار میان سے نکالی۔ تو رسول اللہ مجھ کو نظر آئے۔ کہ بار وئے قہر آلود ایک حربہ ہاتھ میں لئے فرماتے ہیں۔ اگر جعفر کو زیادہ ستاویگا تو اس حربہ سے تجھ کو ہلاک کرون گا۔

ازواج

جناب امام صادق علیہ السلام کے صرف ایک بی بی فاطمہ بنت حسینؑ بن امام زین العابدین و بقولے فاطمہ بیٹی حسین اثرم بن حسن مثنیٰ ابن حسنؑ مجتبیٰ کی تھیں اُن کے سوا کنیزیں تھیں مگر منکوحہ بی بی بنا بر مشہور کوئی اور نہ تھی۔

اولاد

اسمٰعیل۔ عبداللہ۔ اُم فروہ۔ یہ تینوں شکم فاطمہ مذکور سے۔ موسیٰؑ کاظم۔ اسحاق موتمن۔ محمد دیباج۔ بطن جناب حمیدۂ مصفا ام ولد سے۔ عباس علی۔ اسماء فاطمہ۔ دیگر اُمہات اولاد سے۔

ساتویں امام موسیٰ کاظم صلوات اللہ علیہ

نام موسےؑ۔ کنیت ابوابراہیم۔ ابوالحسن۔ ابوعلی۔ لقب کاظم۔ صابر۔ امین۔ عبد صالح۔ نفس زکیہ وغیرہ۔ مگر مشہور اُن سے کاظم ہے۔ بیٹے حضرت جعفر صادق علیہ السّلام کے مادر گرامی اُم ولد حمیدہ بربریہ بقولے اندلسیہ کہ حمیدۂ مصفاۃ کے لقب سے مشہور تھیں مقام ابوا میں جو ایک منزل ہے۔ درمیان مکہ و مدینہ کی تاریخ ۷ رصفر ۱۲۸ھ بقولے ۱۲۹ھ کو پیدا ہوئے اور ماہ رجب ۱۸۳ھ بمقام بغداد شہادت پائی۔ سن شریف ۵۵ سال کا ہوا۔ بیس سال کے تھے کہ درجہ رفیعہ امامت پر فائز ہوئے۔ اسوقت منصور عباسی خلیفہ تھا اس کے بعد اس کا بیٹا مہدی پھر ہادی و بعد ازاں ہارون رشید خلیفہ ہوا۔ اُسی کا زمانہ تھا۔ کہ اس کے حکم سے سندی بن شاہک کوتوال بغداد نے زہر کھلا کر شہید کیا۔ لعنت خدا ہو حاکم و محکوم دونو پر۔ حلیہ مبارک رنگ گندم گوں قد میانہ۔ ریش گنجان۔ نقش نگین بقول امام رضاؑ حسبی اللہ و بروایت۔ دیگر الملک للّٰہ وحدہٗ

امامت آنحضرتؑ

وقت وفات جناب امام صادق علیہ السّلام بوجہ تسلّط و تغلّب منصور دوانقی

کے اہلبیتؑ اظہار پر مصیبت کا زمانہ اور سخت خوف خطرہ کا وقت تھا۔ حضرتؑ کو
شہید کرکے وہ مردود نگران تھا۔ کہ کون آپ کے بعد آپ کا وصیؑ و مرجع خلایق
ہوتا ہے۔ اسی خیال سے حضرتؑ نے بھی وصایت میں موسیٰؑ کاظم کے ساتھ عبید اللہ
اپنے بیٹے اور خود منصور مردود اور حمیدہ مصفّاۃ کو شامل فرمایا تھا تاکہ اُس کو موقعہ
ایذارسانی کا نہ ملے۔ لیکن جاننے والے جان گئے تھے۔ کہ عبید اللہ صاحب علم و فضیلت
نہیں۔ حمیدہ و منصور کا ذکر صرف تمہید و توطیہ کے طور بغرض دفع ضرر ہے۔ مقصود فقط
موسیٰؑ کاظم ہیں۔

روایت ہشام بن سالم

ہشام بن سالم کہتے ہیں کہ بعد وفات جناب صادقؑ بزرگان شیعہ نہایت پریشان
تھے۔ میں اور محمد بن نعمان معروف بہ مومن الطاق مدینہ میں تھے۔ کہ ہم نے سُنا کہ لوگ
عبید اللہ بن جعفر کے نزدیک جمع ہوتے ہیں۔ لاجرم ہم بھی اُن کے پاس گئے۔ دیکھا
کہ بہت سے آدمی اُن کو اُن کے وصی جان کر حلقہ کئے ہیں۔ ہم نے براہ امتحان پوچھا
یا سیدی زکوٰۃ کتنے مال پر واجب ہوتی ہے عبید اللہ نے کہا دوسو درہم پر پانچ
درہم۔ ہم نے کہا اور سو درہم پر۔ کہا اڑھائی درہم۔ اسی سے ہم کو اُن کا مبلغ علم
دریافت ہوگیا۔ کیونکہ درحقیقت دوسو درہم اولی ترین نصاب زکوٰۃ ہے۔ اس سے
کمتر پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ پس ہم وہاں سے اُٹھے۔ اور کچھ نہ سوجھتا تھا کہ کدھر
جائیں کبھی کہتے تھے زیدیوں میں مل جائیں۔ کبھی معتزلہ کبھی قدریّہ و مرجیہ کا
خیال آتا تھا۔ اسی سرگردانی میں ایک کوچہ میں کھڑے روتے۔ اور اشکوں سے
موںھ دھوتے تھے۔ کہ امام حقیقی تک رسائی نہ ہوئی۔ اب کیا کریں۔ اسی اثنا میں
ایک پیر مرد میری نظر پڑا کہ مجھ کو ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلاتا ہے۔ پس
میں اُس کی طرف چلا اور دل میں کہتا تھا کہ مقرر منصور کے جاسوسوں سے ہے۔
لاجرم خوف شدید مجھ کو عارض ہوا۔ جانتا تھا کہ موت کی طرف جارہا ہوں۔ چلتے چلتے
وہ بوڑھا درِ دولت امام موسیٰؑ کاظم پر پہونچا۔ اور مجھ کو باہر کھڑا کرکے اندر گیا۔

تھوڑی دیر میں ایک غلام آیا کہ رحمت خدا ہو تیرے اوپر داخل ہو۔ میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں میں کہ میری مولے تشریف رکھتے ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر سب سے پہلے جو کلام کیا یہ تھا کہ الیَّ الیَّ۔ میری طرف آؤ۔ نہ زیدیہ کیطرف جاؤ۔ نہ مرجیہ و قدریہ کی طرف۔ میں نے کہا فدا ہوں میں آپ پر آپ کے پدر بزرگوار نے وفات پائی۔ فرمایا ہم۔ عرض کی ان کے بعد کون ہمارا امام ہے۔ فرمایا خدا چاہے گا تو تجھ کو ہدایت ہوگی عرض کی عبید اللہ آپ کے بھائی مدعی امامت ہیں۔ فرمایا عبید اللہ چاہتا ہے کہ حق تعالے کی عبادت نہ کی جائے۔ عرض کی تو پھر آپ امام ہیں۔ فرمایا میں یہ نہیں کہتا۔ میں نے اپنے دل میں کہا مجھکو سوال کا طریقہ نہ آیا۔ پھر کہا فدا ہوں آپ پر کیا حضرتؑ کے اوپر کوئی اور امام ہے۔ فرمایا۔ نہیں اُس وقت عظمت و جلال اُس ولی متعال کا اس قدر میرے اوپر چھایا کہ اُس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ عرض کی جعلت فداک۔ میں آپ سے بھی اسی طرح سوال کروں جیسا کہ آپ کے پدر بزرگوار سے مسائل دریافت کیا کرتا تھا۔ فرمایا پوچھو جو چاہو۔ پس میں نے سلسلہ سوالات چھیڑا۔ تو بحر بیکران پائے۔ عرض کی آپ کے والد کے شیعہ سراسیمہ و سرگردان ہیں حکم ہو تو ان کو بھی رہنمائی کردوں۔ فرمایا۔ جس کی امانت و دیانت پر کامل اعتماد ہو اُس کو دعوت کرو۔ ورنہ افشار راز میں خوف قتل ہے پس خدمتِ اقدس سے جدا ہو کر ابوجعفر احول سے ملا۔ اور تمام قصہ اُن سے بیان کیا بعد ازاں زرارہ و ابو بصیر سے ملاقات کی۔ سب نے حاضر حضرت ہو کر اذعان حاصل کیا۔ پس گروہ در گروہ آئے اور کامیاب بمراد ہوئے۔ حتےٰ کہ عبد اللہ کے پاس بہت تھوڑے آدمی باقی رہ گئے۔

معجزہ شناخت کی کافی دلیل ہے

روایت ہے کہ ایکبار ابو بصیر نے عرض کی یا بن رسولؐ اللہ امام کو کس طرح پہچانتے ہیں۔ فرمایا اس کے لئے چند خصلتیں ہیں۔ ایک یہ کہ امام سابق نص کرے اُس کی امامت پر دوسرے جو کچھ اُس سے سوال کریں۔ درست جواب

جواب دے۔ دیگر یہ کہ اخبار آئندہ بیان کرے۔ نیز ہر زبان میں کلام کرے۔ پھر فرمایا اے ابو محمد میں تم کو ابھی بتلاتا ہون۔ کہ امام بحق کی کیا شناخت ہے اُسوقت ایک مرد خراسان کا رہنے والا حاضر خدمت ہوا۔ اور زبان عربی میں گفتگو شروع کی امام اسکو خراسان کی فارسی میں جواب دیتے تھے۔ خراسانی نے کہا یا ابن رسول اللہ میں نے بدیں خیال کہ حضرت فارسی نہیں بول سکیں گے۔ عربی میں کلام کیا تھا فرمایا اگر میں تمہاری زبان نہ سمجھون۔ یا اُسی زبان میں تم کو جواب نہ دے سکوں تو مجھ میں کیا فوقیت ہے اور کیونکر مستحق امامت ہوسکون۔ پس ابو بصیر سے فرمایا اے ابو محمد امام سے کسی فرد بشر کا کلام پوشیدہ نہیں رہتا۔ وہ پرندون بلکہ تمام جاندارون کی بولی بولتا اور سمجھتا ہے۔

حکایت علی بن یقطین رحمۃ اللہ علیہ

علی بن یقطین ایک بزرگ دل سے جان نثار آئمہ اظہار مگر ظاہر میں ملازمان و خاصان ہارون رشید میں منسلک تھے۔ ایک روز کسی خدمت سے خوشنود ہو کر ہارون نے اُن کو خلعت گران بہا عنایت کیا منجملہ اُس کے ایک پارچہ زرتار سیاہ رنگ کا خاص خلفاء کے پہننے کا تھا۔ امام کے شیدائی نے وہ خلعت معہ اُس مال کے جو ہر سال بطور خمس روانہ کیا کرتے تھے۔ خدمت میں بھیجدیا۔ حضرت نے مال اور حلہ لباس قبول کیا اِلّا اُس چادر سیاہ زرتار کے واپس کیا۔ اور ابن یقطین کو لکھ بھیجا کہ یہ چادر اپنے پاس نگاہ رکھو۔ کہ ایک روز تمہارے کام آئے گی۔ وہ حیران ہوئے کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت نے اُس کو واپس فرمایا۔ بہرکیف امام کا ارشاد تھا اُس کو بکمال احتیاط اپنے پاس رکھ چھوڑا۔ کچھ مدّت کے بعد علی ایک غلام پر کہ آپ کے خواص سے تھا خفا ہوئے۔ اور اُس کو اپنے پاس سے نکال دیا۔ اُس بدبخت نے ہارون کے پاس جاکر اُس کے کان بھرے۔ کہ علی موسیٰؑ کاظم کو امام جانتے ہیں۔ تیرے اوپر اُن کا مطلق اعتقاد نہیں بہت سا مال سال بسال اُن کو بھیجتے رہتے ہیں حتےٰ کہ وہ چادر سیاہ زرتار کہ امیرالمومنین نے فلان موقعہ پر عنایت کی تھی

وہ بھی اُنہوں نے موسیٰ کاظم کو بھیجدی یہ سُن کر ہارون شدّتِ غیظ سے بے خود
ہوگیا کہا میں اس کی تحقیق کرتا ہوں۔ اگر جو کچھ تو کہتا ہے راست ہے تو اُس کو قتل
کروں گا۔ پس ابن یقطین کو بُلایا۔ حاضر ہوئے۔ تو کہا وہ چادر سیاہ کہ فلان روز ہم
نے تجھکو بخشی تھی۔ کیا کی کہا کرتا کیا۔ خوشبوؤن سے معطّر کر کے ایک صندوق
میں نہایت احتیاط سے اپنے پاس رکھ چھوڑی ہے۔ گاہ گاہ نکالکر زیارت کر لیتا
ہون۔ کہا اسی وقت اس کو حاضر کر۔ علی نے وہیں بیٹھے بیٹھے ایک غلام کو بھیجا کہ گھر
جا کر ناظر محل سے کنجیان لیکر فلان حجرہ کھولو۔ فلان علامت کا صندوق وہان ہے اُسے
کھولکر بقچہ چادر اُس میں سے نکال لاؤ۔ غلام گیا اور تھوڑی دیر میں چادر حاضر کی
ہارون نے کھول کر دیکھی تو وہی چادر بعینہٖ تھی۔ بارے اُس کی غصّہ کی آگ پر
پانی پڑا۔ چادر علی کو واپس دیکر کہا اب میں تیرے بارہ میں کسی چغلخور کی بات نہ
سنونگا۔ پھر بہت سا مال جائزے میں دیا۔ اور غلام کے لیے حکم دیا۔ کہ سو تازیانے
لگائے جائیں۔ ہنوز پچاس کوڑے لگنے پائے تھے کہ جان بحق ہوا۔

علیٰ ہذا ایک مرتبہ آپ نے علّی کو خط لکھا اور اُس میں طریقہ وضو کا سنّیون کی
طرح پر تلقین فرمایا۔ یعنی بجاءِ مسح کے پاؤن کا دہونا۔ اور تمام سر و گردن کا مسح
کرنا درج کیا۔ علی حیران ہوئے کہ یہ کیا ماجرے ہے۔ کیا ارشاد ہوتا ہے شیعہ مذہب
کے اجماعی مسئلہ کے خلاف کیونکر کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرون۔ مگر اعتقاد کے
پکّے تھے۔ چار و ناچار قول امام پر برابر کاربند ہوئے۔ اتفاقاً ان دنون پھر ہارون
کو کسی نے بھڑکایا۔ کہ آنکھیں کھولو یہ علّی یقطین کہ تمہارا مقرب بنا ہوا ہے۔ موسیٰ
کاظم کے ہاتھون بکا ہوا ہے۔ تم کو پرِ پشّہ کی برابر بھی نہیں جانتا۔ ہارون کو پھر
شبہہ ہوا۔ اور وہ اس فکر میں رہنے لگا کہ کس طرح اس امر کو تحقیق کیجیے۔ اتفاق کر
ایک دن کام زیادہ تھا۔ علی کو شاہی محل میں ٹھیرنا پڑا۔ اُس میں نماز کا وقت
آگیا۔ پس وہ ایک گوشہ میں گئے۔ کہ تنہائی میں نماز بجا لائیں۔ ہارون نے تاڑ
لیا۔ کہ یہ اچھا موقعہ ہے۔ اب ان کی وضو نماز کو دیکھ کر حال کھل جائے گا۔ کہ سنّی

طریق پر ہیں۔ یا شیعہ پر لہذا وہ ایک ایسے مقام پر چھپ کر کھڑا ہوا۔ جہاں علی کو دیکھے اور وہ اُس کو نہ دیکھ سکیں۔ مگر اُن کا طرز وضو ہی دیکھنے پایا تھا۔ کہ شک برطرف ہو گیا اور کمیں گاہ سے نکلکر اُن کو گلے سے لگا لیا۔ اور کہا جھوٹے ہیں وہ لوگ جو تم کو شیعہ تبلاتے اور موسی ؑ کاظم کا پیرو کہتے ہیں اس صحبت کے تھوڑے ہی روز بعد امام کا رُقعہ پہونچا۔ کہ اب خطرہ کا موقع نکل گیا۔ آئندہ اے علیؔ تم باقاعدہ وضو کیا کرو یعنی مسح پاؤں مسح مقدم سر بجا لاؤ۔

ذکر بعضی از فضایل آنحضرت ؑ

امام موسی ؑ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ فقیہ و عالم تھے۔ حفظ کلام مجید میں کوئی دوسرا آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ اُس کی تلاوت بصوتِ حسن اس خوبصورتی سے کرتے کہ خود بھی غمگین ہو کر گریان ہوتے۔ اوروں کو بھی رولاتے تھے۔ شدت عبادت سے اہل مدینہ آپ کو زین المتھجدین اور فقراء اہل احتیاج باب الحوائج الی اللہ کہتے تھے۔ اور زیادتی کظم غیظ و بُردباری سے کہ حکام جور و ظالمان عہد کے مقابلے میں آپ سے ظاہر ہوتا۔ کاظم کا لقب پایا۔ حتیٰ کہ اُن کی حبس ہی میں وفات پائی۔ بیشتر اوقات بوقت دُعا ان کلمات سے دعا مانگتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الرَّاحَۃَ عِنْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ۔ اور مکرر فرماتے تھے۔ عَظُمَ الذَّنْبُ مِنْ عَبْدِکَ فَلْیَحْسُنِ الْعَفْوُ مِنْ عِنْدِکَ۔ خوف خدا سے اس قدر روتے کہ ریش مقدس اشکوں سے تر ہو جاتی۔ اور وہ حضرت خلق خدا کے ساتھ بہت سلوک و احسان کرتے۔

اور تمام سے بڑھکر صلہ رحم فرماتے مدینہ کے فقرا و مساکین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیدا کرتے اور اُن کے ساتھ لطف و مدارا سے پیش آتے۔ راتوں کو زنبیلوں میں درہم و دینار و آرد و خرما بھرتے اور اس طرح مستحقوں کو پہونچاتے۔ کہ اُن کو اصلاً خبر نہ ہوتی۔ کہ کہاں سے آتا ہے۔ ارشاد میں ہے کہ ایک جماعت نے اہل علم سے ذکر کیا ہے کہ آپ دو سو سے لیکر تین سو دینار تک صرّوں میں باندھ کر بیگانوں میں قسمت فرماتے۔ چنانچہ مدینہ میں صرّہ ہاء موسی ؑ ضرب المثل ہو گئے تھے

آہ ایسے عابد زاہد فرشتہ خصلت۔ فیض رسان عالم کو ظالمون نے چین نہ لینے دیا۔ ہارون ملعون آپ کا قاتل ہے ہارون اس نے چار سال متواتر قید شدید میں رکھکر حضرت کو قتل کرایا ہے۔ مدینہ سے اسیر کر کے عراق بھیجا اور وہان سندی بن شاہک کے ہاتھ سے زہر دلوایا۔

شہادت آنحضرت

نقل ہے کہ ہارون مدینہ میں آیا تو معہ اپنے خدم و حشم کے روضۂ رسول ص اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر حاضر ہوا۔ اثناء زیارت میں کہا سلام ہو تمپر میرا یا رسول اللہ اور سلام ہو تم پر اے ابن عم میرے۔ اس کے بعد حضرت موسی کاظم ع کی باری آئی۔ تو آپ نے بجائے ابن عم کے یا ابت کا لفظ استعمال کیا یعنی فرمایا۔ سلام ہو تم پر اے پدر بزرگوار میرے اور یہ کہنا بھی چاہیئے تھا۔ کیونکہ وہ حضرت ذریۂ رسول ص اور اُن کی اولاد سے تھے۔ ہارون دون اور آپ کی قرابت میں زمین آسمان کا تھا۔ مگر یہ کلمۂ حق اُس کو ناگوار ہوا۔ اور ارکان دولت کے سامنے موجب ہتک خیال کیا پس حکم دیا کہ حضرت کو قید کر لیں۔ چنانچہ بموجب اس کے مسجد رسول اللہ میں عین اُسوقت جبکہ وہ حضرت مشغول نماز تھے آپ کو گرفتار کیا اور محل میں پردہ کے اندر بٹھا کر بصرہ کو بھیجدیا۔ وہان ہارون کا سالہ عیسیٰ بن جعفر بن منصور حکومت کرتا تھا اس نے اپنے دیوانخانے کے متصل ایک حجرہ میں قید کر دیا۔ ایک سال اس کے پاس رہے ہارون بار بار تاکید کرتا کہ قتل کر دو۔ مگر عیسیٰ حضرت ع کے اشتغال ریاضت و عبادت قیام و صیام دیکھکر ڈرتا تھا۔ کہ یہ وبال عظیم اپنے سر پر ہے۔ آخر کار ہارون کو لکھا کہ ابوالحسن موسیٰ ع مدت دراز سے میرے پاس مقید ہیں۔ اس عرصہ میں میں نے ہر طرح ان کے احوال کی جانچ پڑتال کی مخبر لگائے مگر سوائے عبادت خدا و نماز و قرآن و دعا کے اُن کا دوسرا کام نہیں وہ کبھی مجھے یا تجھے بُرائی سے یاد نہیں کرتے۔ ہمیشہ گریہ و زاری میں مشغول رہتے اور اپنی مغفرت کی دُعا مانگتے ہیں۔ بعض اوقات اثناء مناجات میں یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ خداوندا میں تجھسے چاہتا تھا کہ فارغ البالی

وگوشہ خالی مجھ کو عطا کر تا کہ دلجمعی سے وہاں بیٹھکر تیری عبادت کروں۔ سو پروردگار میرے تیرا شکر ہے کہ تونے دُعا میری قبول کی۔ پس اے امیر المومنین تم کسی شخص کو مقرر کرو کہ وہ آنکر آنحضرت کو مجھ سے لیلے نہیں تو میں رہا کر دوں گا۔ اس پر ہارون نے ایک شخص کو بھیجا۔ اُس نے آپ کو بغداد میں سے جا کر فضل بن ربیع کے سپرد کیا۔ مگر اُس نے بھی خون ناحق اس ملک سیرت کا اپنے سر پر لینے سے کراہت کی تو فضل بن یحییٰ برمکی اپنی حفاظت میں رکھے اس فضل نے جب آپ کے حالات پر اطلاع پائی۔ تو شدت قید کی ہلکی کردی کہ برائے نام نظر بند رہے اور جملہ سامان آسایش مہیا کر دئے۔ ہارون نے یہ سُنا۔ تو فضل پر خفا ہوا۔ اور سندی بن شاہک کو مامور کیا کہ اپنی حفاظت میں لے۔ یہی ملعون آنحضرت کا قاتل ہے۔ اُس نے طعام میں زہر ملا کر اس یگانۂ عالم و فخر دودمان آدم کو شہید کیا اور دُنیا کی رُسوائی و عاقبت کی بُرائی اپنی گردن پر لی بقولے طعام میں نہیں دانہائے خرما میں زہر دیا گیا اور ایک روایت میں ایک اور عجیب طریقہ ہلاکت کا یہ بتلایا گیا ہے کہ سیسہ پگھلا کر حلق میں ٹپکایا۔ بہر کیف تین روز بعد اس واقعہ کے وفات پائی۔ بعد وفات ابن شاہک ملعون نے بنظر رفع تہمت رؤسا شہر و فقہاء عصر کو طلب کیا کہ دیکھیں اور گواہی دیں کہ کوئی اثر زہر خورانی یا گلا گھونٹنے کا جسم اقدس پر پایا نہیں جاتا۔ اور اُس پر بھی بس نکرکے جنازہ آپ کا جسر بغداد پر رکھ دیا۔ کہ ہر کس و ناکس دیکھے اور ہارون دون کو تہمت قتل اُس جناب سے بڑی جانیں من بعد کچھ اشخاص مقرر کئے کہ قبرستان میں لیجا کر دفن کر دیں۔ سلیمان بن ابو جعفر چچا ہارون کا محل دجلہ کے کنارہ بر سر راہ تھا اُس نے جو جنازہ اُس مقبول باری کا بایں ذلت و خواری آتا دیکھا۔ ایک چیخ ماری اور عمامہ سر سے پٹک کر ننگے سر اور ننگے پاؤں دوڑا۔ اور سندی کے آدمیوں سے جنازہ لے لیا۔ اور گریبان چاک کئے روتا اور خاک اُڑاتا تھا۔ اہل بغداد کہ ہارون کے خوف سے دم بخود تھے۔ یہ حالت دیکھ کر ٹوٹ پڑے اور دم کے دم میں نالہ و شیون سے شہر کے ہر کوچہ و برزن میں

کہرام مچ گیا پس بہ شان و شوکت تمام جنازہ مقابر قریش میں لے گئے اور غسل وکفن وحنوط کر کے سلیمان نے اپنا کفن کہ پندرہ سو اشرفی خرچ کر کے تیار کرایا تھا جس پر تمام قرآن شریف تحریر تھا۔ آپ کو پہنایا۔ اور نماز پڑھکر باب التبن میں کہ بعد کو باب الحوائج مشہور ہوا۔ اور جہاں اس وقت ضریح مقدس زیارت گاہ عالم ہے سپرد خاک کیا۔ یہ امور بظاہر انصرام پائے۔ درحقیقت امام رضا بطی الارض مدینہ سے بغداد پہونچے اور جملہ امور کے آپ متکفل ہوئے۔ کل زمانہ ہارون کی قید میں رہنے کا چار سال کا ہے۔

ازواج میں دو بیبیان سوائے کنیزون کے۔

اولاد بنا بر مشہور سینتیس ۳۷۔ انیس ۱۹ صاحبزادیان اٹھارہ ۱۸ لڑکے۔ بدین تفصیل ابوالحسن علی بن موسی الرضا۔ ابراہیم۔ عباس۔ قاسم۔ اسمٰعیل۔ جعفر۔ ہارون۔ حسن۔ احمد۔ محمد۔ حمزہ۔ عبداللہ۔ زید۔ حسن۔ فضل۔ سلیمان۔ اسحاق۔ عبیداللہ۔ دختران۔ فاطمہ کبرے۔ فاطمہ صغریٰ۔ رقیہ۔ حکیمہ۔ ام ابیہا۔ رقیہ صغرےٰ۔ کلثوم۔ ام جعفر۔ لبابہ۔ زینب۔ خدیجہ۔ علیہ۔ آمنہ۔ حسنہ۔ بریہہ۔ عائشہ۔ ام سلمہ۔ میمونہ۔ ام کلثوم۔

مگر روضۃ الشہدا و انساب ابیطالب میں لکھا ہے۔ کہ سب اولاد ساٹھ ۶۰ کو پہونچی تھی ۳۷ لڑکیاں ۲۳ لڑکے۔ بہرکیف اول و افضل ان تمام میں امام ہشتم علی ابن موسی الرضا ہیں جن کا احوال خیر مال آگے آتا ہے۔ احمد بن موسیٰ صاحب کرم وسخاوت جلیل القدر پرہیزگار تھے۔ امام موسیٰ اُن سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اور امام رضا کے بعد باقی اولاد پر آپ کو ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ اپنی املاک سے ملک معروف بہ سیرہ اُن کو عطا کی تھی۔ کہتے ہیں کہ احمد مذکور نے ایک ہزار بردے راہ خدا میں آزاد کئے۔ محمد بن موسیٰ کثیر الصوم والصلوۃ تھے۔ راتون کو کمتر استراحت فرماتے تھے اکثر اوقات شریف روزہ و نماز دگریہ بدرگاہ بے نیاز میں مصروف رہتے۔ ابراہیم بن موسیٰ شجاع و سخی تھے۔ مامون کے زمانے میں محمد بن زید بن علی بن

حسین بن علی بن ابیطالب کی طرف سے عرصۂ دراز ایک حاکم یمن رہے غرض اولاد جناب کاظم سے ہر ایک شخص کسی نہ کسی وصف خاص سے مشرف تھا۔ فرحمۃ اللہ علیہم ورضی اللہ عنہم۔

امام ضامن ثامن حضرت علی بن موسی الرضا صلوٰت اللہ علیہ

اسم مبارک علی کہ اکثر واشہر ہے درمیان اسمائے آئمہ علیہم السلام کے۔ کنیت ابوالحسن مثل کنیت اپنے جدِ بزرگوار امیر المومنین ع اور پدر عالی مقدار امام موسےٰ کے۔ چنانچہ اس لئے حضرت کو ابوالحسن ثالث کہتے ہیں۔ القاب میں مشہور ترین لقب رضا ع ہے۔ اور صابر۔ صادق۔ راضی۔ نقی۔ قرۃ عین المومنین۔ غیظ الملحدین وغیرہ وغیرہ ذکر ہوئے ہیں۔ پدر والا قدر امام موسیٰ کاظم۔ مادر گرامی جناب خیزران مرسیہ یا

(حاشیہ بقیہ ص ۱۷۴) سہارنپوری مؤلف اوراق ہذا کا سلسلۂ نسب انہی عبداللہ تک پہونچتا ہے کیونکہ بواسطہ ۲۷ ستائیس اشخاص کے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ یہ احقر اولاد امام ہمام موسےٰ کاظم علیہ السلام میں داخل ہوتا ہے وہ اسماء یہ ہیں۔ پدر بزرگوار میرے سید صادق حسن ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ کو جبکہ میرا سن ۱۵-۱۶ سال کا تھا۔ فوت ہوئے۔ اس کے دو سال بعد جد امجد سید شہامت علی نے ۱۲۸۵ھ میں رحلت فرمائی۔ وہ بیٹے سید صفدر علی متوفی ۱۲۲۱ھ کے۔ بن حکیم سید علی بن سید عبد الرحمٰن بن سعد اکبر بن محمد سعید بن عبد الفتاح بن سید یعقوب۔ بن ابراہیم بن عبد الرحیم بن محمد باقر المعروف بعارف باللہ بن جعفر سرخ بن سید طاہر مخاطب بخطاب اشرف العلماء از طرف ہمایون بادشاہ بن نصیر الدین بن ابو المنصور بن ابو المظفر بن ابو القاسم بن سید حسین بن محمد رضا بن عبد اللہ صف شکن بن سید عبد الباری معروف شاہ چراغ کہ قبت مبارک ان کا راولپنڈی میں مشہور و معروف ہے۔ بن سید ابراہیم بن علی شاہ بن سعید بن محمد اسمٰعیل بن حضرت عبد اللہ بن حضرت امام موسیٰ کاظم صلوات اللہ علیہ ہو

مرسیتہ جن کے دیگر اسماء شقرا او الغربیۃ۔ سمان نجمہ بھی ہیں۔ بعد ولادت امام رضا طاہرہ سے ملقب ہوئیں۔ اور سب سے آخری نام کہ حرم محترم موسیٰ کاظم میں رکھا پایا تکتم۔ بصیغہ مضارع مجہول ہے۔ آپ اول جناب حمیدہ بربریۃ والدہ ماجدہ حضرت موسیٰ ع کی کنیز تھیں۔ انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اے حمیدہ نجمہ کو امام موسیٰ ۱۲ اپنے فرزند کو عطا کرو تاکہ بہترین روئے زمین اُس سے پیدا ہو۔ لہذا جناب موسیٰ کو ہبہ کیا۔ بوقت ہبہ بدیں الفاظ اُن کی حُرمت ورعایت حق کی تاکید فرمائی۔ "اے فرزند تکتم ایسی لڑکی ہے کہ اُس سے بہتر کوئی لڑکی آج تک میری نظر سے نہیں گزری اگر خدا کو منظور ہے تو اس سے نسل پاکیزہ جاری ہوگی۔ میں اس کے تئیں تم کو ہبہ کرتی ہوں اور اُس کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت فرماتی ہوں"۔ پس جیسا حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا تھا۔ اور جناب حمیدہ نے خبر دی تھی۔ امام رضا علیہ السلام اُن کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے اور اُن کو وہی شرف عطا ہوا۔ جو مادران آئمہ علیہم السلام کیواسطے مقرر ہے۔ یہ ہمایون ولادت بنابر مشہور تاریخ ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۸ھ روز جمعہ بمقام مدینہ سکینہ واقعہ ہوئی۔

امامت آنحضرت

دلیل امامت آنحضرت کی بدستور نصوص واٰلہ برامامت آئمہ دوازدہ گانہ علیہم السلام ہیں کہ ان تمام میں نام نامی حضرت کا آٹھویں نمبر پر موجود ہے۔ دیگر نص کرنا امام سابق کا ادپر امام لاحق کے سو اس میں شک نہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم ع نے اپنے بعد امامت آنحضرت پر نص صریح فرمائی۔ چنانچہ جن لوگوں نے یہ نص آنحضرت ع سے نقل فرمائی ہے وہ ثقہ و مسند خواص اصحاب آنجناب سے اہل ورع وتقوے صاحبان علم وفقہ آپ کے شیعون سے ہیں۔ مثل داؤد بن کثیر رقی محمد بن اسحاق بن عمار علی بن یقطین۔ نعیم القابوسی۔ حسین بن مختار۔ زیاد بن مروان داؤد بن سلیمان۔ نصر بن قابوس۔ داؤد بن زربی یزید بن سلیط۔ محمد بن سنان

وغیرہ وغیرہ۔ ان حضرات نے اقرار کیا ہے کہ امام موسیٰ اپنے فرزند دلبند علیؑ رضا کی امامت کا خلوت وجلوت میں تقریراً وتحریراً اعلان فرماتے اور گواہ کرتے تھے ان لوگوں کو اسکا۔ اور مکرر فرماتے تھے۔ کہ جس کا قرضہ میرے ذمہ ہو اُسے علیؑ ادا کرے گا یا کسی کے ساتھ کسی شئے کا میں نے وعدہ کیا ہو گا۔ تو وفا کرنیوالا اُس کا علیؑ رضا ہے۔ نیز امام موسیٰؑ اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے تھے کہ تمہارے بھائی علیؑ رضا عالمِ آل محمدؐ ہیں۔ اپنے دینی مسائل کو اُن سے دریافت کیا کرو۔ اور جو کچھ وہ کہیں اُسے یاد رکھو۔ بتحقیق کہ میرے پدر بزرگوار جناب صادق علیہ السلام نے ایک دفعہ نہیں بارہا مجھ سے فرمایا۔ کہ اے موسیٰ عالم آل محمدؐ تمہاری پشت میں ہے۔ کاش میں اُس کو ادراک کرتا۔ وہ ہمارے جد امجد امیر المومنین علیؑ ابن طالب کا ہمنام ہو گا۔

یہ مامون عباسی نے آنحضرتؑ کو امامت وخلافت عامہ اہل اسلام کے لیئے انتخاب واختیار کیا۔ اور اپنے تئیں خلع کر کے حضرت کو خلیفہ کیا چاہتا تھا۔ تا اینکہ آپ کے انکار شدید پر ولیعہد مقرر کیا۔ نقل ہے کہ مامون ایک مرتبہ ملکی بکھیڑون میں گھر کر تیر آفات کا نشانہ بن گیا تھا۔ اُس نے اُس وقت بصدق دل نذر کی کہ اُن مصائب سے بسلامت نکل جائے تو حق کو حق دار تک پہونچائے۔ یعنی خلافت رسولؐ اللہ پر اُن کے اہلبیتؑ اطہار سے جو شخص افضل واشرف ہو۔ اُسے نصب فرمائے۔ پس بہ برکت اس نیت خیر کے وہ جملہ آفات سے بال بال بچ نکلا۔ تمام خطرے رفع دفع ہوئے تو تمام سادات بنی فاطمہؑ کو بنظرِ غایر جانچا۔ سب میں حضرت رضا علیہ السلام کو علم حلم شجاعت۔ سخاوت مروت وامانت وغیرہ اخلاق فاضلہ میں بے مثل وہمتا پایا۔ لاجرم آپ کو مدینہ سے مرو میں بلایا۔ اور اپنی بیٹی اُم حبیبہ کا اُس جناب کے ساتھ نکاح پڑھایا۔ پس تمام اسلامی ملکون میں آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا اور درہم ودینار پر سکہ لگایا جاتا تھا۔

اخبار غیب

حسن بن علی وشا کوفی کہتے ہیں کہ میں خراسان کو جانے لگا۔ تو میری دختر نے ایک حلہ دیا کہ اس کو فروخت کرکے ایک فیروزہ اُس کے واسطے لیتا آؤن۔ مرو پہونچا تو مجھ غلام علی بن موسی الرضا کے میرے پاس کاروان سرائے میں آئے کہ ایک غلام ہمارے درمیان میں فوت ہوا۔ اُس کو کفن دینے کے واسطے ایک حلہ درکار ہے۔ میں نے کہا حلہ؎ تو میرے پاس کوئی نہیں اور وہ حلہ لڑکی کا دیا ہوا مجھ کو یاد نہ رہا۔ تھوڑی دیر میں غلام پھر واپس آئے کہ ہمارے آقا تم کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حلہ مقرر تمہارے پاس ہے فلانے صندوق میں بند ہے جس کو تمہاری دختر نے فروخت کرنے کو دیا ہے یہ قیمت اس کی لو اور حلہ ہمارے حوالے کرو۔ اس وقت مجھے یاد آیا۔ صندوق کھولکر حلہ نکالا۔ اور اُن کو دیا۔ اُس وقت دل میں سوچا۔ کہ یہ علی وشا واقفی المذہب تھا کہ جاؤن اور آنحضرت عم سے بعض مسایل دریافت کرون جواب درست دیا تو اُن کی امامت کا قایل ہونگا۔ یہ قصد کرکے کچھ مشکل مسئلے لکھے اور اپنے آستین میں رکھکر در دولت کی طرف چلا وہان پہونچا تو کثرت مردم سے اندر جانا مشکل معلوم ہوا۔ لاجرم بیرون دروازے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر نگزری تھی۔ کہ ایک غلام اندر سے آیا اور پکارا۔ کہ حسن بن علی وشا دختر زادہ الیاس کہان ہے میں نے کہا میں ہون۔ کہا یہ مکتوب لو مجھ کو حکم ہے۔ کہ تم کو پہونچا دون کھولکر دیکھتا ہون تو ایک ایک سوال کا جو میں لکھ کر لایا تھا۔ جواب موجود ہے۔ اُس وقت حضرت کی امامت کا یقین کامل ہو گیا۔ اور واقفیت سے توبہ کی۔

قصۂ زینب کذابہ

مشہور ہے کہ خراسان میں ایک عورت مسماۃ زینب تھی۔ کہ اپنے تئیں اولاد علیؑ وفاطمہؑ صلوات اللہ علیہما سے ظاہر کرتی۔ اور بہت اُس پر نازان تھی۔ حضرت کو حال اس دروغ زن کا معلوم ہوا۔ تو چونکہ واقع میں اس کو اس نسب شریف سے کچھ واسطہ نتھا انکار کیا۔ وہ بے باک حیا کو بالائے طاق رکھکر اصرار کرنے لگی اور کہا اگر تم میرے

؎ حلہ بمعنی لباس یا چادر بیش قیمت شاید برد یمنی ہو جس سے کفن کرنا سنت ہے ۱۲

نسب میں قدح کرتے ہو تو میں تمہارے نسب میں قدح کرتی ہون۔ تم کو سیادت سے کوئی علاقہ نہیں۔ حضرت کو غیرت سیادت دامن گیر ہوئی۔ اور اُس کو ساتھ لئے مامون کے پاس آئے۔ کہ اس جھوٹی کو برکۃ السباع میں ڈلوا دو۔ اور وہ ایک مکان تھا۔ جس میں درندے رہتے تھے۔ مامون کسی پر خفا ہوتا۔ تو اُس میں ڈلوا دیتا۔ پھر درندے چیر پھاڑ کر کھا جاتے۔ پس حضرت نے فرمایا۔ کہ یہ زینب دختر فاطمہ درست ہے تو درندے اس کو کچھ نہ کہیں گے۔ کیونکہ گوشت و پوست اولاد علیؑ و فاطمہؑ کا اُن پر حرام ہے۔ زینب نے یہ کلام سُنا تو بولی اگر تم راست گو ہو تو خود اس حوض میں جاؤ۔ اب آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ہر چند مامون اور اُس کے اصحاب منع کرتے رہے۔ دروازہ کھول اندر داخل ہوئے۔ مامون اور حاضرین دیوار پر کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ وسط مکان میں پہونچے تو درندے اس مرکز دائرہ امکان کے گرد جمع ہو گئے۔ اور تذلل و انکسار ظاہر کرتے تھے۔ حضرت انکی رو و پشت پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ اور کمال شفقت و شیفتگی ظاہر کرتے تھے۔ پھر دو رکعت نماز اُن کے درمیان بجا لائے اور باہر نکلے اور زینب سے کہا اب تو داخل ہو وہ لگی پاؤن ملنے اور انکار کرنے مگر مامون کے نوکرون نے اُس کی ایک نہ سنی اور زبردستی سے اُس میں ڈھکیل دیا۔ اندر جانا تھا کہ درندے چار طرف سے ٹوٹ پڑے اور دم کے دم میں ٹکڑے کر کے کھا گئے۔ اُس وقت سے وہ عورت زینب کذابہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

مامون نے آپ کو مرو بُلوایا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کو مامون نے مدینہ سے مرو اپنے دار الخلافہ میں بلوایا اُس نے اپنے مامون رجاء بن ضحاک کو معہ اپنے ایک خواص کے آپ کے لینے کو بھیجا۔ بنا برین لاچار معہ اصحاب و خدم کے قریب تین سو اشخاص کے روانہ ہوئے حضرت امام محمد تقیؑ کو کہ سن شریف آنحضرتؑ کا ان دنون سات سال کا تھا۔ حفاظت اہل حرم کی نظر سے مدینہ میں چھوڑا۔ اور آپ طے منازل کرتے ہوئے

براہ بصرہ و اہواز نیشاپور میں داخل ہوئے وہاں اُن ایام میں اہل علم کا مجمع تھا۔ سنی مذہب کے بڑے بڑے محدث جمع تھے۔ سب بالاتفاق آپ کی زیارت کو جمع ہوئے۔ اور شرائط تعظیم بجالائے۔ اور التجا کر کے ایک حدیث زبان مبارک سے سنی۔ مرو کے قریب نزول اجلال ہوا تو مامون نے خود شہر سے نکل کر دو کوس استقبال کیا۔ اور بکمال اعزاز و اکرام شہر میں لایا۔ بعد ازاں اسی سال ماہ رمضان میں آپ کو ولیعہد سلطنت مقرر کیا اور ایک وثیقہ اس بارہ میں اپنے ہاتھ سے لکھا اور تمام اُمراء و فقہا و قاضیون کے اُس پر دستخط کرائے۔ اس کاغذ کی پشت پر حضرت نے بھی قبول ولیعہدی کی عبارت اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائی ہے مگر آخر میں لکھا ہے کہ جفر و جامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام پورا ہونے والا نہیں مطلب یہ کہ آپ ہارون کی زندگی میں ہی جان بحق ہون گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابھی اس مطلب کو پورے دو سال بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ نے بمقام طوس شہادت پائی۔ دوسرے سال اس سے ۲۰۲ ہجری میں مامون نے اپنی دُختر مسماۃ اُم حبیبہ کا عقد آپ کے ساتھ کیا تھا۔ مدت قیام مرو میں بڑے بڑے علمی مباحثے علماء ملت و ادیان مختلفہ کے ساتھ ہوتے رہے جس کی تفصیل کتب مطبوطہ میں درج ہے۔ اور تھوڑا سا اقتباس ہم نے اپنی کتاب لمعۃ الضیا فی العمدۃ من اخبار الرضا میں درج کیا ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے۔ ان تمام میں آپ کا علم و فضل ظاہر ہوتا رہا۔ ہنگام قیام مرو سے ایک واقعہ نماز استسقا ہے۔ بارش کو دیر ہوئی۔ خشک سالی سے خلایق کو تکلیف پہونچی تو آپ نے مامون کے التماس پر نماز استسقا صحرا میں جا کر پڑھی پھر دُعا آنحضرت کے نسیم رحمت الہی اہتزاز میں آئی بارش باران نے نزول کیا اور دم کے دم میں حالت بدل گئی۔ جل تھل ہو کر ندی نالے پُر ہو گئے۔

نماز عید

ایک مرتبہ مامون نے التماس کیا اور الحاح و اصرار کو حد سے بڑھا دیا۔ کہ حضرتؑ

نماز عید پڑھائیں۔ تو پیادہ پا عصا ہاتھ میں دامن قبا کمر تک اور پائجامہ نصف ساق تک چڑھائے روانہ عیدگاہ ہوئے خدّام و غلامان بھی سب اسی صورت سے ہمراہ تھے۔ راہ میں تھوڑی تھوڑی دور پر تکبیر کہتے تھے۔ یہ شان شکوہ دیکھکر قدرت خدا یاد آتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار حضرتؑ کی تکبیرات کا جواب دیتے ہیں۔ اہل مرد و زن و مرد پیر و جوان زیارت امام زمان کے لئے نکل آئے تھے اور کثرت مردم سے ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا۔ بدگویوں نے مامون کو بہکایا۔ کہ اگر امام رضاؑ بایں ہئیت عیدگاہ تک گئے تو لوگ فریفتہ ہو کر شہر تہ و بالا ہو جائے گا۔ اُس وقت تیرے لئے خطرۂ جان ہے۔ پس اُس نے پیغام بھیجکر اثناء راہ سے حضرتؑ کو واپس بلوایا۔

وفات

تاریخ وفات بنابر مشہور ماہ صفر ۲۰۳ھ ہجری ہے بموجب اس کے اگر سنہ ولادت ۱۴۸ لیں سال وفات جناب صادق علیہ السّلام لیں تو سن شریف ۵۵ سال کا ٹھیرتا ہے۔ ورنہ ۴۸ اور ۴۹ سال کا بھی ذکر ہوا ہے۔ کیونکہ سال ولادت میں اختلاف ہے۔

شیخ صدوق رحؒ کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ وفات آنحضرتؑ کی بروز جمعہ اکیسویں ماہ مبارک رمضان ۲۰۳ھ ہجری کو ہوئی۔ اور زمانۂ امامت قریب بیس سال کے بلا اختلاف ذکر ہوا ہے۔

نیز علماء شیعہ نے اختلاف کیا ہے۔ کہ مامون نے حضرتؑ کو زہر دیکر شہید کیا یا اور عباسی ناجلیئون کا یہ کام ہے جناب سید علی طاوس رحؒ و صاحب کشف الغمۃ علی بن عیسیٰ الاربلی و قاضی نور اللّٰہ شُستری نے دوسرا قول اختیار کیا ہے شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی و شیخ مفید اعلی اللّٰہ مقامہٗ و دیگر علماء اعلام اُس کے برخلاف قول اوّل کے قایل ہیں۔ فریقین نے اپنے اپنے دعوے پر دلایل و براہین ذکر کئے ہیں جو بحار الانوار میں تفصیل وار مذکور

ہیں - اور لمعۃ الضیا میں ان کا خلاصہ لکھا گیا ہے - جو چاہے وہاں دیکھے مگر مشہور اور میان متاخرین شیعہ کے یہ ہے کہ مامون ہی اس جرم عظیم کا مرتکب ہوا ہے اس نے بمقام طوس جبکہ مرو سے بارادہ عراق اُس کے ہمراہ تشریف لا رہے تھے - زہر پلا کر آپ کو شہید کیا چنانچہ وہیں ہارون رشید اُس کے باپ کے قبہ میں بجانب قبلہ قبر دفن ہوئے - بوقت دفن غرائب معجزات و خرق عادات ظاہر ہوئے مثل اس کے کہ قبر تیار ملی - اور اُس کے اندر آب صاف جوش زن دکھائی دیا - اور مثل نظر آنے مچھلی اور غائب ہونے اس کے اور بعد رکھنے لاش کے ضرورت مٹی نہ ڈالنے کی خود بخود قبر کے برابر ہو کر زمین سے بقدر سنت بلند ہو جانے کے وغیرہ وغیرہ - غرض آنحضرتؑ کے دفن سے وہ مقام مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہوا - اور نزول برکات کی وجہ سے مرجع خاص و عام رہا ہے - ہزاران ہزار خلائق اطراف و جوانب سے زیارت کو حاضر ہوتے ہیں - حاجتمند مرادیں پاتے اور بیمار شفا حاصل کرتے ہیں - احادیث کثیرہ اس مقام کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں - حق تعالےٰ جملہ مومنین کو زیارت نصیب کرے اور اُن درجات عالیات پر جن کا زائرین کیلئے وعدہ ہوا ہے فائز کرے -

امام نہم محمدؐ تقی الجواد علیہ السلام

اسم مبارک محمدؑ کنیت ابو جعفر - چونکہ یہ اسم و لقب موافق و مطابق ہے - ساتھ اسم و لقب آپ کے جدّ بزرگوار جناب محمد باقر صلوات اللہ علیہ کے اس لیئے آپ کو ابو جعفر ثانی کہتے تھے - القاب بہت ہیں مگر مشہور اُن سے جواد ہے بوجہ کثرت جود و بخشش کے - اس کے بعد تقی ؑ - اس لیئے کہ مامون نے بحالتِ مستی تلواریں مار کر بزعم خود آپ کو قتل کر دیا تھا مگر حق تعالےٰ نے اُس کے شر سے وقایت و حفاظت کی - اس لئے تقی لقب ہوا - محل ولادت مدینہ طیبہ سال ولادت بالاتفاق ۱۹۵ھ شب جمعہ مگر ماہ و تاریخ میں اختلاف ہے - مشہور ماہ مبارک رمضان ۱۵ یا ۱۷ یا ۱۹ تاریخ اس کی بعضوں نے دسویں رجب بھی لکھی ہے - پدر عالی قدر جناب امام رضاؑ

مادر گرامی سبیکہ خاتون اُم ولد جن کا نام نامی ریحانہ و سکینہ بھی کہا گیا ہے۔ اُم الحسن
سے کنیت کرتی تھیں۔ جناب امام رضا ان کو خیزران کہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ
معظمہ اہل نوبہ سے ماریہ قبطیہ زوجہ رسول ؐ اللہ مادر ابراہیم کے رشتہ داروں سے
تھیں۔ حضرت جواد سب اماموں سے کم دنیا میں رہے کیونکہ سن شریف کل پچیس سال
چند ماہ ہے۔ عین عالم شباب تھا کہ آخر ذی القعدہ الحرام سنہ ۲۲۰ ہجری کو رہگرائے
عالم بقا ہوئے۔ بموجب روایت جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ آپ نے معتصم بن ہارون
رشید کے زہر سے شہادت پائی۔ اور بیرون شہر بغداد مقابر قریش میں جہاں کہ جد
بزرگوار آنحضرتؑ کے امام موسیٰؑ دفن تھے۔ اُن کی پشت کیجانب دفن ہوئے۔
چنانچہ وہ مقام ان دو بزرگواروں کے دفن ہونے سے کاظمین کے نام سے مشہور
زیارت گاہ نزدیک و دور ہے۔

اولاد امجاد

حضرت علی نقیؑ امام دہم۔ موسی المبرقعؑ مدفون شہر قم یہ دو پسر اور فاطمہ۔ امامہ۔ دو دختر
آپ سے باقی تھیں۔ قد موزون میانہ رنگ گندم گون۔ نقش نگین القادر باللہ۔ دربان
عثمان بن سعید سمان۔ و بقول صاحب فصول مہمہ شاعر حماد۔ دربان عمیر۔ خلیفہ وقت مامون
و معتصم۔

امامتؑ

بوقت شہادت امام رضاؑ سن مبارک آنحضرت کا نو سال کا تھا اور مدینہ میں مقیم
تھے۔ بعض شیعہ آپ کی امامت میں متامل ہوئے یہاں تک کہ اطراف عالم سے فاضل
واشراف متوجہ حج خانہ کعبہ ہوئے۔ اور واپسی میں مدینہ آکر بنظر امتحان حضرت سے
ملاقات کی اور معجزات و کمالات اس سرچشمہ کرامات کے ملاحظہ کئے اور سوالات گوناگون
کرکے جواب باصواب پائے۔ اُس وقت آپ کی امامت کے قایل ہوئے۔
شیخ کلینی علیہ الرحمۃ و دیگر علماء نے افادہ کیا ہے کہ کل مسایل مشکلہ کو لوگون نے
آنحضرتؑ سے استفسار کرکے جواب باصواب حاصل کئے اور اُن کی وجہ سے مستنبط

و بینا ہوئے۔ ان کی تعداد تینتیس ہزار کو پہونچی تھی۔ کہ ایک مجلس میں یا متعدد و متواتر مجالس میں دریافت کئے گئے تھے۔ پھر، مامون نے علم و حکمت کمال و فضیلت میں باوجود صغر سنی کے آپ کو یکتا پایا۔ بجائیکہ بڑے بڑے مشائخ فضلاء و اکابر علماء سے آپ کا معارضہ و مقابلہ نہ ہوسکا۔ اس لئے آپ کی فضیلت کا شیدا ہو کر اپنی دوسری دختر اُم الفضل کا حضرت کے ساتھ نکاح پڑھا دیا۔ چنانچہ حضرت اُس کو اپنے ہمراہ مدینہ میں لے آئے۔ اس کے بعد بھی مامون بنظر اعزاز و اکرام آپ کو دیکھتا اور اپنے اعزہ و اقارب پر ترجیح دیتا تھا۔

اُم الفضل بنتِ مامون کے ساتھ آپ کا نکاح

معلوم ہوتا ہے کہ بعد شہادت امام رضا علیہ السلام جناب ابوجعفر محمد تقی زیادہ عرصہ مدینہ میں نہیں ٹھہرے۔ یا تو خود کسی مصلحت سے یا مامون کے طلب و تقاضے سے بغداد میں تشریف لے آئے تھے۔ مگر مامون بوجہ اشغال سلطنت یا چونکہ اکثر سفر میں رہتا ہنوز خدمت سے مشرف نہیں ہوا تھا۔ صورت ملاقات یہ ہوئی۔ کہ ایک روز شاہی کروفر کے ساتھ شکار کو سوار ہوا۔ کوچہ ہا بغداد سے جا رہا تھا۔ راستے میں ایک مقام پر حضرت جوّاد بتقاضا سن کہ نو سال سے کچھ اوپر ہوگا۔ اپنے ہم سن لڑکون میں کھڑے تھے۔ شاہی سواری کو آتے دیکھکر اور لڑکے تو ادھر اُدھر ہو گئے۔ الا آپ اُسی جگہ قایم رہے ایک قدم بھی نہ سرکے۔ حق تعالےٰ نے عجیب قبولیت آنحضرت کو عطا کی تھی۔ مامون نے وہ پیاری پیاری دل آویز صورت دیکھی۔ تو باگ گھوڑے کی روک لی۔ اور کہا میاں لڑکے تم اور اطفال کے ساتھ نہیں بھاگے۔ فرمایا راہ تنگ نہ تھی۔ کہ اُس کو کشادہ کرتا۔ کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ کہ ڈر کر بھاگتا۔ اور اے امیرالمومنین تمہاری طرف سے اندیشہ نہ تھا کہ بے گناہ ایذا دوگے۔ یہ برجستہ تقریر سُن کر اور بھی حیرت ہوئی۔ پوچھا صاحبزادے تم کس کے لختِ جگر ہو۔ فرمایا۔ انا محمدؑ بن علیؑ بن موسیؑ الرضا و نام مبارک امام رضاؑ کا سُنا تو دیر تک رحمت و رضوان بھیجتا رہا۔ پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اور روبہ صحرا روانہ ہوا۔ شہر سے

نکل کر باز تیز پرواز کو چکور پر چھوڑا باز اُڑ کر نظر سے غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر
میں واپس آیا تو پنجوں میں مچھلی لئے آسمان سے اُترا مامون حیران ہوا۔ کہ مچھلی
آسمان میں کہاں سے آئی۔ اسی حیرت میں اُس روز قصد شکار ملتوی کر کے گھر کو مراجعت
کی مچھلی ہاتھ میں لئے واپس آرہا تھا۔ کہ اُس کا گزر پھر اسی کوچہ سے ہوا۔ جہاں لڑکے
ملے بیٹھے پھر حضرت کو کھڑے دیکھا۔ اُس وقت بنظرِ امتحان مچھلی ہاتھ میں لیکر کہا اے
فرزند بتاؤ تو سہی کہ ہمارے ہاتھ میں کیا شے ہے آپ نے فرمایا کرۂ ہوا و آسمان کے میان
ایک دریاء امواج حق تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ شاہی باز وہاں سے مچھلی شکار کرتے
ہیں۔ بادشاہ چاہتے ہیں کہ سلالۂ نبوت و خلاصۂ عترت کا اُس سے امتحان کریں۔
مامون نے یہ سنا۔ تو دیر تک دم بخود آپ کو دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ انت ابن الرّضا حقاً
تم درحقیقت امام رضاؑ کے خلف رشید ہو۔ اور گھوڑے پر سوار کر کے آپ کو اپنے
ہمراہ محل میں لوالایا پس عزم بالجزم کیا کہ اپنی دختر زینب نام اُم الفضل کنیت کا
نکاح امام سے کردے۔ عباسیون نے یہ سنا تو بہت گھبرائیے۔ اور جمع ہو کر اُس کے
پاس آئے۔ کہ آگے بھی تم نے ایسا کیا تھا۔ مگر خیر گزری کہ علیؑ رضا نے قضا کی اور
ہمارے دل قیدِ غم سے آزاد ہوئے تم جانتے ہو کہ بزرگون سے ہماری اس خاندان
کے ساتھ عداوت چلی آتی ہے۔ زنہار تم محمد تقی کے ساتھ رشتۂ مواصلت نہ جوڑنا۔
اور ہرگز ان کو اپنی بادشاہی میں دخیل و شریک نہ بنانا۔ کہ دوبارہ مبتلاء تردد و
تشویش ہوگے۔ مامون نے اُن کے جواب میں کہا۔ بھا جو انصاف مشرط ہے۔ جو عداوت
اس خاندان کے ساتھ پیدا ہوئی اُس کی ابتداء تمہاری طرف سے تھی نہ کہ اُن کی
طرف سے اُنھون نے کسی کا حق غصب کیا۔ یا کوئی خون ناحق بہایا یا تم نے بتحقیق
کو رسولؐ اللہ کے ورثہ دار اور خلافت کے اصلی حقدار وہ ہیں۔ بخدا میں نے جو امام
رضا علیہ السلام کو بلوایا تھا تو دل سے چاہتا تھا کہ وہ حضرت خلیفہ ہون مگر اُن کے
انکار پر ولیعہد کیا مگر اُن کی موت میرے اور میری آرزو کے درمیان حائل ہوئی
اور میرا ارادہ حیز قوہ سے فعل میں نہ آسکا۔ اب جو محمد تقیؑ کو لڑکی دینا چاہتا

ہون تو بخدا علم وفضل وتقوےٰ وطہارت میں اُن کو افضل واکمل پایا ہے اُنھون نے
کہا محمد تقی ابھی تو دس سال سے زیادہ کے نہ ہون گے تجھکو اُن کا فضل وکمال کیونکر
ثابت ہوا۔ کیا اُن کی مانند کوئی لڑکا دامادی کے لیئے نہیں ملتا۔ ابھی تو اُن کی وہ موسم
ہے کہ معلم کے سپرد ہون تعلیم وتربیت پایئں۔ مامون نے کہا۔ ہاہا تمہیں یہی تو معلوم
نہیں۔ یہ اُس سلسلۂ عالیہ سے ہیں جن کو تعلیم وتربیت کی اصلا ضرورت نہیں اس پر
تکرار رہا۔ آخر قرار پایا کہ کوئی عالم مسلم الثبوت سر مجمع آپ کے علم وفضل کا امتحان
کرے۔ یحیٰی بن اکثم قاضی القضاۃ اس کام کے لیئے انتخاب ہوا پس بروز معیّن
ایک مسند مسند مامونی کی برابر آپ کے لیئے بچھائی گئی۔ اور یحیٰی حضرت کے سامنے
مؤدب بیٹھا۔ بس کچھ سوال وجواب اُن کے فیمابین آئے۔ جو کتب مبسوطہ میں مذکور
ہیں اور اہل علم کے نزدیک معروف حتیٰ کہ قوت علمی اس فخر کائنات کی دیکھ کر یحیٰی
مثل خر در گل عاجز رہ گیا اور مارے خجالت کے اُس کا موبھ زرد ہوگیا۔ مامون نے
عباسی ناصبیون سے کہا دیکھا تم نے میرا کلام کس قدر راست ودُرست تھا۔ اس
صغر سنی میں یہ وفور علم کہیں دیکھا ہے یہ کہکر اپنی جگہ سے اُٹھا اور حضرت کے سامنے
کھڑے ہوکر عرض کی یا ابن رسول اللہ میں اپنی دختر مسماۃ اُم الفضل کا حضرت
کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہون منظور ہے تو بسم اللہ خطبہ قرأت کیجیئے۔ حضرت نے
خطبہ الحمد للہ اقراراً بنعمتہ الخ کہ کتب امامیہ میں منقول اور بوقت نکاح زیادہ تر
معمول ہے پڑہنا شروع ہوگیا خطبہ پڑہا گیا۔ تو مامون نے پانچسو درہم شرعی مہر
فاطمہ زہرا صلوات علیہا پر صیغۂ ایجاب پڑہا۔ آپ نے قبول کیا اس موقعہ پر بہت کچھ
زر نقد بطور نثار ایثار کیا اور خیرات وصدقات سے فقرأ ومساکین دار الخلافہ کو نہال کر دیا
بعد ازان بہت سا اموال واسباب جہیز میں دیکر رخصت کیا اس کے بعد علامہ
طبرسی احتجاج میں اور شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد میں کہتے ہیں۔

وَلَمْ یَزَلْ مُکْرِمًا لابی جعفر معظّمًا بقدرہٖ مدّۃ حیاتہ یؤثرہ علی وُلدہ وجماعۃ اہل بیتہ ۔ ز

کہ مامون جب تک زندہ رہا۔ برابر آپ کی عزت کرتا رہا۔ وہ ہمیشہ آپ کی تعظیم وتکریم

کرتا اور اپنے بیٹوں اور تمام خاندان والوں پر اُن کو ترجیح دیتا تھا۔

معجزہ امام محمد تقی علیہ السلام

شیعہ و سنّی نے بطرق متعددہ روایت کی ہے تا اینکہ شہرت اُس کی قریب تواتر پہونچی ہے کہ حضرت اپنی عیال کو لیکر بغداد سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ تو اثنائے راہ میں بمقام کوفہ شام ہوگئی۔ مسجد مسیّب میں نماز مغرب پڑھنے کو تشریف لے گئے صحن مسجد میں ایک درخت سدرہ (بیری) کا تھا۔ جو ہنوز پھل نہیں لایا تھا۔ کوزۂ آب طلب کر کے جڑ میں اُس درخت کی وضو کیا اور مشغول نماز ہوئے۔ پہلی رکعت میں بعد الحمد سورۂ اذا جاء دوسری میں قل ہو اللہ کو قرأت فرمایا اور قبل رکوع دعاء قنوت پڑھی۔ پھر سلام پھیر کر اور چار رکعت نافلہ مغرب دو دو رکعت کر کے بجا لائے۔ اور کچھ تعقیب پڑھکر سجدۂ شکر کیا۔ بعد فراغت نماز اس مقام میں واپس آئے۔ تو اتنی دیر میں اُس درخت پر پھول پھل آکر پختہ ہو گئے تھے جنہوں نے چکنکر تناول کئے نہایت شیریں اور بے دانہ تھے۔ لوگ بطور تبرک اُن کو لیتے اور کھاتے تھے بحار الانوار میں ہے کہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ والرضوان کوئی ڈیڑھ سو سال بعد اس واقعہ کے اُس مقام پر پہونچے۔ اور اس درخت کو دیکھا اور اس کا پھل کھایا ویسا ہی شیریں اور بے دانہ تھا۔ اللّٰہم صلّ علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔

وفات آنحضرت صلوات اللہ علیہ

وفات اس برگزیدۂ کائنات کی بروایت عیون المعجزات جس کو مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار میں نقل کیا ہے معتصم عباسی کے زہر دلوانے اور اُم الفضل دختر مامون زوجہ آنحضرت کے زہر دینے سے واقع ہوئی۔ بیان اُس کا یہ ہے کہ معتصم نے خلیفہ ہو کر پھر آنحضرت کو مدینہ سے بغداد بلوایا۔ چونکہ جانتا تھا۔ کہ اُم الفضل آپ کیطرف سے سینہ صاف نہیں بار بار مامون کو شکایت لکھتی رہی ہے۔ کہ میرا لحاظ نہیں کرتے اور باوجود میرے دیگر ازواج و کنیزوں میں ملتفت رہتے ہیں۔ جس کا جواب مامون نے یہ دیا تھا کہ میری بیٹی میں نے تمہارا اُن کے ساتھ اس لئے عقد نہیں

کیا کہ حلال خدا کو اُن پر حرام کر دون۔ خبردار پھر ایسی شکایت نہ کرنا یاد رکھو کہ وہ بضعۂ رسول اللہ ہیں اُن کی اطاعت بہرحال تم پر فرض ہے پس مامون کے بعد معتصم خلیفہ ہوا۔ تو اُس نے بغداد بلا کر ام الفضل سے سازش کی اور زہر ہلاہل اُس کے پاس بھیجدیا جس کو اُس نے انگور رازقی (قسم انگور) میں حضرت کو کھلایا۔ تھوڑی دیر میں جب اثر زہر جسم مبارک میں نمایان ہوا۔ تو روئے اور بیقرار ہونے لگی۔ فرمایا اے ملعونہ اب کاہے کو روتی ہے۔ بخدا قسم کہ تو ایسی مصیبت میں گرفتار ہوگی اور اس طرح ذلیل و خوار ہوگی جس کا تدارک نہ ہو سکے گا۔ پس جیسا کہ حضرت نے خبر دی تھی۔ ویسا ہی واقع ہوا۔ اُمّ الفضل کے اندام نہانی میں ناسور ہو گیا تھا اُس نے اُس کے علاج پر تمام مال و متاع اپنا خرچ کر دیا۔ اور محتاج ہو گئی تھی۔ یہ روایت عیون المعجزات کی ہے اور ابن شہر آشوب علیہ الرحمۃ نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور یہی قول متاخرین کے درمیان مشہور ہے مگر بعض قدما اس کے قائل نہیں۔ اُن کے کلام سے آپ کا اپنی موت سے وفات پانا نکلتا ہے چنانچہ کافی وغیرہ میں لفظ توفی (وفات پائی) اور بعض استعمال کئے گئے اور اعلام الورے طبرسی میں لفظ قیل سے اس روایت کی تضعیف کیگئی ہے اور جناب شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں صاف صاف لکھا ہے کہ میرے نزدیک زہر دیئے جانے کی روایت صحیح و ثابت نہیں کہ میں اُس کی شہادت دون۔ شاید روایت مشہور حضرت صادق کی کہ ہم سے ہر ایک تلوار سے شہید ہوگا یا زہر سے جناب شیخ کی نظر سے نہیں گذری یا اسکو معتبر نہیں سمجھے بہرحال احادیث معتبرہ میں وارد ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام براہ اعجاز طی الارض فرما کر مدینہ منورہ سے بغداد میں تشریف لائے اور اپنے پدر عالیقدر کو غسل و کفن دیکر اُن کی نعش پر نماز پڑھی۔ اور مقابر قریش میں پہلوئے جد بزرگوار جناب موسی کاظم کے آپ کو دفن کیا اور اُسی روز واپس مدینہ منورہ ہوئے۔

امام دہم علی بن محمد النقی علیہما السلام

اسم شریف علیؑ کنیت ابوالحسنؑ لقب ہادی۔ نقی۔ متوکل۔ فقیہ۔ نجیب۔ مرتضیٰ۔ مؤتمن وغیرہ وغیرہ۔ نیز آپ کو ابو الحسن الثالث وفقیہ عسکری بھی کہتے تھے۔ مگر زیادہ مشہور القاب سے نقی ہادی تھے۔ متوکل بھی ابتداء میں زبان زد خاص و عام تھا۔ مگر جب سے جعفر بن معتصم عباسی نے خلیفہ ہو کر اپنا لقب متوکل اختیار کر لیا۔ اُس وقت سے آپ اس سے کراہت کرتے۔ اور اصحاب کو اُس کے استعمال سے منع فرماتے کہ مبادا خلیفہ تک خبر پہونچے۔ اور وہ ناحق درپئے ایذا و رسانی ہو۔
مادر گرامی بنابر مشہور اُم ولد سمانہ جن کو منفرشہ مغربیہ کہتے تھے۔ بقولے اُم الفضل بنت مامون۔ جناب ابو الحسن الہادی ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ ہجری کو موضع حربا میں حوالے مدینہ سے پیدا ہوئے۔ بقولے روز سہ شنبہ ۵ رجب ۲۱۴ھ ہجری کو یہ ولادت شریف واقع ہوئی۔ چھ سال پانچ مہینے کا سن مبارک تھا کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام آپ کے والد والا قدر نے دنیا سے رحلت کی اُس وقت سے رتبۂ جلیلہ امامت خلق و خلافت کبریٰ پر فائز ہو کر قریب تیرہ سال کے مدینہ منورہ میں مصروف ہدایت عالم و تلقین دین مبین رہے یہ زمانہ بقیہ خلافت معتصم عباسی و عہد خلافت واثق باللہ کا تھا۔ اس کے بعد متوکل خلیفہ ہوا تو اُس نے حجاز سے سامرہ میں حضرت کو اپنے پاس بلوایا چنانچہ عرصہ بیس سال تک وہاں متوطن رہے۔ پھر وہیں رہگرائے عالم آخرت ہو کر خانۂ ملائک آشیانہ میں دفن ہوئے۔ سال وفات آپ کا بالاتفاق ۲۵۴ھ ہجری ہے مگر تاریخ وفات باختلاف ذکر ہوئی ہے۔ مشہور ۳ رجب المرجب ہے۔ بموجب اس کے سن شریف ۴۱ سال چھ مہینے چند یوم کا ہوتا ہے مگر بعضوں نے دوپہر روز دوشنبہ ۲۴ جمادی الثانی لکھی ہے اور شیخ صدوق محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ کے قول کے موافق معتمد عباسی کے زہر سے شہید ہوئے۔ چونکہ ابتدائی خلافت معتمد ۲۵۶ھ سے ہے جیسا کہ تاریخ الخلفا سے معلوم ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ یہ حرکت اسی برمان ولیعہدی سرزد ہوئی ہو بوقت وفات لخت جگر آپ کے امام حسن عسکری حاضر خدمت تھے۔ اُنہوں نے تمام

مدارج تجہیز و تکفین وغیرہ اپنے ہاتھ سے انجام دیئے۔ پھر نماز جنازہ پڑھی نقل ہے
کہ اس اندوہ والم میں حضرت عسکری نے گریبان پیرہن کا چاک کیا تھا۔ اس پر
بعض کوتہ اندیش نفاق پیشہ معترض ہوئے۔ کہ امام کو ایسا جزع وفزع کرنا روا نہ
تھا یہ اعتراض اُن کا حضرت نے سنا۔ تو فرمایا یہ لوگ دعوے شریعت دانی کا تو
کرتے ہیں مگر واقفیت خاک نہیں رکھتے۔ ان کو معلوم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نبیؑ
مرسل تھے۔ باوجود اس کے اُنہوں نے بوقت وفات اپنے بھائی ہارون عا کے
پیرہن چاک کیا تھا۔ نقش نگین اللہ ربیّ و ہو عصمتی من خلقہ۔ قد میانہ رنگ گندم گون
منکوحہ کوئی بی بی نہ تھی۔ صرف کنیز خدمت میں رہی۔ انہی سے پانچ اولادیں
ہوئیں۔ اول واکمل جن میں ابو محمد حسن بن علی العسکری امام یازدہم ہیں۔ دوسرے
حسین تیسرے محمد۔ چوتھے جعفر۔ معروف جعفر کذاب۔ پانچویں عائشہ نام ایک دُختر۔
جعفر کے کذاب کہلانے کی وجہ جیسا کہ پہلے بھی مذکور ہوا۔ اُن کا اپنے برادرزادے
حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے مقابلے میں ناحق ناواجب دعوای امامت کا
ہے مگر کہتے ہیں کہ حضرت صاحب الامرؑ نے ان کی یہ خطا بخش دی چنانچہ بجواب ایک
سائل کے جس نے یہ سوال آپ سے کیا تھا۔ تحریر فرمایا۔ کہ ہمارے چچا جعفر کا معاملہ
ہمارے ساتھ ایسا ہے جیسا برادران یوسف علیہ السلام کا یوسفؑ کے ساتھ تھا۔ واللہ
اعلم بالصواب۔ یہ جعفر بڑے کثیر الاولاد شخص تھے حتیٰ کہ موافق مشہور فرزند نرینہ
آپ کے ایک سو بیس تھے چنانچہ اسی وجہ سے آپ کو ابوالکرین (باپ وو کُرّوان کا)
کہتے ہیں۔ کیونکہ کرُ ساٹھ صاع کا ہوتا ہے ان سے بہت سی نسلیں جاری ہوئیں۔
چنانچہ بہت سے سادات کا سلسلہ نسب اُن کے اوپر منتہی ہوتا ہے وہ سب کے سب نقوی
کہلاتے ہیں۔

متوکل خلیفہ کے امام علی نقیؑ کے ساتھ سلوک

متوکل کے آپ کو سامرہ طلب کرنے کا دراصل وہی باعث تھا۔ جو اگلے خلیفوں
کا حضرت کے آباء واجداد کو ایذائیں دینے اور آوارہ وطن کرنے کا ہوتا رہا۔ اس

میں شک نہیں کہ خلفاء و اُمراء آنحضرتؐ کا جاہ و جلال و عزت و شہرت دیکھ نہ سکتے تھے۔ لہذا وہ کوئی نہ کوئی حیلہ پیدا کرکے درپے اُن کی ایذا رسانی کے ہو جاتے تھے حضرت نقی علیہ السلام کی نسبت محمد بن عبد اللہ نے آتش حسد میں جل کر متوکل کو بھڑکایا۔ کہ ان اطراف میں آج کل ان کا ڈنکا بج رہا ہے۔ لوگ مطیع و منقاد ہوتے جاتے ہیں اگر تجھ کو مدینہ و مکہ کی حاجت ہے۔ تو جلد ان کو یہاں سے نکال حضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے بھی ایک خط اس کو لکھا کہ یہ مجھ کو ہمیشہ ایذائیں دیتا اور جھوٹی باتیں تجھ کو لکھتا رہتا ہے۔ متوکل نے مصلحت وقت جان کر ایک نامہ مشفقانہ بزم الفاظ میں لکھا۔ کہ بموجب آپ کی تحریر کے محمد کو ایالت مدینہ سے معزول اور محمد بن فضل کو بجائے اس کے معزول کرتا ہوں۔ اُس کو بہت تاکید کر دی ہے ہمیشہ آپ کا ادب ملحوظ رکھے گا۔ آپ تو یہ لکھا۔ اور ایک دوسرا خط ابراہیم بن عباس سے اس مضمون کا لکھوایا کہ خلیفۂ وقت کو آپکے دیدار مسرت آثار کا بہت اشتیاق ہے اگر تکلیف گوارا کرکے معہ عیال و اطفال اس طرف متوجہ ہوں۔ تو بہت انسب ہے اور ساتھ ہی یحیی بن ہرثمہ کو روانہ کیا۔ کہ یہ حضور کے نوکروں کی طرح ہمراہ رکاب رہے گا۔ جو حکم دیں گے بجا لائے گا۔ اور اس قدر مبالغہ لکھا۔ کہ خلیفہ آپ کو اپنے خویش و یگانوں حتےٰ کہ بھائی بیٹوں سے زیادہ عزیز و گرامی جانتا ہے۔ ضرور اس طرف تشریف لائیے۔ یہ تحریر پہونچی تو مجبوراً تہیۂ سفر کا کرکے معہ اپنی اہلبیت حشم و خدم کے روانہ سامرّہ ہوئے۔ وہاں پہونچے۔ تو ایک روز بمقتضاء اپنی خباثت ذاتی کے متوکل نے آپ کے ساتھ ملاقات تک نہ کی۔ حتیٰ کہ ایک سرائے میں جہاں غرباء و مساکین ٹھیرتے تھے اُترنا پڑا۔ مگر دوسرے دن ایک مکان قیام کے لئے معین ہو گیا۔ جہاں آخر عمر تک مقیم رہے۔ صالح بن سعید کہ صلاح و سعادت اس کے اور اس کے باپ کے نام سے آشکار ہے بیان کرتا ہے کہ میں اُسی روز اول آپ سے ملنے کو سرا میں گیا۔ اس مقام متبذل میں حضرت کو دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوا۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ خلیفۂ بغداد نے براہ تذلیل حضرت کو

ایسے ناہنجار مکان میں اُتارا ہے۔ قسم خدا کی مجھکو سخت ناگوار ہے۔ کہ اس مکان میں آپ کو دیکھوں۔ فرمایا اے صالح یہ سرا ہمارے لیئے باعث ننگ و عار نہیں۔ ہم خاصان خدا و اہلبیت رسول اللہ ہیں فضل خدا ہمیشہ ہمارے شامل حال رہتا ہے۔ اگر تجھے باور نہیں۔ تو دست مبارک اپنا اُٹھا کر اشارہ کیا، اس طرف دیکھ میں نے دیکھا تو جہان تک نگاہ کام کرتی تھی گل و گلزار اشجار میوہ دار و عمارات عالیہ و قصر ہائے شامخہ مجھکو دکھائی دیئے۔ فرمایا اے صالح جس کے لیئے یہ سامان مہیا ہوں۔ وہ اس سرا میں ٹھیرنے سے کیا اذیت پا سکتا ہے۔

الغرض متوکل ملعون جس نے ارادہ مٹانے نشان روضۂ سیدالشہداء ابو عبداللہ الحسینؑ مصمم کر لیا تھا زائران آنحضرت کو روکتا اور ایذا دیتا اور قتل کرواتا تھا اور پانی اُس بقعۂ مبارک پر لایا تھا کہ تربت مقدس کو دریا بُرد کر دے مگر پانی آگے نہ گیا۔ اور کھڑا ہو گیا کہ اسی وجہ سے وہ قطعۂ زمین حائر کے نام سے مشہور رہا۔ یہی متوکل درپے اس کے تھا۔ کہ قدر و منزلت جناب ہادیؑ کی مطلوب سے کم کرے اور طرح طرح سے آپ کو ایذا دیتا تھا۔ مگر اللہ اپنے نور کا تمام کرنے والا تھا۔ اس کی کچھ پیش نہ جاتی تھی حتیٰ کہ اسی فکر و تردد میں مبتلا رہکر آخر کار آپ کی بددعا سے داخل جہنم ہوا۔ کلینی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ متوکل کے نکلا لا نکلا تھا۔ جس کے سبب سے قریب المرگ ہو رہا تھا۔ کسی کو قدرت نہ تھی کہ نشتر سے اُس کو شگاف دے اُس کی ماں نے بحالت اضطراب نذر کی کہ اگر وہ اس مرض سے جان بر ہو جائے۔ تو اپنے اموال خاصہ سے ایک رقم معین امام علیؑ نقی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کرے فتح بن خاقان اُس کے وزیر نے اُس سے کہا کہ امام عالیمقام کے پاس کسی کو بھیجکر دریافت کیا جائے کیا عجب ہے کہ کوئی مجرب علاج اس مرض کا اُن کو معلوم ہو۔ یا کوئی مؤثر دوا اُن سے ہاتھ آئے۔ متوکل نے آدمی بھیجا تو حضرت نے فرمایا کہ پشکل بز لیکر گلاب میں حل کرو اور دُنبل پر اُس کا ضماد کر دو۔ یہ دوا سُن کر حاضرین ہنسنے۔ اور استہزا کرنے لگے۔ فتح نے کہا

ہنسی کی کیا بات ہے اس کا تجربہ کرنا چاہیئے۔ فایدہ ہوا تو بہتر۔ ورنہ کوئی ضرر بھی
اس سے متصور نہیں۔ لاجرم مینگنیاں بکری کی منگوائیں۔ اور گلاب میں حل
کراکر مقام معروف میں لگائی گئیں۔ اس لیپ کا لگانا تھا کہ مریض کو آرام ہونے
لگا اور نیند آگئی۔ تھوڑی دیر میں دُنبل خود بخود ٹوٹ گیا۔ اور آلائش نکل کر شفاء
کلّی حاصل ہوگئی۔ مادر متوکل نے بنظر ایفاء نذر چار ہزار دینار ایک کیسہ میں بند
کرکے سربمُہر حضرت کیخدمت میں بھیجے۔ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد ایک غمّاز
نے متوکل کے پاس چغلی کھائی۔ کہ اموال ان کے پاس آتے۔ اور سلاح خرید
کرتے ہیں اور ارادہ تیرے اوپر خروج کرنے کا رکھتے ہیں۔ اُس نے سعید حاجب
کو مقرر کیا۔ کہ بے خبر خانۂ امام میں داخل ہوکر جو کچھ وہاں پاوے۔ اُس کے پاس
لے آوے۔ سعید رات کے وقت گیا اور نردبان لگاکر پشتِ خانہ سے بام پر چڑھا
مگر بوجہ تاریکی راہ اندر اُترنے کی نہ پائی۔ ادھر اُدھر حیران پھرتا تھا۔ امام انام
کہ اُس وقت بیدار و مصروفِ عبادت پروردگار تھے۔ نیچے سے پکارے۔ اے
سعید وہیں ٹھہرو۔ خادم تمہارے لئے شمع لاتا ہے۔ پس شمع اوپر گئی اور سعید
نیچے اُترا۔ تو دیکھا حضرت ایک حجرے میں لباس خشن پشم کا پہنے سر پر کلاہ
بالوں کی رکھے رو بقبلہ بیٹھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ سعید کو دیکھا تو فرمایا مکان تیرے
آگے ہے دیکھ لے۔ جو شے یہاں ہو لے جا۔ سعید سارے مکانوں میں پھرا مگر
وہاں کیا دھرا تھا۔ وہی کیسہ سربمُہر فرستادۂ مادر متوکل ایک طاقچہ میں رکھا
تھا اُٹھا لیا اور ایک اور کیسہ چار سے دینار کا دیکھا وہ بھی لے لیا۔ آپ نے
فرمایا مصلّے کے نیچے بھی دیکھ لے اُس کو ہٹایا تو ایک تلوار جس کا نیام چوبین
تھا وہاں تھی۔ سعید یہ تمام اشیاء خلیفہ کے روبرو لے گیا۔ اشرفیوں کی تھیلی
پر ماں کی مہر پاکر خلیفہ حیران ہوا۔ اور اُس سے حال پوچھا اُس نے تمام حال
اُس کے بیمار ہونے اور نذر کرنے کا بیان کیا یہ سن کر بہت شرمندہ ہوا۔ اور
سب چیزیں سعید کو واپس دیں اور ایک اور کیسۂ زر اپنے پاس سے شامل کیا۔

کہ یہ سب اشیاء خدمت میں لے جا۔ اور عذر خواہی کر۔ سعید حاضر خدمت ہوا۔ اور اس جرأت وگستاخی پر پشیمان تھا۔ عرض کی یا بن رسول اللہ مجھ کو بہت ندامت ہے کہ یوں بے اجازت داخل خانہ ہوا۔ مگر حکم سے مجبور تھا۔ فرمایا سَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَنقَلِبُونَ۔

متوکل کا بدعاء امام ہلاک ہونا

ابن طاؤس علیہ الرحمہ و دیگر علماء اعلام نے روایت کی ہے کہ متوکل نے ایک مرتبہ بغرض ہتک حرمت امام ہمام علیؑ بن محمد الہادی امر کیا کہ خلیفہ اور اس کا وزیر فتح بن خاقان سوارہ نماز عید کو جائیں گے۔ باقی اُمراء و ارکان دولت کہ حضرتؑ بھی اُن میں شامل تھے۔ سب پیادہ پا سواری کے آگے روانہ ہوں۔ زرافہ صاحب خلیفہ ناقل ہے کہ گرمی کا موسم تھا۔ میں نے اثناء راہ میں حضرت کو دیکھا کہ پیادہ روی کی تکلیف سے پیشانی نورانی عرق عرق ہو رہی ہے۔ اور آثار رنج و ملال چہرہ حال اس ولی ذوالجلال سے نمایاں ہیں۔ یہ صورت دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ آپ زیادہ تعب نہ اُٹھائیں۔ توقف فرمائیں۔ فرمایا بہ حکم ضرورت جارہا ہوں یعنی متوکل کے امر سے مجبور ہوں۔ مگر یاد رہے کہ یہ ایذا دہی ہماری خالی نہ جائیگی۔ ضرور قہر الٰہی اُس پر نازل ہوگا۔ اے زرافہ کیا ہم اہلبیتؑ کا رتبہ خدا کے نزدیک ناقہ صالح سے بھی کمتر ہے۔ زرافہ کہتا ہے کہ سواری کے جلوس سے فارغ ہو کر گھر پر آیا تو میرے یہاں لڑکوں کی تعلیم پر ایک مرد صالح شیعہ مذہب مقرر تھا۔ اس سے بسبیل تذکرہ یہ حال بیان کیا۔ اُس نے بجدّ ہو کر پوچھا کہ کیا درحقیقت حضرتؑ نے ناقہ صالح کی تمثیل بیان کی ہے میں نے قسمیہ کہا کہ ایسا ہی فرمایا ہے جیسا کہ بیان کیا تب اُس مرد صالح نے کہا تو عنقریب متوکل کا قضیہ تمام ہونے والا ہے۔ تین دن سے زیادہ نہ گزریں گے کہ حق تعالےٰ اُس کو داخل جہنم کرے گا۔ اس کا سبب پوچھا گیا تو کہا حق تعالےٰ قصہ ہود میں فرماتا ہے۔ وَتَمَتَّعُوا فِی دَارِکُم ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ یہ وعید شدید پے کنندگان ناقہ صالح کے واسطے تھی۔ وہ تین دن اپنے گھروں میں

متمتع رہے۔ اس کے بعد سب چھوٹے بڑے مرد عورت عذاب الہی میں گرفتار ہو گئے۔ پس جس طرح وہ تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہے۔ اسی طرح متوکل بھی اس سے زیادہ نہیں رہنے کا۔ میں نے کہا کیسا ناہموار کلام تیرا ہے اور خفا ہو کر اُس کو اپنے گھر سے نکال دیا۔ مگر پھر سوچ کر اپنا مال و متاع مختلف جگہوں میں پڑا تھا فراہم کرنے لگا اور تیسرے دن کے انتظار میں بیٹھا۔ چوتھے دن صبح کو سنا۔ کہ منتصر خلیفہ کا بیٹا بالطمع سلطنت کچھ ترکی غلام ساتھ لیکر خواب گاہ خلیفہ میں گھس گیا اور مارے تلواروں کے اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ پھر اُنہوں نے فتح بن خاقان کا کام تمام کیا۔ میں یہ سن کر خدمت امام علی نقی علیہ السلام میں دوڑا گیا۔ اور ماجرے بیان کیا۔ فرمایا معلم نے درست کہا تھا۔ اُس کا قتل ہونا ہماری ہی بد دعا کا نتیجہ ہے اُسوقت بصدق دل آپ کی امامت پر ایمان لایا۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ۔

اِمام یازدہم حسنؑ بن علیؑ العسکری علیہما السلام

اسم سامی حسنؑ۔ کنیت ابو محمدؑ۔ لقب عسکریؑ۔ ہادی۔ سراج۔ رفیق۔ خالص وغیرہ وغیرہ شہر سامرہ کے جس محلہ میں حضرت علی نقی علیہ السلام و حسن عسکری علیہم تھے۔ اس کا نام پہلے سے عسکر (شاید بوجہ ہونے لشکر گاہ خلیفہ کے یہ نام ہو) تھا اسکی نسبت سے دونو بزرگوار عسکری سے ملقب تھے۔ نیز ان دونوں باپ بیٹوں کو اور امام محمد تقیؑ کو اپنے اپنے عہد امامت میں ابن الرضا یہی کہتے رہے ہیں۔ مادر گرامی اُمّ ولد جس کا نام نامی حدیث۔ سوسن۔ حریبہ یا سلیل تھا۔ نہایت عارفہ و صالحہ بی بی تھیں ولادت باسعادت ۸ ربیع الثانی ۲۳۱ھ ہجری کو مقام مدینہ منورہ واقع ہوئی۔ مگر ایک قول کے موافق روز جمعہ ۸ ماہ مذکور کی ۲۳۲ھ ہجری ہے۔ بیس سال اپنے پدر عالیقدر کے ساتھ رہے۔ چھ سال اس کے بعد نائب رسولؐ و امام برحق ہو کر زندگی بسر کی وہ زمانہ بقیہ خلافت معتز کا تھا۔ پھر گیارہ مہینے اٹھائیس یوم خلافت مہدی کے ہیں اس کے بعد معتمد خلیفہ کی سلطنت سے پانچ سال گزرے تھے کہ ۲۶۰ھ ہجری میں

رحمت خدا کی طرف انتقال فرمایا۔ یہ کلام ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ کا ہے۔ مناقب میں کہ شروع ربیع الاول ۲۶۰ھ ہجری میں آپ بیمار ہوئے۔ اور آٹھویں کو اس مہینے کی وفات پائی اور ایسا ہی کتاب کافی شیخ محمد بن یعقوب کلینی سے ظاہر ہے کہ اپنی موت سے فوت ہوئے۔ مگر بہت سے علماء نے کہا ہے کہ معتمد خلیفہ کی زہر خورانی سے شہادت پائی۔ اسی طرح آپ کے آباء طاہرہ بن محمد تقیؑ و علی نقیؑ و دیگر آئمہ علیہم السلام اپنے اپنے عہد کے خلیفوں کے زہر سے شہید ہوئے ہیں بنا اس قول کی اوپر ایک حدیث کے ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا۔ مامنا احدٌ اِلّا ہو مقتول او شہید۔ کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ شہید یا قتل نہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ غرض سِن مبارک جناب عسکری کا ۲۹ یا ۲۸ سال کا ہے اور محل دفن آپ کا سر من رائے جس کو بنظر اختصار سامرہ کہتے ہیں۔ جہاں کہ امام علی نقی مدفون تھے۔ پہلوئے آنجناب میں رنگ مبارک گورہ و گندم گون کے درمیان قد میانہ نقش نگین انا اللہ شہید۔ دربان عثمان بن سعید۔ اولاد سے فقط ایک ذات بابرکات حضرت صاحب العصر والزمان عجّل اللہ فرجہ اور بس ؎

امامت

حضرت ابو محمد حسن العسکریؑ بموجب دلایل عقلیہ و نقلیہ سابق و لاحق کے اپنے پدر عالیقدر جناب علیؑ نقی کے بلا ریب امام انام ہیں۔ جناب علی نقی نے بارہا اپنے اصحاب کے سامنے اُن کی امامت پر نص صریح فرمائی۔ اور تاکید کی کہ اُن کو میرے بعد میرا خلیفہ اور اپنا امام جاننا۔ جس طرح مجھ سے مسایل استفسار کرتے ہو اسی طرح اُن سے دریافت کیا کرنا۔ تحقیق کہ تمام ضروریات دین و اسباب و شعائر امامت سب اُن کے پاس موجود ہیں۔ جن اُمور کی امامت کو حاجت پڑتی ہے وہ اُن سے واقف ہیں۔ ابتدا میں ابو جعفر محمد بن علیؑ بڑے بیٹے امام علیؑ نقی کی حیات میں بعض اشخاص کو ان کی امامت کا گمان رہا۔ جیسا کہ

حضرت صادق علیہ السلام کے زمانے میں اُن کے فرزند اکبر حضرت اسمٰعیل کی نسبت ایسا خیال کرنے لگے تھے۔ مگر جیسا اسمٰعیل کی موت نے یہ قضیہ صاف کر دیا۔ اُسی طرح یہاں بھی ابو جعفر اپنے باپ کی حیات میں فوت ہوئے اور یہ خرخشہ مٹ گیا۔ علاوہ بریں حضرتؑ نے اپنی وفات سے کوئی چار مہینے پیشتر خاص طور سے آپ کو اپنا وصی مقرر کیا اور بہت سے اصحاب و موالی کو اس پر شاہد گردانا نیز حضرت نے اپنے شیعوں سے خطاب کیا کہ خلیفہ و جانشین میرا میرے بعد ابو محمدؑ الحسنؑ ہے۔ اور اس کے بعد خلیفہ اس کا محمدؑ مہدی ہوگا۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ درانحالیکہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی پھر فرمایا۔ کیا حال ہوگا تمہارا جبکہ اس کی شکل نہ دیکھ سکو گے۔ نہ ان کا نام لینا تم کو حلال ہوگا۔ عرض کی۔ تو پھر کیونکر باہم اس کا ذکر کریں گے۔ فرمایا الحجۃ من آل محمدؐ سے تعبیر کرنا۔

بعض فضائل آنحضرتؑ

جناب عسکریؑ کا زمانہ امامت بہت کم و کوتاہ گزرا ہے۔ تاہم آپ کے فضائل و کمالات و خارق عادت معجزات اخبار و آثار کتابوں میں موجود ہیں کس کا مقدور ہے کہ شمہ اس کا بیان و ترجمہ کر سکے۔ آپ کے محاسن اخلاق و مکارم اوصاف ہر ایک نزدیک و دُور کے نزدیک معروف و مشہور ہیں اور ہر دوست و دشمن ان کا قائل و معترف ہے۔ شہر سامرہ میں باوجودیکہ عباسیوں کی حکومت تھی اور وہ قطعی دشمنان اہلبیت ان کی جاہ و منزلت کو دیکھ نہیں سکتے تھے پھر بھی حضرتؑ کا سکہ دلوں پر بیٹھا تھا۔ اور حسن عقیدت کا یہ حال تھا۔ کہ بروز وفات اُس جناب کے تمام شہر نمونۂ قیامت بن گیا تھا۔ گھر گھر میں کہرام مچا تھا۔ بازار بند کاروبار مسدود ہو گئے تھے۔ جناب صدوق علیہ الرحمہ ایک معتبر راوی باشندۂ شہر قم کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ اُس نے کہا میں ایک روز احمد بن عبید اللہ بن خاقان کے مکان پر گیا جو خلیفہ کی طرف سے والئے قم تھا یہ شخص پکا ناصبی دشمن اہلبیت تھا۔ اتفاقاً اُس وقت اس کی مجلس میں سادات

علویین اہل سامرہ کا ذکر آیا۔ لوگ ان کے مذہب اور خلفاء کے نزدیک قرب و
منزلت وغیرہ امور میں گفتگو کرنے لگے۔ اُس وقت احمد بن عبید اللہ نے کہا
کہ سر من رائے میں سادات سے میرے نزدیک کوئی شخص امام حسن عسکریؑ
کی شرف و برتری کو نہیں پہونچتا۔ تمام خلفائے بنی ہاشم و سادات ان کو زہد و
عبادت علم و فقاہت و دیگر صفات کمال میں اپنے بزرگون پر ترجیح دیتے ہیں۔
اور خاص و عام شرافت و فضیلت میں ان کا تقدم مانتے ہیں۔ ایک روز میرے باپ
عبداللہ بن خاقان اپنے مکان میں بیٹھے تھے۔ اور میں اُن کے پاس حاضر تھا۔ کہ ناگاہ
چوبدار نے اطلاع کی کہ حسن عسکری دروازے پر تشریف رکھتے ہیں سُنتے ہی اس
بات کے باواز بلند کہا کہ اُن کو اندر لے آو۔ پس دیکھا میں نے کہ ایک جوان گندم گون
باقامت موزون کشادہ چشم فراخ پیشانی چہرہ نورانی و موئے سیاہ بکمال عظمت
و جاہ اندر آئے۔ میرا باپ اُن کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اور آگے بڑھکر آپکا
استقبال کیا۔ حالانکہ وہ کسی ہاشمی کا بلکہ خلیفہ تک کا بھی اس طرح استقبال نہ کرتا
تھا۔ مگر اُن کی ہیبت و جاہ و جلال کا یہ حال تھا۔ کہ باہیں گلے میں ڈال کر ہاتھون کو
بوسہ دیا۔ پھر ہاتھ تھام کر اپنی جگہ اپنی مسند پر بٹھایا۔ اور خود مودبانہ اُن کے
سامنے بیٹھا یا۔ باتون میں بروئے تعظیم کنیت سے خطاب کرتا اور بار بار اپنے
تئیں اور اپنے مان باپ کو اُن پر فدا کرتا۔ میں یہ حال دیکھکر بہت حیران تھا اتنے
میں حاجب پھر اندر آیا اور عرض کی کہ خلیفہ کی سواری آرہی ہے۔ دستور یہ تھا
کہ جب موفق خلیفہ میرے باپ کے پاس آتا تو اُس کے خاص خادم پہلے سے آکر
دو طرفہ صف بستہ کھڑے ہوجاتے۔ اور خلیفہ کی واپسی تک اسی طرح کھڑے رہتے
اُس وقت میرا باپ باوصف سُننے اس خبر کے اُن کے رعب و جلال سے بدستور
اُن کے سامنے بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ تا اینکہ نزدیکان و مخصوصان خلیفہ آنے شروع
ہوئے اُس وقت عرض کی یا ابن رسول اللہ خلیفہ آتا ہے حضور چاہیں۔ تو
تشریف رکھیں۔ ورنہ دولت سرا کو مراجعت فرمائیں۔ یہ سُن کر وہ اپنی جگہ سے اُٹھے

میرے باپ نے خادم کو کہا۔ کہ ساتھ جا اور جو بدا رون کی نظر بچاکر پس پشت
مکان سے اُن کو لے جا۔ پس میرے باپ نے بہت سی صفات و ثنا ان کی کی
اور اُٹھکر پیشانی کو بوسہ دیا اور رخصت کیا۔ پھر خلیفہ کے لینے کو گیا۔ میں نے اپنے
باپ کے ملازمون سے کہا کہ یہ جوان ذیشان کون ہے۔ جن کی میرے باپ نے
اس قدر تعظیم کی اُنہون نے کہا یہ اشراف عرب سے حسنؑ عسکری نام ہیں اور فرزند
ہیں علی نقی ؑ امام رافضیان کے۔ مجھے یہ سُن کر اور بھی حیرت ہوئی۔ کہ ایک مرد
رافضی کی اس قدر توقیر کی۔ دن بھر اسی غم و غصّہ میں پیچتاب کھاتا رہا۔ رات کو
میرا باپ بعد نماز عشا کے کاغذات و عرائض جن کو صبح خلیفہ کے سامنے پیش
کرنا تھا۔ دیکھنے بیٹھا۔ تو میں نے کہا اے پدر میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہون کہا
کہو اے فرزند جو کچھ کہ چاہو۔ میں نے کہا میں یہ پوچھتا ہون کہ وہ شخص جسکی
تم نے اس قدر تکریم کی کہ بار بار اپنے پدر و مادر کی جان اُس کے اوپر فدا کرتے
تھے۔ کون ہے۔ جواب میں کہا اے پسر وہ امام و پیشوا ہے رافضیون کا۔ بالفرض
اگر خلافت عباسیون کے ہاتھ سے نکل جائے تو سوائے اس جوان کے دوسرا
کوئی عالم میں اس کا حقدار نہیں اس لیئے کہ زہد و عبادت و علم و فضل میں یکتاء
روزگار ہے اور شرافت نسب و عفت و عصمت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ اے پسر
اگر تو اُن کے باپ علیؑ نقی کو دیکھتا تو جانتا کہ تمام صفات کمال میں روئے زمین
پر یکتا و بے مثل ہیں احمد بن عبد اللہ کہتا ہے۔ کہ یہ صفت و ثناء سُن کر میرا غضب
اور زیادہ ہوا۔ مگر باپ کے ادب سے خاموش تھا۔ لیکن اُس وقت سے درپئے
تجسُّس ہوا ہر ایک سے حال اُس جوان رعنا کا پوچھتا تھا۔ کہ کاش کوئی عیب
اُس کا میرے سامنے بیان کرے اور میرا دل اُس کو سُن کر ٹھنڈا ہو اگر یہ اُمیّد
میری دل کی دل ہی میں رہی۔ جملہ اُمراء و سادات و شرفاء کو ان کی مدح میں متفق
اللفظ پایا کسی سے ایک لفظ بھی ان کی مدح و ثنا کے سوا نہ سُنا اس لیئے ان کی
وقعت میری نظر میں عظیم ہوئی۔ میں خوب جانتا ہون کہ اس خاندان میں کیا تمام

عالم میں کوئی امام حسن عسکری عٓ کی برابری نہیں کر سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ احمد مذکور یہان تک پہونچا تھا کہ ایک شخص نے حاضرین مجلس سے کہا تم اس قدر حسن عسکریؑ کی مدح سرائی کرتے ہو ذرا اُن کے بھائی جعفر بن علی نقی عٓ کا حال بھی بیان کرو کہ وہ کیسے تھے۔ احمد نے کہا جعفر ایسا شخص نہیں کہ اُس کے حال سے کوئی سوال کرے یا امام حسن عسکریؑ کے ساتھ اس کا نام لیا جائے یہ کہہ کر خوب دل کھولکر جعفر کی مذمت کی کہ وہ فاسق فاجر۔ شراب خوار اور کیا اور کیا تھا پھر حال جناب عسکری کا بیان کرنے لگا۔

حال وفات آنحضرتؑ

اوکہا کہ انکی وفات کی عجیب واردات ہے۔ جس وقت میرے باپ کو معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہیں اُس نے خلیفہ کے حضور میں اس کی اطلاع دی۔ وہان سے چار شخص خواص خلیفہ سے مقرر ہوئے کہ حاضر خدمت ہوکر ہر وقت بیمار داری اور خدمتگزاری میں رہیں۔ اور طبیب شاہی بھیجا گیا کہ صبح شام حاضر ہوکر مداوا ومعالجہ کرے۔ دو روز بعد خبر آئی کہ مرض آپ کا شدید ہو گیا اور ضعف بڑھگیا ہے۔ لہٰذا دیگر اطبا کو حکم ہوا کہ خدمت سے جدا نہ ہون۔ اور قاضی القضاۃ کو تاکید ہوئی کہ معہ دس نفر اصحاب علم وفضل کے حاضر خدمت رہے پس یہ سب لوگ ملازمت میں تھے کہ آپ نے اوایل ماہ ربیع الاول میں قضا کی یہ خبر شہر سامرہ میں مشہور ہوئی تو ایک قیامت برپا ہوگئی۔ جمیع مرد وزن نے صدائے فریاد وشیون بلند کی اُدھر تو ماتم امام میں عالم تہ وبالا ہو رہا تھا۔ اِدھر خلیفہ کو فرزند ووارث امام حسنؑ کی فکر وتلاش ہوئی۔ بموجب حکم ملازمان شاہی نے دولت سرا کو گھیر لیا۔ اور اندر داخل ہوکر تمام مکانون کو کھو دڈالا۔ کہ کسی حجرہ میں پتہ ونشان اس چشم وچراغ دودمان امامت کا ملے مگر کچھ نشان نہ ملا۔ تو خلیفہ نے عورات کو مقرر کیا کہ کنیزان امام میں تفحص کریں شاید کسی کو حمل رہا ہو۔ چنانچہ ایک عورت نے خلیفہ کو خبر دی۔ کہ ایک کنیز پر حمل کا احتمال ہے۔ خلیفہ نے اپنے خادم کو اس کنیز پر موکل کیا کہ جو بارہ

حال رہا ہے۔ اس کے بعد معتمد خلیفہ متوجہ تجہیز و تکفین ہوا کوچہ و بازار میں تمام صغار وکبار اس حادثہ سے اضطراب و انتشار کی حالت میں تھے۔ تمام وضیع و شریف آپ کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔ عبداللہ بن خاقان وزیر خلیفہ معہ جملہ اُمراء و وزراء اور ملازمان اہل سیف و قلم و قضات و عدول و تمام بنی ہاشم موجود تھے۔ اُس وقت شہر سامرہ میں نالۂ زن و مرد سے ہنگامۂ محشر بپا تھا۔ غسل و کفن سے فارغ ہو کر معتمد نے حکم دیا کہ ابوعیسیٰ بن متوکل نماز جنازہ پڑھائے۔ اُس نے حاضر ہو کر باشارۂ خلیفہ کفن روئے مبارک سے ہٹا کر چہرہ انور بنی ہاشم و علماء و سرداران لشکر کو دکھایا کہ لوگو یہ امام حسن عسکری ہیں۔ جو اپنی موت سے فوت ہوئے ہیں درانحالیکہ قضاۃ علماء سے فلان فلان اشخاص و اطبّاء و خواص امیرالمومنین سے فلان فلان ان کے پاس حاضر تھے اور غرض اِس سے یہی تھی۔ کہ کوئی نہ کہے کہ آپ زہر دیکر شہید کئے گئے اور خلیفہ کیطرف بدگمانی کرنے نہ پائے۔ پھر بدستور کفن ڈھانپ دیا اور آگے ہو کر پانچ تکبیروں سے نماز پڑھی۔ بعد ازان مکان اسکونت میں پہلوئے پدر آنحضرتؑ میں دفن کیا۔ راقم الحروف احقرالزمن بندہ مظہر حسن عفااللہ عن جرائمہ کہتا ہے۔ کہ یہ نماز ابوعیسیٰ کی بعد میں ہوئی۔ اس سے پہلے نماز کہ جس وقت جنازہ تیار ہو کر صحن خانہ میں رکھا گیا۔ اور جعفر بن علی نقی علیہ السلام معہ جماعت شیعہ نماز پڑھنے کھڑا ہوا تو حضرت صاحب الامر علیہ السلام گوشۂ خانہ سے برآمد ہوئے اور جعفر کو باشارۂ دستِ دہان سے ہٹا دیا کہ اے چچا تم اس جنازہ کی نماز نہیں پڑھا سکتے۔ اور خود حضرت نے نماز پڑھائی۔ جیسا کہ احادیث متواترہ شیعہ سے ظاہر ہے۔ اور آگے آتا ہے۔

القصہ احمد مذکور لکھتا ہے کہ اس کے بعد بھی خلیفہ کو حسن عسکریؑ کے پسر کی تلاش رہی اس جدو جہد کی وجہ یہ تھی۔ کہ اُس نے سنا تھا کہ مہدی ؑ آل محمدؐ آنحضرت کے صلب سے پیدا ہوگا۔ لاجرم اُس کی طلب و تلاش میں سرگرم تھا۔ مگر حضرت صاحب حفظ و حمایت خدائے منان میں تھے یہ لوگ اُن کی گرد کو

بھی نہ پہونچے- آخر کار دو سال بعد جب اُس کینہ سے کچھ نہ ہوا- تو اُس کو چھوڑ دیا اور ترکہ حضرت حسنؑ کا درمیان اُن کے بھائی جعفر اور ان کی والدہ کے تقسیم کر دیا- اس کے بعد جعفر میرے باپ کے پاس آیا- کہ میں چاہتا ہوں کہ منصب امامت میرے بھائی حسن عسکریؑ کا مجھ کو ملے اور وعدہ کرتا ہوں- کہ مبلغ بیس ہزار دینار ہر سال خزانہ شاہی میں داخل کیا کروں گا-

یہ سن کر میرا باپ بہت خفا ہوا- اور اُس سے کہا اے احمق تو نہیں جانتا کہ خلفاء ہمیشہ اُن لوگوں کے جو تیرے باپ اور بھائی کی امامت کے قائل تھے- دشمن رہے ہیں اور بزور شمشیر اُن کو اس عقیدے سے ہٹا کر اپنی خلافت کا گرویدہ بناتے رہے مگر اُن کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی- اگر تیرا رتبہ شیعوں کے نزدیک تیرے باپ اور بھائی کا سا ہے- تو سلطان کی اس میں ضرورت نہیں- وہ خود تیرے گرد جمع ہوں گے نہیں تو حکومت اس میں کیا کر سکتی ہے- اُس دن سے جعفر کذّاب کی خفّت عقل اور بد دیانتی میرے باپ کو ثابت ہو گئی اور اُس نے اپنے نوکروں سے کہدیا کہ جعفر ہمارے پاس نہ آنے پائے- اس کے بعد وہ اُس کے دربار میں باریاب نہیں ہوتا تھا- حتےٰ کہ میرے باپ نے قضا کی اور خلیفہ تو اب تک حسن عسکریؑ کے بیٹے کا جویاں ہے مگر حضرت صاحب الامرؑ تک اس کی رسائی نہیں-

ذکر خلیفۃ الرحمان صاحب العصر والزمانؑ حجۃ بن الحسن صلوٰت اللہ علیہما

امام دوازدہم

نام نامی اور کنیت سامی آنحضرتؐ کی موافق نام و کنیّت حضرت رسالت پناہؐ کے ہے اور جائز نہیں اُمّت کو کہ ایام غیبت میں آپ کا نام لیں صاحب الامر وغیرہ القاب کے ساتھ یاد کرنا چاہیئے- القاب شریفہ بہت ہیں- مہدی- قایم- منتظر حجۃ صاحب وغیرہ- آپ بروز جمعہ ۱۵ شعبان ۲۵۶ھ ہجری کو بمقام سرمن رائے

والدۂ حضرت صاحب الامر

متولد ہوئے۔ پدر عالیقدر امام حسن عسکری ع مادر نامدار نرجس خاتون دختر یشوعا بن قیصر شاہ روم ہیں جن کا سلسلۂ نسب مان کیطرف سے شمعون الصفا وصی عیسیٰ پیغمبر تک پہونچتا ہے۔ ابتدا میں ترسا یعنی عیسائی مذہب رکھتی تھیں تیرہ سال کی عمر میں جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا نے خواب میں ان کو مسلمان کیا اور عقاید حقہ تعلیم فرمائے اور بشارت دی زوجیت اپنے فرزند ارجمند حضرت حسن عسکری کی چنانچہ بعد اس کے نرجس خاتون بڑی کد وکاوش سے منزل مقصود کو پہونچیں اور خدمت امام عالیمقام میں داخل ہوئیں۔ یہ طول طویل قصہ کتب مبسوطہ میں مذکور ہے۔ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو حق تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرح بچپن ہی میں علم معرفت عطا کی تھی۔ چنانچہ خواص علماء شیعہ حضرت کیخدمت میں حاضر ہو کر مشکل مسایل آپ سے دریافت کرتے اور جواب با صواب سے کامیاب مراد ہوتے تھے۔ احمد بن اسحاق وکیل جناب عسکری ع کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور سعد بن عبد اللہ کہ ثقات شیعہ سے تھے۔ حضرت امام حسن عسکری ع کیخدمت میں حاضر ہوئے دیکھا میں نے کہ ایک طفل صغیر مانند ماہ شب چاردہ آپ کی گود میں بیٹھا ہے۔ میرے پاس ایک ہمیان تھی جس میں چند تھیلیاں روپے اور اشرفی کی سربمہر تھیں جو شیعیان آنحضرت ع نے بطور خمس وغیرہ خدمت عالی میں ارسال کی تھیں میں نے وہ ہمیان کھول کر سامنے رکھدیا۔ آپ نے اُس صاحبزادے کیطرف اشارہ کیا کہ یہ ہدیئے اور تحفے تمہارے شیعوں اور دوستوں نے بھیجے ہیں اُن کو اٹھا لو۔ حضرت صاحب نے کہا کہ اس میں مال حرام مخلوط ہے۔ جائز نہیں کہ ہم اہلبیت عصمت وطہارت اس کی طرف ہاتھ بڑہائیں۔ پھر جس جس تھیلی میں ناجائز مال تھا۔ اور جس جس قدر تھا بتلا دیا۔ اور وہیں اُس کے حرام ہونے کی ارشاد فرمائیں۔ امام حسن ع نے اپنے فرزند ارجمند کی تصدیق کی اور وہ روپیہ مجھ کو دیدیا کہ اس کے مالکوں کو واپس دیدوں۔ پھر عبد اللہ کو کچھ مسایل دریافت کرنے تھے۔ امام ہمام نے فرمایا میرے اس فرزند دلبند سے دریافت کر جو چاہے پس کلام

روایت احمد بن اسحاق

مشکل مسایل حضرت سے دریافت کئے اور جواب شافی پائے۔ بلکہ بعض مسائل جو
اُس کو سہو ہو گئے تھے۔ باعجازنہ یاد دلوائے۔ اور جواب باصواب ارشاد فرمائے۔
جناب شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی رح کہ بہ برکت دعاء حضرت صاحب العصر پیدا
ہوئے اور اس فضل و کمال و عزت و اجلال کو پہونچے۔ ابوالادیان بصری

روایت ابوالادیان

سے روایت کرتے ہیں کہ انہون نے کہا میں حضرت حسن عسکری کی خدمت میں
رہتا تھا۔ اور آپ کے خطوط بیرونجات میں شیعون کے پاس لے جایا کرتا تھا
ایک بار حالت مرض میں کہ اُس میں آپ نے رحلت فرمائی۔ مجھے طلب کیا
کچھ خطوط اہل مدائن کے نام لکھکر دیئے اور فرمایا اے ابوالادیان پندرہ روز
بعد تو سامرہ میں واپس آئیگا۔ تو سنے گا کہ صدائے نوحہ و شیون میرے مکان سے
بلند ہے اُس وقت مجھ کو غسل میت دیتے ہون گے۔ ابوالادیان نے کہا اے
سید و سردار میرے یہ حادثہ واقع ہو۔ تو امر امامت کس سے متعلق ہوگا۔ فرمایا جو
میرے خطوط کا جواب تجھ سے طلب کرے اور میرے اوپر نماز جنازہ ادا کرے
اور بتاوے کہ ہمیان کے اندر کیا ہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ ہیبت امامت مانع ہوئی کہ دریافت
کرتا کہ ہمیان کیسا۔ القصہ میں نے خطوط لئے۔ اور مدائن کا رُخ کیا۔ چند
روز بعد جو وہان سے پلٹا اور سامرہ آیا تو وہی پندرھوان روز تھا اور صدائے
گریہ و بکا خانہ منورہ اُس جناب سے آرہی تھی دروازہ پر آیا تو جعفر برادر
اکبر آنجناب مشہور بجعفر کذاب کو دیکھا کہ دہلیز خانہ میں بیٹھا ہے شیعہ اُس کے
گرد جمع ہیں اور تعزیت دیتے ہیں۔ اُس کو وفات امام کی اور مبارکباد دیتے
ہیں خود اُس کی امامت پر۔ میں نے یہ دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ اگر امام یہ ہے
تو معلوم ہوتا ہے کہ امر امامت بدل گیا۔ نہیں تو یہ فاسق کہان اور اہلیت امامت
کجا۔ میں نے خود اس کو انواع فسق و فجور۔ شراب خوری۔ قمار بازی۔ طنبور نوازی
میں مشغول دیکھا ہے۔ پس آگے بڑھا اور اور ون کی طرح میں نے بھی تعزیت و
تہنیت کہی مگر اُس نے مجھے کچھ نہ پوچھا۔ اتنے میں عقید خادم اندر سے نکلا اور جعفر

سے کہا اے سید میرے تمہارے بھائی کو کفن کر چکے۔ آیئے اور نماز جنازہ پڑھایئے۔ جعفر اُٹھا اور لوگ بھی اُس کے ہمراہ اُٹھے اندر گئے تو جنازہ حضرت کا صحن خانہ میں رکھا ہوا تھا۔ جعفر بقصد نماز آگے بڑھ کر نماز شروع کیا چاہتا تھا کہ ایک طفل گندم گون پیچیدہ بال کشادہ دندان مانند پارۂ ماہ گوشۂ خانہ سے نکلا اور گوشۂ چادر جعفر کا پکڑ کر کھینچا کہ اے چچا پیچھے ہٹ جاؤ کہ میں اپنے باپ کی نماز کے واسطے تم سے زیادہ اولےٰ ہوں۔ جعفر پیچھے کو ہٹے اور مارے ہیبت کے چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا۔ پس اس فرزند بزرگوار نے نماز جنازہ پڑھی اور پہلوئے امام علی نقی علیہ السلام میں لاش کو دفن کیا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جواب ہمارے خطوط کے ہم کو دے۔ میں نے سب خط اُن کے حوالے کئے اور دل میں کہا جو علامتیں امام نے ارشاد کی تھیں اُن میں سے دو تو دیکھ لیں تیسری باقی ہے۔ پس باہر آیا۔ اُس وسادہ حاجز نے جعفر سے اتمام حجت کے طور پر کہ وہ امام نہیں پوچھا یہ طفل صغیر کون تھا۔ جعفر نے کہا واللہ میں اس سے واقف نہیں نہ آگے کبھی اس کو دیکھا اُس وقت کچھ لوگ اہل قم سے آئے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کا حال دریافت کیا۔ جب معلوم ہوا کہ رحلت کی تو پوچھا ان کے بعد امام کون ہے۔ لوگوں نے جعفر کی طرف اشارہ کیا وہ نزدیک گئے اور تعزیت و مبارکباد کہی۔ پھر کہا ہمارے پاس کچھ خطوط اور مال ہے بتاؤ کہ یہ خط کس کس نے بھیجے ہیں اور مال کس قدر ہے تاکہ تم کو تسلیم کریں۔ جعفر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا لوگ ہم سے علم غیب پوچھتے ہیں۔ اتنے میں ایک خادم اندر سے نکلا اور حضرت صاحب الامر کی طرف سے اُن کو کہا کہ تمہارے پاس فلاں فلاں کے خطوط ہیں۔ اور ہمیان میں ہزار اشرفی ہے اور اُن میں دس اشرفیاں وہ ہیں کہ جن پر سونا پھرا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے خطوط اور زر اُن کے حوالے کیا اور کہدیا کہ جس نے تجھ کو بھیجا ہے یہ خط اور یہ مال اُس کے پاس پہونچا دے۔ کہ بے شک وہ امام زمان ہے۔ الوالادیان

ف
اہل قلم کا امر ما... کو تحقیق کرنا

کہتے ہیں کہ اس وقت مجھ کو معلوم ہوا کہ حضرت حسن عسکری ع کی مراد ہمیان سے یہ تھی۔ پس جعفر معتمد خلیفہ عباسی کے پاس گیا اور تمام ماجرے بیان کیا اُس نے کچھ آدمی بھیجے جنہوں نے صیقل نام کنیز امام کو پکڑا۔ کہ اس طفل کا پتہ نشان بتلا۔ اُس نے انکار کیا اور رفع شک کے لئے کہا کہ میں آنحضرت ع سے حاملہ ہوں۔ اس لئے اُس کو ابن ابی الشوارب قاضی کے سپرد کیا۔ کہ جب بچہ پیدا ہو۔ مار ڈالے۔ ناگاہ عبداللہ بن یحیٰی وزیر خلیفہ فوت ہوا۔ اور صاحب الزنج نے بصرہ میں خروج کیا وہ لوگ اپنے حال میں گرفتار ہو گئے۔ کنیز قاضی کے گھر سے اپنے گھر میں واپس آئی۔ بالجملہ حضرت صاحب الامر پانچ سال کے تھے کہ پدر بزرگوار آنحضرت ع نے وفات پائی۔ ابتداء پیدائش سے آپ عوام کی نظروں سے غائب رہے۔ اس کی اصلی و حقیقی وجہ تو خداوند عالم ہی خوب جانتا ہے مگر بظاہر چونکہ حدیث خروج و ظہور امام مہدی سنی و شیعہ میں متواترات سے چلی آتی تھی۔ خلفاء جور بخوف اس کے کہ اُن کی سلطنت و حکومت آپ کے ہاتھ سے برباد ہو گی۔ ہمیشہ متجسس حالات رہتے اور چونکہ تحقیق تھا کہ آپ اولاد علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام سے ہوں گے۔ اس لئے خاندان رسالت کی تاک اور فکر میں تھے کہ ان سے کوئی بچہ زندہ نہ رہنے پائے۔ چنانچہ اسی وجہ سے حضرت علیؑ نقی و حسن عسکریؑ کو سامرہ میں نظربند کیا تھا۔ کہ اس گوہر بے بہا کو ہاتھ میں لا کر ضائع کریں مگر حق تعالےٰ نے اُس گنج خوبی کو اُن کی نظر سے پنہان رکھا۔ اور حضرت ابراہیمؑ و موسیٰ ع بن عمران کی طرح آپ کی پیدائش کا حال دشمنوں پر نہ کھلنے پایا۔ واللہ متم نورہٖ و لو کرہ المشرکون۔ اور اللہ اپنے نور کو تمام کئے بغیر نہیں رہتا گو مشرک لوگ اس سے کراہت کریں مگر خواص شیعہ زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ ابتداء میں خود امام حسن عسکری ع بنظر اتمام حجت شیعوں سے آنحضرت کی ملاقات کراتے اُن کی امامت و خلافت کی خبر دیتے۔ علیٰ ہذا اُن کے بعد بھی خوش قسمت لوگ اس سے محروم نہ تھے۔ حاضر خدمت ہو کر بالمشافہ حل مشکلات کرتے۔ مگر عام لوگوں کی

وکیلوں اور نائبوں کے ذریعہ سے کاروائی ہوتی۔ اُن کی معرفت خطوط و عرائض جاتے اور جواب باصواب بصورت توقیع صادر ہوتے۔ اور جو اموال خمس وغیرہ سے آتے وہ بھی وکلاء ناحیہ باجازت آنحضرتؑ مستحقین شیعہ میں تقسیم فرماتے۔

وکلاء ناحیہ مقدسہ

یہ کیفیت قریب ہتر سال کے رہی۔ چنانچہ اس مدت کو زمانہ غیبت صغریٰ کہتے ہیں اور ہرچند اس عرصہ میں وکیل و نائب آنحضرت کے زن و مرد سے بہت ہوئے۔ الّا مشہور نائب الوکالت کہ عام لوگ ان کو پہچانتے اور اُن کے پاس آتے جاتے تھے۔ چار بزرگوار ہیں اول عثمان بن سعید عمری کہ اصحاب امام ہمام علی نقیؑ سے ہیں۔ گیارہ سال کی عمر سے آنحضرت کی خدمت میں نشو و نما پائی۔ آخر میں منصب وکالت حضرت حسن عسکریؑ و صاحب الامر علیہ السّلام پر فائز ہوئے۔ ان کے بعد بیٹے ان کے ابوجعفر محمد بن عثمان کہ قریب پچاس سال امر وکالت ان سے متعلق تھا۔ ان کے بعد جب سنہ ۳۰۵ھ ہجری میں اُنہوں نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا تو ابوالقاسم حسین بن روح اس منصب جلیل پر فائز ہوئے۔ اُنہوں نے ۲۱ سال اس خدمت کو عمدگی سے انجام دیا۔ سنہ ۳۲۶ھ ہجری میں ان کی وفات پر ابوالحسن علی بن سمری ان کی جگہ مقرر ہوئے۔ علی کی وفات پر کہ سنہ ۳۲۸ھ میں واقع ہوئی وکالت ختم ہوئی اُس سال کو سال تناثر النجوم یعنی ستاروں کے منتشر ہونیکا سال کہتے ہیں۔ کس لئے کہ بہت سے علماء و فضلاء شیعہ اس میں عالم بقا کو سدھارے اور زمانہ غیبت کبریٰ کا آغاز ہوا۔ اور آثار امامت بظاہر منقطع ہوگئے۔

منقول ہے کہ مرض الموت میں اکابر شیعہ علی سمری کے پاس جمع ہوئے اور التماس کیا آپ کے بعد وکیل امام کون ہوگا۔ اُنہوں نے کسی کے واسطے وصیت نہ کی۔ اور کہا۔ للہ الامر وہو بالغہ۔ یہ خدا ہی کا کام ہے وہی اس کا پورا کرنے والا ہے۔ اسی واسطے پھر جس نے دعوئے وکالت کا کیا شیعہ اُسے جھوٹا کذاب بلکہ کافر جانتے ہیں۔ اسی وجہ سے حسین بن منصور حلاج کے کفر کے قائل ہیں۔ مگر محض ملاقات کی جو کسی کو خوبی تقدیر سے نصیب ہوجائے پھر بھی منکر نہیں

چنانچہ ایسے بہت سے واقعات کتب مبسوطہ میں مذکور ہیں کہ لوگ اُن کی خدمت میں فائز ہوئے ہیں۔ بلکہ مروی ہے کہ آپ ہر سال موسم حج میں یکہ و تنہا عرفات میں شریک حج ہوتے اور لوگوں کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں اور لوگ اُن کو دیکھتے ہیں مگر پہچانتے نہیں اور قصہ مرد ہمدانی کا کہ سفر حج میں قافلہ سے جدا ہو کر توفیق ربانی سے خدمت صاحب الزمانی میں فائز ہوا۔ حتی کہ یہی امر اُس کے اور اُس کے قبیلے کے جو ہمدان میں بنی راشد کے نام سے مشہور تھا۔ شیعہ ہونے کا سبب ہوا۔ معروف و مشہور ہے اور ثقہ لوگوں کی زبان پر مذکور۔

نیز ایک شخص ابن ہشام نام فرستادہ جعفر بن محمد قولویہ۔ اُس سال جبکہ قرامطہ حجر اسود کو کوفہ سے مکہ لائے۔ تاکہ پھر اس کی جگہ پر نصب کریں۔ زیارت سے مشرف ہوا۔ کیونکہ معلوم تھا۔ کہ سنگ اسود جب اپنے مقام سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ تو سوائے معصوم کے کوئی اُس کو پھر اُس جگہ نہیں رکھ سکتا۔ قبل بعثت جبکہ رو مسجد الحرام میں چڑھ آیا۔ اور عمارت کعبہ خراب ہو گئی۔ تو حضرت رسالت پناہ نے اپنے دست حق پرست سے اُس کو نصب کیا تھا۔ پھر حجاج ملعون نے ابن زبیر کی دشمنی میں کعبہ کو منہدم کیا۔ تو امام زین العابدینؑ نے رکھا۔ اب بھی اہل علم و معرفت چاہتے تھے۔ کہ سوائے امام عصر صاحب الامر کے کوئی حجر کو نصب نہیں کرسکتا۔ پس ابن ہشام اس موقعہ حاضر ہوا اور انبوہ کو چیر کر عین اُس جگہ پہونچا تو دیکھا کہ لوگ اُس کو اُٹھا کر رکھتے ہیں مگر حجر لرز کر گر پڑتا ہے۔ کہ اتنے میں ایک جوان خوبرو گندم گون بہیڑ میں سے نکلے اور پتھر کو اسکے مقام پر نصب کرکے روانہ ہوئے۔ ابن ہشام بھی گرتا پڑتا آپ کے پیچھے چلا۔ کچھ دور جا کر آدمیوں کا مجمع کم ہوا۔ تو پیچھے مڑ کر اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور سوالات تحریری جعفر کے اُس سے لیکر اور براہ اعجاز اُن کے جواب کہکر نظر سے غائب ہو گئے۔ غرض اس میں شک نہیں کہ لوگوں نے آپ کو دیکھا ہے اور زیارت کرتے ہیں پس آخری توقیع میں جو وارد ہوا ہے کہ قبل خروج سفیانی و صدائے آسمانی کوئی مجھ کو نہ دیکھے گا۔ اور جو

اس کا دعوے کرے دروغ گو مفتری ہے۔ ظاہر مراد اس سے یہ ہے کہ کوئی
ان دیکھے گا۔ درحالیکہ علم رکھتا ہو۔ کہ یہ امام مہدی ہیں۔ یا جو باوجود ملاقات کے دعویٰ
وکالت کا کرے وہ جھوٹا مفتری ہے۔ واللہ اعلم۔ پوشیدہ نرہے۔ کہ اہل سنت اصل
اعتقاد ظہور حضرت صاحب الامر میں بالکل شیعون کے موافق ہیں۔ انکار اس سے
نہیں کرسکتے۔ کس لیئے کہ احادیث کثیرہ اس مقدمے میں اُن کے یہاں وارد ہیں
بلکہ کثرت روایات سے فریقین میں یہ امر متواترات سے ہو گیا ہے۔ اور ایک
جماعت سنیون کی قایل ہے کہ آپ پیدا ہو چکے اور فرزند دلبند امام حسن عسکری
علیہ السلام کے ہیں اور بعض نے تمام حال پیدا ہونے اور غائب ہونے کا
اسی طرح لکھا ہے۔ جیسا کتب شیعہ میں مذکور ہے مگر جمہور اہلسنت چونکہ اہل بیت
علیہم السلام کے ساتھ رسم و راہ نہیں رکھتے۔ اور اجنبی محض رہے ہیں۔ لہذا وہ
اس سے واقف نہ ہوئے۔ اور پیدا ہونے سے انکار کرتے ہیں اور متاخرین نے
اسپر ایک دلیل یہ تراشی۔ کہ یہ امر ہو نہیں سکتا کس واسطے کہ عادتاً ممکن نہیں کہ
آدمی اتنی مدت دراز زندہ رہ سکے۔ زیادہ سے زیادہ عمر ہووے تو سو برس کی
بس اس سے زیادہ ہو نہیں سکتی اور تعجب کرتے ہیں۔ شیعون کے اس اعتقاد
پر حالانکہ تعجب[۱] کی اس میں کوئی بات نہیں۔ یہ کارخانہ الہی ہے۔ جس کو جس قدر چاہے

[۱] نورالدین علی بن الصباغ مالکی مکی کہ فضلائے اہل سنت سے ہے۔ اپنی کتاب فصول
المہمہ میں جو فضایل و حالات دوازدہ امام علیہم السلام میں اسنے تصنیف کی ہے لکھتا ہے کہ
محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کتاب بیان میں جو حضرت صاحب الزمان کے حالات میں لکھی ہے
بیان کیا ہے کہ انکی طول غیبت میں کوئی تعجب نکرے یہ ذرا استبعاد کا مقام نہیں۔ مانند باقی رہنے عیسیٰ
بن مریم کے اور حضرت خضرؑ و الیاسؑ کے دوستان خدا سے اور باقی رہنے دجال و ابلیس کے دشمنان
خدا سے کہ اُن کا موجود ہونا قرآن مجید سے اور احادیث سے ثابت ہے اور علیٰ ہذا یہ مذہب نسبت
کیا گیا ہے طرف ابو المظفر سبط ابن الجوزی کی کتاب خصائص میں اور محمد بن شافعی خطیب
شافعی کے اور ظاہر کلام محی الدین عربی کا کتاب فتوحات میں بھی یہی ہے ۱۲ منہ

عمر بخشے۔ کیا پہلی اُمتوں میں ایسے طویل العمر آدمی نہیں ہوئے۔ دیکھو آدمؑ۔ نوحؑ عوج بن عناق کی کیسی دراز عمریں ہوئیں۔ حضرت عیسیٰؑ و ادریسؑ اس وقت تک آسمان پر زندہ ہیں۔ خضرؑ و الیاسؑ زمین پر موجود ہیں۔ ان کی عمریں کیوں عادت سے بڑھ گئیں۔ علاوہ براں شیطان رجیم حضرت آدمؑ سے پہلے کا پیدا ہوا موجود ہے اور قیامت تک رہے گا۔ دجال لعین کو مانتے ہو کہ حضرت رسولؐ خدا کے زمانے میں پیدا ہوا۔ اور ظہور موفور السرور صاحب الامر تک رہے گا پس جبکہ اس جماعت کثیر نیکوں اور بدوں کی اتنی دراز عمریں ہوئیں۔ تو اگر حق تعالےٰ نے اولادِ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے کسی کو اس قدر طول حیات بخشا تو کون تعجب کی بات ہے۔ اور احادیث میں ہے کہ جو کچھ پہلی اُمتوں میں ہو چکا ہے اس اُمت میں بھی ضرور ہو گا اس کا بھی مقتضیٰ یہی ہے کہ اس اُمت میں بھی ضرور ایک طویل العمر شخص ہونا چاہیئے۔ گذشتہ اُمتوں کی بڑی عمروں میں سے ایک عمر حضرت نوحؑ کو خیال کرو کہ موافق بعض روایات پچیس سو سال کی ہوئی۔ ساڑھے نو سو برس تو فقط اُمت کی ہدایت میں صرف ہوئی۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا یعنی نوحؑ اپنی قوم میں ان کی ہدایت کے لئے پچاس کم ہزار سال ٹہیرے رہے۔ پس جو امور کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہوں اُن میں عقل کے نہ ماننے اور بعید جاننے کو کچھ دخل نہیں۔ اگر آدمی صدہا برس زندہ نہیں رہ سکتا تو ہم کہتے ہیں کہ صدہا ہزار سال سو بھی نہیں سکتا۔ حالانکہ قرآن مجید ناطق ہے۔ کہ اصحاب کہف تین سو برس سے زیادہ غار میں پڑے سویا کئے اور ان کے اجسام متغیر نہ ہوئے۔ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا۔ یعنی وہ نو اوپر تین سو برس اپنے غار میں پڑے رہے۔ اور اب بھی وہ خواب ہی میں ہیں۔ بالجملہ شیعوں کا بڑا محکم اصول ہے کہ زمین کبھی حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ ظاہر و مشہور ہو یا غائب و پوشیدہ۔ اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے پیدا ہونے اور زندہ موجود ہونے پر احادیث کثیرہ اہلبیتؑ سے

مروی ہیں حتیٰ کہ مجلسی علیہ الرحمہ حق الیقین میں فرماتے ہیں کہ ہزار سے زیادہ احادیث اس مقدمہ میں وارد ہیں۔ پس وہ تو کسی طرح اس سے انکار نہیں کرسکتے سنیون کو اختیار ہے۔ مانیں یا نہ مانیں۔ اور وہ زندہ مان ہی لینگے تو کیا بنا لیں گے۔ آگے زندہ و حاضر امام موجود نہ تھے اُنہی کو وہ کب سمجھ اور کیا اطاعت بجالائے۔ دُہنے جلاہے تک کو امام بنانا منظور ہے مگر اولادِ رسول ؐ سے امام نہ ہونے پائے۔ امامت تو بڑی بات ہے یہ پہلے آدمی تو آنحضرات مقدسات کو عام محدثون اور راویان حدیث کے مرتبے میں بھی نہیں گنتے۔ ہر جاہل کذاب خارجی کی روایت قبول ہے مگر اہل بیتِ طاہرین کی حدیث و روایت بھی منظور نہیں۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری کہ اُس کی کتاب صحیح بخاری پر مدار و مدار مذہب اہل سنّت ہے۔ اور بعد کلام اللہ دوسرے درجہ پر اس کا مرتبہ ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی نسبت کہتا ہے۔ وعندہ فی قلبی شئی یعنی اُن کی طرف سے میرے دل میں شبہ ہے۔ حالانکہ یہی بخاری مردود خارجیون قاتلان آئمہ تک سے روایت کرنے میں دریغ نہیں کرتا۔ اُن کیطرف سے ذرا شبہ دل میں نہیں لاتا۔ پھر جہان مقام دوستی و اظہار محبت اہل بیت ہوتا ہے وہان اُن کی لن ترانیان بھی قابل دید ہیں۔ شیخ عبد العزیز تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ شیعہ اصلی اہل بیت کے دراصل اہل سنّت ہیں شیعہ شیعہ نہیں اور اس مطلب پر بہت سی دلیلیں بیان کی ہیں اور بزعم خود اس مدّعا کو ثابت کرکے چھوڑا ہے۔

سوال

جبکہ امام نظر سے پوشیدہ ہیں اور کوئی اُن تک نہیں پہونچ سکتا تو پھر اُن کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔

جواب

امام کا دنیا میں موجود ہونا ہی لطفِ خدا سے ہے۔ ہونا نہ ہونا کبھی برابر نہیں ہو سکتا۔ غیبت میں اُن سے بہت سے فایدے پہونچتے ہیں۔ ان کے وجود کی برکت سے دُنیا سے بلائیں دفع ہوتی ہیں۔ نزول رحمت ہوتا ہے۔ بارش آسمان سے

برستی ہے۔ نباتات زمین سے اُگتے ہیں۔ حضرت رسول خدا سے مروی ہے کہ میں
اور میری اہل بیت امان ہیں اہل زمین کے لئے جیسے کہ ستارہ ہائے آسمان امان
ہیں اہل آسمان کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو آفتاب
زیر ابر سے تشبیہ دی گئی ہے جس طرح خلقت اُس سے نفع پاتی ہے۔ ویسے ہی
آنحضرت سے فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ اگر وہاں ضیاء آفتاب در و دیوار کو روشن
کرتی ہے تو یہاں بھی وہ آفتاب ولایت قلوب مومنین کو نورانی رکھتا ہے اور
حضرت صادق سے منقول ہے کہ جو کوئی ظہور صاحب الامر ع کا انتظار کرے۔ حتیٰ
کہ اسی حالت میں مرجاوے تو ایسا ہے کہ گویا خیمہ میں آنحضرت کے ساتھ رہا ہو۔
یا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ جہاد میں شہید ہوا ہو۔ یا جیسا کہ
حضرت صاحب الامر کے روبرو اُن کے دشمنوں سے لڑا ہو۔ امام زین العابدین
علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو ہمارے قایم کی غیبت میں ہماری محبت میں ثابت قدم
رہے۔ حق تعالے اُس کو ثواب ہزار شہیدوں کا عطا فرماوے گا۔ شہداء بدر و اُحد
سے۔ پس اگر فایدہ غیبت اتنا ہی ہو۔ کہ شیعیان خالص یقین کامل انتظار میں رہیں
اور اُن بے انتہا ثوابوں کے مستحق ہوتے رہیں تو یہ فایدہ بھی کچھ نہیں۔ حالانکہ اس
کے سوا اور بہت سے فواید آپ کے وجود ذی جود سے حاصل ہیں۔ صدہا مومنین
راسخ العقیدہ خدمت عالی میں پہونچکر فیضیاب ہوئے ہیں۔ ہزارہا مشکلات حل
ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں پس مومن کو چاہئیے کہ اعتقاد کرے کہ وہ حضرت زندہ و قایم ہیں
اور بامر حق تعالے نظروں سے غائب ہیں جس وقت مصلحت الٰہی مقتضی ہوگی
ظہور فرماویں گے۔ اور عالم کو کہ گناہ و کفر کی تاریکی سے تیرہ و تار ہوگا۔ روشن و
نورانی فرماویں گے اس وقت تمام روئے زمین پر ایک مذہب حق یعنی مذہب
شیعہ اثنا عشری ہوگا۔ اور وقت اس کا بتلایا نہیں گیا۔

علامات ظہور صاحب الامر ع

ہاں کچھ علامات اور نشانیاں احادیث میں ذکر ہوئی ہیں۔ جیسا کہ گرنا مسجد

کوفہ کا خانۂ ابن مسعود کی طرف سے اور قتل ہونا نفس زکیہ کا کہ نام اُن کا محمد بن حسن ہے اولاد امام حسنؑ مجتبیٰ سے وہ قریب بظہور صاحب الامر قصد خروج کریں گے اور اہل مکہ آگاہ ہوکر اُس بے گنہ کو قتل کرکے سر اُن کا شام میں سفیانی کے پاس بھیج دیں گے۔ پندرہ روز بعد اس واقعہ کے ظہور موفور السرور ہوگا انشاء اللہ ان میں سے ہے خروج سفیانی کا کہ اولاد یزید بن معاویہ سے ہے۔ ملک شام میں خروج کرے گا۔ بدصورت کرنجی آنکھیں سر بڑا موتھ پر آبلے بظاہر معلوم ہوگا کہ یک چشم ہے مگر درحقیقت کانڑا نہیں۔ سات مہینے قبل ظہور آنجناب ماہ رجب میں ظاہر ہوگا۔ شام کو فتح کرے گا اور بیس لاکھ فوج بقصد انہدام خانہ کعبہ مکہ معظمہ کو بھیجے گا۔ جو اثنائے راہ میں بمقام بیدا بحکم خدا سب کے سب زمین میں دہنس جائیں گے۔ الا دو نفر ان سے کہ ایک کا نام مہدی دوسرے کا یزید ہے جان بر ہوں گے۔ اُس وقت ایک فرشتہ وہاں آکر ایک ایسا طمانچہ اُن کے موتھ پر لگائے گا۔ کہ موتھ پشت کی طرف پھر جائیں گے۔ اُس وقت امر کرے گا۔ مہدی کو کہ سفیانی کے پاس جاکر یہ خبر دے اور یزید سے کہے گا کہ یہ مژدہ فرحت افزا مہدی آل محمد تک لے جا۔ دونو اپنے اپنے ٹھکانے پر پہونچیں گے۔ یزید کے منہ پر امام انام اپنا دست مبارک پھیرینگے موتھ اُس کا راست ہو جائے گا۔ پھر فوجیں بھیجکر سفیانی کا نام و نشان صفحۂ عالم سے مٹائیں گے۔ یہ تمام امور احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ ان کا انکار نہ کرے۔

خروج دجال

اور زیادہ مشہور واقعہ اس زمانے کا خروج دجال لعین ہے کہ کتب شیعہ و سنی میں متواترات سے ہے بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خروج دجال قبل ظہور صاحب الزمان ہوگا اور بعض میں ہے کہ اُس کے اٹھارہ روز بعد ہوگا لفظ دجال کے معنے لغت میں دروغ گو فریبندہ کے ہیں۔ اس کا اصلی نام صایدٔ بن صیاد ہے قوم یہود سے ایک ساحر کذاب سے مدینے سے دو فرسخ کے فاصلہ پر ایک قریہ میں بزمانہ رسول خدا چار شنبہ کے دن قریب غروب آفتاب پیدا ہوا۔ اور

اُسیوقت زمین پر بیٹھکر باتیں کرنے لگا۔ اپنی تعریف آپ کرتا تھا۔ اور لوگون کے
دلون کا حال بتلاتا تھا اور دم بدم پھولتا جاتا تھا۔ ایک آنکھ اُس کی مثل دانہ
انگور کے چہرہ سے اُبھری ہوئی۔ دوسرے کی جگہ بشرہ صاف پیشانی پر خطِ تقدیر
کی مانند فذلک آفت زتحریر تھا۔ حضرت رسولؐ خدا مع اصحاب اُس کے مکان پر
تشریف لے گئے تو دیکھا کہ چار زانو بیٹھا ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنے تئیں ہوا
کرتا ہے۔ فرمایا اے دجال گواہی دے۔ کہ میں رسولؐ خدا ہون۔ اُس ملعون نے
کہا اے محمدؐ گواہی دو کہ میں خدا ہون۔ آپ نے فرمایا تعساً لک یا ملعون۔ ہلاک ہو تو
اے شقی۔ تین دفعہ آپ نے تکلیف شہادت دی ہر دفعہ اُس نے وہی نا ہموار جواب
دیا۔ عمر خطاب نے ایک تلوار اُس کے سر پر لگائی۔ کارگر نہ آئی۔ بلکہ اُلٹ کر عمر کے سر
پر لگی۔ اور خون اُس کے سر سے روان ہوا۔ حضرت نے دستِ مبارک اپنا مقام زخم
پر پھیرا۔ بحکم خدا اچھا ہو گیا۔ فرمایا اے عمر یہ اُمور مقدرات خدا سے ہیں کوئی ان
کے دفع کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت واپس تشریف لائے۔ تو دجال بھی اُٹھکر آپ
کے پیچھے پیچھے مدینہ آیا۔ لوگ ایسی عجیب و غریب شباہت دیکھکر جمع ہو گئے۔ دجال
نے ایک سنگِ عظیم پہاڑ سے اُٹھا کر اُن کی راہ میں ڈالدیا۔ کہ وہیں رُک گئے۔ یہ
خبر حضرت رسولؐ خدا کو پہونچی تو درگاہ الہی میں دُعا کی کہ پروردگارا اس شریر کا
شر میری اُمت کے سر سے دفع کر جبتک تک کہ تیرے علم میں ہے۔ فی الفور ایک
مُرغ تیز بال مرغزار آسمان سے ظاہر ہوا۔ اور دجال بدمآل کو اپنے پنجون میں اُٹھا
لیا۔ دجال فریاد کرتا تھا کہ اے محمدؐ مجھکو چنگ عقاب سے رہائی دو۔ مگر جانور اُڑا چلا
جاتا تھا۔ حتے کہ جزائر طبرستان کے ایک جزیرہ میں لے جا کر ڈال دیا جہانکہ
اب تک بحالت تباہ غل و زنجیر میں مسلسل و محبوس ہے۔ کہتے ہیں کہ اُس کا گدھا
بھی جس پر سوار ہو کر خروج کرے گا۔ اُس جزیرہ میں ہے۔ اس زمانے کے تعلیمیافتہ
روشن ضمیر اس پر قہقہہ لگائیں گے کہ چپہ چپہ زمین کا تو حال معلوم ہے وہ جزیرہ کونسا
اور کہان ہے مگر یاں بندانِ مذاہب معیّنات کے ماننے والے محض اُن لوگون کے

استبعاد پر انکار نہیں کرسکتے۔ اگر وہ جزیرہ یا کم از کم وہ مقام بامر خدا دیکھنے
میں نہ آئے تو ناممکنات سے نہیں۔ نیز ہم تسلیم نہیں کرتے۔ کہ اس زمانے کا علم
زمین کے ہر ایک حصّہ پر محیط ہے۔ الحاصل کہتے ہیں کہ تمیم داری ایک مرد نصرانی
حضرت رسولؐ کے عہد میں معہ اپنے رفیقوں کے جبکہ اس کا جہاز تباہی میں آگیا
تھا۔ اس جزیرہ میں پہونچا ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ اُس گدہے کا سر مثل سر شتر
شکل آدمی کی اور پشت گاؤ کی تھی۔ بدن پر درہم کی برابر داغ تھے۔ خود دجال ایک
مکان میں گھٹنوں تک زنجیروں میں جکڑا ہوا دست راست اُس کا پیٹھ پر بندھا
ہوا مکان کے عین بیچ میں معلق کھڑا ہے۔ جب ان لوگوں کو دیکھا تو ایک چیخ ماری
اور بولنے اور بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ مکان اُس
سے پُر ہوگیا۔ ایک ساعت کے بعد جب اس حالت میں افاقہ ہوا۔ تو تمیم سے
کچھ باتیں کیں آخر میں کہا کہ محمدؐ تہامی تک پہونچے تو اُن پر ایمان لانا اور اُنکی
نبوت کی تصدیق کرنا اور آگاہ رہ کہ یہ نصیحت میں نے تیرے سوا کسی دوسرے کو
نہیں کی۔ پس وہ نصرانی حضرتؐ کی خدمت میں آکر مسلمان ہوا۔ یہاں تک دجال کے
پیدا ہونے اور غائب ہونے کی کیفیت تھی۔ لیکن اُس کا خروج۔ پس بموجب احادیث
اس طرح پر ہے کہ حق تعالیٰ تین سال پہلے آسمان کو حکم دیگا کہ ایک ثلث بارش
مقدار معمول سے باز رکھے۔ اور زمین مامور ہوگی کہ ایک تہائی روئیدگی نہ اُگائے۔
اسی طرح دوسرے سال حکم ہوگا کہ دو ثلث کی کمی ہو تیسرے سال جو کہ سال
خروج اُس منحوس کا ہے ایک قطرہ پانی کا آسمان سے نہ برسے گا نہ ایک پتا گھاس کا
زمین سے اُگے گا۔ اول وہ پہاڑ پر چڑھکر ایک چیخ ماریگا کہ اُس کی آواز ہزار
فرسنگ تک پہونچیگی۔ پھر ایک نعرہ لگائے گا۔ کہ ہر ایک نیک و بد اُسے سُنے گا۔
اور پہاڑ پر اس قدر توقف کرے گا۔ کہ تمام اسباب و سامان گمراہی خلق اُس
کے پاس آمادہ ہو جائیں۔ اُس وقت وہاں سے اُترکر گدھے پر سوار ہوگا اُس کا
گدھا بھی اس قدر بڑا ہوگا کہ ایک قدم اُس کا ایک میل کے فاصلے پر پڑے گا

ایک عصا نقرہ کہ بقدر تین میل لمبی ہوگی۔ اُس کے دستِ نجس میں ہوگی۔ اُس
کے دہنے ہاتھ پر ایک پہاڑ روان ہوگا۔ کہ بزور سحر اُس میں رنگ برنگ کے
میوے طرح طرح کی نعمتیں مع حور و غلمان دکھائی دیں گے اُس کو وہ کہے گا۔
کہ یہ میرا بہشت ہے۔ اسی طرح بائیں ہاتھ پر دوسرا پہاڑ روان ہوگا۔ اُس میں قسم
قسم کے عذاب سانپ۔ بچھو۔ کنکھجورے بھڑکتی ہوئی آگ دکھائی دیگی وہ ملعون
اُس کو انبار دوزخ بتلائے گا اور پکار کر کہے گا کہ میں تمہارا خدا ہے بے مثل
دیتا ہون جو مجھ پر ایمان لائے گا اُس کو داخل جنت کرون گا۔ جو عصیان و نافرمانی
کرے گا۔ اُس جہنم میں جھونک دونگا۔ بہت سے کفار فجار اُس کی دعوت ضلالت کو قبول
کرینگے۔ بہت ایسے ہون گے۔ کہ جانتے ہون گے کہ کافر کذاب ہے مگر تین سال کے قحط
اور گرسنگی کے مارے جب باغ بہشت نعمات سے بھرا ہوا دیکھیں گے تو بے اختیار اُس
کے ساتھ ہو جائیں گے۔ بعض ایسے ہون گے۔ کہ قوت عقل اور گمان شعور اور ایمان
راسخ رکھتے ہون گے وہ صبر کریں گے۔ اور اس شریر کے شر سے محفوظ رہیں گے۔
خلاصہ یہ کہ اکثر اولاد آدمؑ اُس کی مطیع و منقاد ہو جائے گی وہ چالیس یوم میں
تمام دنیا میں گھوم جائے گا۔ اور روئے زمین کو سوائے مکہ و مدینہ بیت المقدس
کے تسخیر کرے گا۔ مدینہ میں داخل ہونے کا قصد کرے گا تو ملائکہ گرز ہائے آتشین
لئے ہوئے روکیں گے۔ پھر مکہ کو جائے گا۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ بامر حجۃ اللہ صاحب
الامر اس حربہ کے ساتھ جو آسمان سے اپنے ہمراہ لائیں گے اُس کو قتل کریں گے۔
بروایتے خود حضرت صاحب الزمان مباشر اُس کے قتل کے ہون گے۔ بعد ازان
اُس کے لشکر پر حملہ آور ہو کر ایک ایک کو اُن میں سے فی النار کریں گے۔ حتیٰ کہ
زمین ان کے کثافت وجود سے پاک و صاف ہو جائے گی۔ حضرت رسول خدا
صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ تمام پیغمبر اپنی اپنی اُمت کو خروج
دجال لعین سے خوف دلاتے رہے ہیں۔ حق تعالیٰ اسکے معاملے کو تاخیر میں ڈالتا
رہا۔ یہان تک کہ تمہارا زمانہ آگیا پس جس وقت وہ خروج کرے اور دعویٰ خدائی

کا کرے اور تم کو اشتباہ ہو تو جان لو کہ تمہارا خدا ایک چشم نہیں۔

ظہور موفور السرور

بوقت ظہور رنگ مبارک حضرت حجۃ اللہ کا سرخ و سفید ہوگا۔ پیشانی کشادہ و دہنی جانب چہرہ پر ایک خال مثل ستارۂ درخشاں بشرہ سے عیاں ہوگا کہ سن شریف چالیس سال کا ہے یا اس سے کمتر۔ ہر چند معلوم نہیں کہ عمر شریف اس وقت کس قدر ہوگی۔ اور ظہور جمعہ بروایتے ہفتہ دسویں محرم الحرام سال طاق یعنی ۳ یا ۵ یا ۷ یا ۹ وغیرہ کو ہوگا۔ اُس روز جبرئیل امین مشرق کیطرف سے آواز دیں گے کہ یہ ہیں مہدی آل محمدؐ ابو القاسم محمد بن الحسنؑ اولاد امام حسین علیہ السلام سے اِنکی متابعت کرو۔ کہ ہدایت پاؤ۔ ان کی مخالفت سے ڈرو۔ کہ گمراہی سے محفوظ رہو۔ یہ آواز مشرق سے مغرب تک تمام اہل زمین و آسمان جنات و انسان فرشتے سب سنیں گے۔ پھر اُسی روز شام کو شیطان لعین آواز دے گا۔ کہ عثمان بن عتبہ اولاد یزید بن معاویہ سے ہے۔ تمہارا پروردگار ہے۔ زمین فلسطین میں ملک شام سے ظاہر ہوا ہے۔ اُس کی پیروی کرو کہ نجات پاؤ۔ اہل شک و شبہ کہ خلقت اُن طینت نجس سے ہے اس سے گمراہ ہوں گے۔

الحاصل بوقت ظہور موفور السرور نشان آپ کا خود بخود کھل جائیگا اور شمشیر مبارک میان سے نکل آئیگی۔ اور کہیگی اے ولی خدا اب محل توقف نہیں باہر آؤ۔ اور دشمنان دین کو قتل کرو۔ رات کے وقت جس کی صبح کو وہ آفتاب عالمتاب طلوع ہوگا۔ جبرئیل و میکائیل صفوف ملائکہ حاضر خدمت ہو کر عرض کریں گے کہ اے سید و سردار آپ کا قول مقبول اور امر مطاع ہے جو چاہے فرمان کیجئے اُس وقت دست مبارک روئے انور پر پھیریں گے اور شکر حق تعالے بجا لائیں گے کہ اُس جل شانہ نے وعدہ اپنا وفا کیا۔ اور روئے زمین کا اختیار آپ کے قبضۂ اقتدار میں سونپا۔ اور بوقت طلوع صبح پشت مبارک خانۂ کعبہ سے لگائے ہوئے ظاہر ہوں گے اور اس آیۂ شریفہ کو تلاوت فرمائیں گے۔ بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم

مومنین یعنی بقیۃ اہلبیت رسول خدا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان لاؤ۔ پھر فرمایا۔ انا بقیۃ اللہ و حجتہ و خلیفتہ علیکم۔ میں ہوں بقیہ خدا اور حجت و خلیفہ اس کا تمہارے اوپر اے میرے خاص شیعو اور خالص دوستو کہ حق تعالےٰ نے تم کو میری امداد کیلئے آمادہ کیا ہے بطوع و رغبت میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔ یہ آواز اُس جناب کی بحکم خدا زمین کے ہر حصہ میں پہونچیگی اور جہاں جہاں مومن کامل ہوں گے۔ اسکو سنکر خدمت عالی میں حاضر ہو جائیں گے۔ چنانچہ بعض تو ایسے ہوں گے کہ رات کو اپنے بستروں پر سوویں گے۔ صبح باعجاز امام خدمت بابرکت میں اپنے تئیں پائیں گے اور ہمگی تین سو تیرہ اشخاص بعد وشمار کا جنگ بدر حاضر حضرت ہوں گے۔ مکہ میں دس ہزار لشکر آپ کے علم نصرت شیم کے تلے جمع ہو جائے گا تو نہضت فرماء مدینہ منورہ ہوں گے اُس وقت جبرئیل دست راست پر میکائیل بائیں طرف اور اسرافیل پس پشت پانچ پانچ ہزار ملائکہ سے ہمراہ ہوں گے حضرت عیسیٰ ع آسمان سے نزول فرمائیں گے اور بوقت نماز مسجد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ میں حاضر ہوں گے حضرت صاحب الامر اُن سے ارشاد کریں گے۔ کہ اے نبی خدا آگے ہو کہ ہم تمہارے پیچھے نماز پڑہیں۔ پھر تمام لشکر کو کہ اُس کی تعداد چالیس ہزار کو پہونچیگی ہو گی۔ اور اُسی قدر فرشتے ہوں گے ہمراہ لئے کوفہ میں تشریف لاویں گے اور نجف اشرف میں قیام کر کے لشکر کو اطراف واکناف عالم میں بھیجیں گے کہ دین اسلام و مذہب شیعہ کو اقطار ارض میں پھیلاویں جو قبول دعوت کرے جان سے امان پاوے ورنہ تہ تیغ ہو حتےٰ کہ روئے زمین کفار و فساق سے پاک ہو۔ اُس وقت رحمت خدا کے دروازے کھل جائیں۔ اور نعمت و برکت زمین سے جوش مارے بارش باران وقت پر ہو اور بکثرت ہو۔ پیدا وار کوہ و صحرا میں فراوان ہو۔ خلقت نہال دنیا مالا مال ہو جائے زمین دفینے اگل ڈالے گی اور مال و دولت کی یہ نوبت ہو گی۔ کہ فقیر و مسکین کو زکوٰۃ فطرے کے لئے تلاش کریں گے اور نہ ملیگا امن و امان اس عہد میں ایسا

کہ کبوتر و باز شیر بکری باہم دمساز ہوں گے ایک کو دوسرے سے ایذا نہ پہونچیگی
پس جناب صاحب الامر علیہ السّلام کوفہ میں آکر مع عیال مسجد سہلہ[ا] میں قیام
کریں گے۔ اور اُسی قرب و جوار میں ایک مسجد تعمیر فرما دیں گے۔ جس کے ہزار دَر
ہوں گے۔ کہ ہر در ایک خاص طائفہ کے لیے مقرر ہوگا۔ حق تعالےٰ ہوا کو مامور کریگا۔
کہ نماز و خطبے کے وقت آواز دلنواز آنحضرتؑ کو ہر جگہ زن و مرد خورد و کلان کے کان
میں پہونچاوے اور آبادی شہر کوفہ کی اُس زمانے میں اس قدر ہوگی کہ کربلا
تک پہونچ جائیگی اور بحکم آنحضرتؑ ایک نہر کربلا سے نجف تک بہیگی اور اُس پر جا
بجا پل تعمیر ہوں گے۔ اور پن چکیاں نصب ہوں گی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام
فرماتے ہیں کہ مجھے ان امور کا ایسا یقین ہے کہ گویا بچشم ظاہر دیکھ رہا ہوں۔
کہ ایک بوڑھی عورت کچھ اناج سر پر لیئے ایک چکّی پر آئی۔ اور وہاں اُس نے
بلا اس کے کہ کوئی پیسہ اُجرت کا دے اناج پسوا لیا۔ وہ زمانہ سراسر نور کا ہوگا۔
نور الٰہی اس طرح در و دیوار پر جلوہ گر ہوگا۔ کہ حاجت آفتاب کی نہ رہیگی۔

رجعت

اس زمانے کے واقعات سے ایک رجعت بھی ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ بہت
سے کفار اشرار و مومن دیندار کہ پہلے مر چکے ہوں گے۔ بحکم خدائے جبار اس وقت

[ا] مسجد سہلہ مشہور مقام ہے قریب مسجد کوفہ کے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں ادریسؑ نبی خیاطت یعنی درزی گری کرتے تھے۔ اور ابراہیمؑ نے قوم عمالقہ پر اور داؤدؑ نے جالوت پر وہیں سے چڑھائی کی اور وہاں ایک پتھر سبز رنگ کا گڑا ہوا ہے۔ جس پر تمام انبیاء کی صورتیں منقوش ہیں جنکو حق تعالےٰ نے پیدا کیا ہے اور اجسام مطہرہ انبیاء اسی جگہ کی مٹی سے خلق ہوئے ہیں وہی مقام ہے۔ خضرہ کے اونٹ بٹھلانے اور منزل کرنے کا حضرت قایمؑ مع اپنے اہل و عیال کے وہیں قیام کریں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی حد دور دراز تک ہے ۱۲ منہ

زندہ کئے جاوینگے تاکہ کفار اپنے اعمال بد کی دنیا میں بھی سزا پاویں۔ اور مومن
مذہب حق کا تسلط اور سامان شادمانی دیکھ کر خوش ہون۔ رجعت کا اعتقاد کرنا ضروریات
مذہب حقہ شیعہ سے ہے۔ آئمہ علیہم السلام نے اس کی خبر دی ہے۔ بلکہ احادیث
میں وارد ہے کہ ہمارے شیعون سے نہیں جو رجعت کا اعتقاد نہ رکھے۔ نیز آیات
قرآن اس پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔ یوم نحشر من کل امة
فوجا ممن یکذب بآیاتنا۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ روز
جبکہ محشور کرینگے۔ ہم ہر ایک اُمت سے ایک گروہ کو ان لوگون سے جو ہماری
نشانیون کو جھٹلاتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اُس روز سے روز قیامت مراد
نہیں کیونکہ اُس روز تمام خلقت زندہ ہوگی۔ نہ کوئی خاص گروہ چنانچہ حق تعالےٰ
اس کے بیان میں فرماتا ہے کہ وحشرناہم فلم نغادر منہم احدا۔ محشور کرینگے۔ ہم
اُن کو اور کسی ایک بھی بغیر حشر کئے چھوڑینگے۔ اور سنی و شیعہ نے حضرت رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو باتیں پہلی اُمتون میں ہوئیں اُس امت
میں اس کا مثل و نظیر ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ پہلی اُمتون میں مُردون کو زندہ کیا ہے
جیسا کہ عزیز وغیرہ کے قصون سے عیان ہے۔ پس دلیل رجعت نہایت روشن ہے
مگر اہل سنت کو ہر ایک امر میں اہل بیت کی مخالفت مقصود ہے۔ وہ نکودن کہیں گے۔
تو یہ اُس کو رات کہے بغیر نہ رہیں گے۔ بنا برین رجعت کے بھی خلاف ہیں۔ یہ قدیم
سے اس مسئلہ میں فریقین کے درمیان بحث و تکرار رہا ہے۔ محمد بن علی نعمان نام ایک
بزرگ اصحاب جعفر صادقؑ و موسی کاظمؑ سے محلہ طاق المحامل کوفہ میں رہتے تھے۔
چنانچہ اسی وجہ سے مومن الطاق کے نام سے مشہور تھے۔ ازبسکہ ظرافت مزاج
میں تھی۔ اکثر سنیون سے چھیڑ چھاڑ رہا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ ابو حنیفہ کوفی امام
اہل سنت نے براہ خوش طبعی اُن سے کہا تم رجعت کے قایل ہو۔ اُس وقت
مجھ کو روپیہ قرض دو۔ جب ہم تم رجعت میں زندہ ہونگے سے لینا۔ مومن طاق
نے کہا کیا مضایقہ ہے۔ الا ضمانت دو کہ حق تعالےٰ تم کو اسی صورت میں زندہ

کریگا۔ اگر کتے سؤر کی شکل میں مسخ ہو کر زندہ ہوئے۔ تو میں اپنا قرضہ کیون کر وصول کرون گا۔ ابو حنیفہ خاموش ہو گئے۔ حضرت امیر المومنین ع سے منقول ہے کہ ماہ جمادی الثانی اور دس روز ماہ رجب کے ایسی بارش ہو گی کہ کسی نے ویسی بارش نہ دیکھی ہو گی۔ اس سے قبرون میں مردون کے گوشت ترکیب پائیں گے۔ اور نیکون کی ایک خاص جماعت کہ احادیث میں مذکور ہے زندہ ہو گی چنانچہ پندرہ اشخاص امت موسیٰ ع سے سات کس اصحاب کہف کے یوشع ع بن نون اور سلمان فارسی ابو دجانہ انصاری اور مقداد و مالک اشتر وغیرہ زندہ ہون گے اور آنحضرت کے آگے رہیں گے اور امداد کریں گے۔ آپ کی پھر حضرت کی طرف سے عامل و حاکم ہونگے علی ہذا البعض کفار و اشرار زندہ ہو کر سزایاب ہون گے۔ اور احادیث میں وارد ہے۔ کہ حضرت امام حسین ع و امیر المومنین ع حتی کہ حضرت سید المرسلین ع بھی رجعت کریں گے اور حکومت و سلطنت کریں گے۔ اس کا مجملاً اعتقاد کرنا چاہیئے اور انکار نہ کرے۔

حضرت صاحب ع لوگون میں بطریق حضرت داؤد محض الہام ربانی سے جھگڑے فیصل کریں گے۔ حاجت گواہ شاہد کی نہ ہو گی۔ اور دلون کی مخفی باتون پر آپ مطلع ہون گے اور دوست دشمن کو صورت دیکھ کر پہچان لیں گے۔ غرض اس خیر و خوبی کے ساتھ ۷ سال بروایتے ۹ سال آپ کی سلطنت رہیگی۔ ہر سال اس کا بقدر دس سال اس زمانے کے ہو گا۔ راوی نے عرض کی فدا ہون آپ ع ایکسال دس برس کی برابر کیونکر ہو جائیگا۔ فرمایا حق تعالےٰ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں آسمان مامور ہو گا کہ دیر میں حرکت کرے۔ آفتاب جلد غروب ہو گا۔ پس اس طرح ایک روز بڑھ کر بقدر دس یوم ہو جائے گا۔ پھار روز قیامت کی درازی مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایک دن ہزار سال کا ہو گا۔ بعد از ان ایک زن یہودیہ کے زہر سے آپ کی شہادت ہو گی۔ اور مدینہ منورہ میں مدفون ہون گے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں لکھتے ہیں کہ امام مہدی صرف چالیس روز قبل قیامت

انتقال فرمائیں گے اور یہ چالیس دن بھی اموات کے پیدا ہونے اور قیامت کی علامات میں تمام ہون گے۔

دابۃ الارض

اس کے معنی ہیں زمین پر چلنے والا۔ قرآن شریف میں قیامت کے نزدیک اس کے نکلنے کی خبر دی گئی ہے۔ امیر المومنینؑ ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دابۃ الارض خروج دجال کے بعد صفا کے آگے ظاہر ہوگا۔ عصا موسیٰؑ و انگشتر سلیمانؑ اس کے پاس ہوگی۔ مومن کے چہرہ پر مہر لگائے گا۔ نقش ہوگا۔ ہذا مومنٌ حقاً۔ یہ شخص بالتحقیق مومن ہے۔ کافر کے چہرے پر مہر کرے گا۔ تو لکھا جائے گا۔ ہذا کافر حقا۔ درحقیقت یہ کافر ہے۔ اس وقت مومن کافرون کو ملامت کرینگے اُن کے کفر پر۔ اور کافر مومنون کو مبارکباد دیں گے اور کہیں گے۔ کہ اگر ہم تمہاری مثل ہوتے۔ تو سعادت عظیم پاتے۔ بعد ازان دابۃ الارض بہ حکم خدا اس قدر بلند ہوگا کہ اہل مغرب و مشرق اس کو دیکھ سکیں گے یہ کیفیت اُس وقت ہوگی کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔ اور توبہ اُس وقت برطرف ہو جائے گی۔ کہ ایمان لانا اُس وقت کاکسی کو نفع نہ بخشے گا۔ نیز حضرت امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ قسم بخدا دابۃ الارض منہ نہیں رکھتا ہے۔ صاحب ریش ہے۔ یعنی اقسام حیوانات سے نہیں انسان ہے۔

یاجوج و ماجوج

ایک مفسد قوم ہے جن کی شرارت خلق سے روکی ہوئی ہے۔ نزدیک قیامت کے وہ نکل پڑیگی۔ اور زمین پر پھیل جائے گی چنانچہ اُن کا نکلنا بھی اشراط وعلاماتِ قیامت سے شمار ہوا ہے۔ کثرت ان کی اس درجہ ہوگی کہ ایک سرا خراسان میں ہوگا تو دوسرا ملک شام میں پہونچ جائے گا۔ ہاتھی۔ سور۔ اُونٹ جو چیز سامنے آئے گی۔ کھا جائیں گے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ اولاد آدمؑ ہیں غیر حوا سے اور بعضون نے کہا ہے کہ اولاد یافث بن نوحؑ سے ہیں اور ایک

قول یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو احتلام ہوا۔ اور نطفہ اُن کا خاک میں گرا۔ اس سے یہ قوم پیدا ہوئی۔ حدیث میں ہے کہ تمام انسان اولاد آدم ع سے ہیں اِلّا یاجوج ماجوج۔ ایسا ہی ان کے قد و قامت میں بھی اختلاف ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جن کا قد بیس گز لمبا اور عرض دس گز کا ہے۔ دوسری قسم کا طول سو گز عرض ستر گز۔ تیسری قسم کا جسم اُن کے کانوں کی برابر ہے ایک کان کو بچھاتے ہیں۔ دوسرے کو اوڑھتے ہیں۔ اور حضرت امیر المومنین ع سے منقول ہے کہ اُن کا قد ایک بالشت سے ایک گز تک ہوتا ہے اور اُن کی داڑھی بقدر اُن کے قد کے درازہ ہوتی ہے۔ اور اُن کے دانت مانند کلنگ کے ہیں زمین کا گھاس کھاتے ہیں اور فساد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن پر مرغوں کو مسلط کرے گا۔ کہ صحاب فیل کی طرح ہلاک کردیں۔ جب اُن کی بُو سے تعفن پیدا ہوگا تو کچھ جانوروں کو بھیجیگا کہ اُن کے مُردار اُٹھا کر دریا میں ڈال دیں۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہے کہ قیامت قایم نہ ہوگی۔ جب تک کہ دس نشان ظاہر نہ ہولیں۔ دجّال۔ دھوان۔ طلوع آفتاب مغرب سے۔ دابۃ الارض۔ یاجوج ماجوج کا نکلنا۔ اور تین خسف یعنی تین جگہ سے زمین کا شق ہونا اور اندر کو دہس جانا ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک خسف جزیرہ عرب میں اور ایک آگ نکلے گی۔ زمین عدن سے کہ ہنکاویگی لوگوں کو طرف عرصہ محشر کے اُتریگی اُن کے ساتھ جبکہ اُترینگے اور موبخہ کریگی جب موبخہ کرینگے۔

توبہ وگناہان کبیرہ

معنی توبہ کے یہ ہیں کہ آدمی اپنے گزشتہ گناہوں پر شرمندہ و پشیمان ہو اور آیندہ کے لئے پختہ ارادہ کرے گا۔ کہ پھر ایسا نہ کرونگا اور توبہ ایک نعمت ہے اولاد آدم کے لئے۔ بہت سی آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ سے حق تعالیٰ گناہ معاف کردیتا ہے۔ اور اُس پر عذاب نہیں کرتا۔ حضرت

صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ نے کہا پروردگارا مجھ پر شیطان کو مسلط کیا اور مانند طوق کے ہماری گردن میں ڈال دیا۔ کوئی ایسی شے بھی مقرر کی ہے کہ اس کی شرارت سے نجات ہو۔ ارشاد ہوا جو کوئی تمہاری اولاد سے ارادہ گناہ کا کریگا وہ گناہ نہ لکھا جائے گا اُس کو عمل میں لائے گا۔ تو صرف ایک گناہ ثبت ہوگا۔ بخلاف نیکی کے کہ جو نیکی کا ارادہ کرے گا تو ایک نیکی لکھی جائے گی اور جو اُس کو عمل میں لائے گا۔ تو دس نیکیاں درج ہونگی عرض کی پروردگارا زیادہ کر۔ ارشاد ہوا کہ تمہارے لئے مقرر کیا ہے کہ جو کوئی گناہ کر کے استغفار کریگا۔ اُس کو بخش دوں گا۔ عرض کی اُس سے بھی زیادہ کر فرمایا دروازہ توبہ کا کھلا رہیگا۔ جب تک کہ جان حلقوم میں پہونچ جائے اسپر حضرت آدم علیہ السلام راضی ہو گئے اور عرض کی پروردگارا بس ہے اور توبہ واجب فوری ہے۔ یعنی بعد گناہ توبہ میں جلد ہی کرنی چاہیئے۔ پس اگر تاخیر کرے گا۔ تو ایک اور گناہ ترک واجب کا ہوگا اور دیر کرنے میں اور گناہ۔ اسی طرح سلسلہ چلا جائے گا۔ اور بڑی نادانی ہے کہ خیال کرے ابھی جوان ہوں تو۔ بوڑہا ہو جاؤں گا تو توبہ کر لوں گا۔ کس لئے کہ اول تو اُسے کہاں سے معلوم ہوا۔ بوڑہا ہوں گا۔ بہت لوگ جوانی میں مر جاتے ہیں۔ بڑہاپے تک پہونچنے نہیں پاتے۔ دوم یہ کہ بار بار گناہ کرنے میں بڑی قباحت یہ ہے کہ اُس کی عادت ہو جاتی ہے اُس وقت ترک کرنا دشوار ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ شیطان تسلّط پکڑ جاتا ہے اور دل سیاہ ہو جاتا ہے اور نوبت یہ پہونچتی ہے کہ احکام شرع اُس کی نظر میں شک اور ریا کے معلوم ہونے لگتے ہیں اور دل قبول احکام خدا سے متنفر ہو جاتا ہے۔ اُسوقت ایمان زائل ہو جاتا ہے اور آدمی ہلاک و تباہ ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ آدمی کے دل میں ایک نقطہ سفید ہوتا ہے۔ گناہ کرتا ہے تو اُس میں تھوڑی سی سیاہی پیدا ہوتی

ہے۔ توبہ کی اور تلافی اُس کی عمل میں لایا۔ تو وہ سیاہی دور ہو جاتی ہے۔ اس میں مشغول رہا۔ تو رفتہ رفتہ وہ نقطہ سفید تمام سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر اُس کے لیئے توقع بہتری کی نہیں رہتی پس واجب و لازم ہے کہ جہاں تک ہو سکے توبہ کرنے میں جلدی کرے اور دل کے آئینہ کو گناہوں کے گرد و غبار سے غبار آلودہ نہ ہونے دے اور عذاب آخرت اور وہاں کی سختی و دشواری کو یاد کرے کہ زمانہ اُس کا دراز ہے اور ایذائیں شدید حالات دوزخ و احوال قیامت کو کتابوں میں پڑھے۔ خواندہ نہ ہو تو اوروں سے پڑھوا کر سُنے۔ دنیا کی لذتوں میں غور کرے کہ جلد فنا ہونیوالی ہیں اور بقا و قیام اُن کے لئے مطلق نہیں۔ مرزا مظہر علی ضمیر نے اپنی مثنوی مظہر العجائب میں خوب کہا ہے۔

نظم

دہر نے کب ثبات پایا ہے
یہ جہان ایک ڈھلتا سایہ ہے

جن کو دُنیا میں پہونچی ہے تنبیہ
خواب سے دیتے ہیں اسے تشبیہ

جب کھلی آنکھ کچھ نہ تھا موجود
بخدا یہ نمود ہے بے بود

لذّتِ ناتمام ہے گویا
خواب کا احتلام ہے گویا

کھول دے آنکھ ہو ذرا بیدار
غفلتِ دُنیوی سے ہو ہوشیار

کس سے اس بے وفائی یاری کی
کس سے دُنیا نے پایداری کی

آج کرے گزشتگان پہ نظر
ہو گا کل تو بھی عبرتِ دیگر

تو نے گر یہ کیا ہے دل میں خیال
ابھی باقی ہیں عمر کے مہ و سال

جبکہ آوے گا موسم پیری
اَب دنیا سے ہو گی دلگیری

تو غلط سمجھا ہے یہ تیرا دل
ہے جوانوں کی مرگ سے غافل

جب اِن باتوں کا تصوّر کرے گا۔ تو اگر مومن ہے اور حساب کتاب قیامت کا یقین رکھتا ہے۔ ضرور اس کا دل نرم ہوگا اور نادم و پشیمان ہوگا۔ حق تعالیٰ کی نافرمانیوں پر اور اوس لئے یہ ہے کہ تمام گناہوں سے توبہ کرے جن کا ارتکاب کرتا تھا اور جو

کسی وجہ سے تمام سے توبہ نہ ہوسکے مثلاً ایسی صورت میں کہ بعض گناہون کی عادت ہوگئی ہے۔ ان کو دفعتہً ترک نہیں کرسکتا تو جس قدر سے میسر دست توبہ ہوسکے۔ تائب ہو باقی کے لئے کوشش کرے اور خواستگار توفیق ہو۔ حق تعالےٰ سے بہت عجز والحاح کے ساتھ دعا کرے۔ اُمید ہے۔ کہ ایسا کرے گا۔ اور گر وشتہ مضامین دل میں لائے گا۔ تو جملہ گناہون کے ترک پر قادر ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ اور یاد رہے کہ توبہ مؤقت شرع میں جائز نہیں۔ جیسے کہ توبہ کرے کہ فلان گناہ کو اتنی مدت تک نہ کرون گا۔ ایسی توبہ درست نہیں۔ توبہ میں ضرور ہے کہ ہمیشہ کے لئے ترک کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور واضح رہے کہ توبہ گناہان کبیرہ میں لازم ہے کہ اُن کے عمل میں لائے اور مِن بعد توبہ نہ کرلے سے آدمی عادل نہیں رہتا۔ اور گناہان صغیرہ کبائر سے بچنے اور نیک اعمال نماز روزہ وغیرہ بجالانے سے خود بخود بخشے جاتے ہیں۔ اور حق تعالےٰ موافق اپنے وعدہ کے ان پر عذاب نہیں کرتا۔ ہان اگر صغیرہ گناہ بار بار عمل لائے اور اصرار کرے اُن کے اوپر تو اس وقت وہ صغیرہ نہیں رہتے۔ کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ اس وقت توبہ اُن کے واسطے بھی ضرور ہے۔ جناب اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔

گناہان کبیرہ جناب اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی چاہے۔ کہ تمام گناہان کبیرہ سے اجتناب کرے تو گناہانِ مفصلہ ذیل کو ترک کرے۔ شرک کرنا خدا میں یعنی اُس جل شانہٗ کو وحدہٗ لاشریک نہ جاننا یہ عدالت ہی سے نہیں۔ آدمی کو ایمان سے نکال دیتا ہے۔ قتل ناحق۔ شوہردار پرہیزگار عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ معرکۂ جہاد سے نبی یا امام یا نائب امام کو چھوڑ کر بھاگ جانا۔ حقوق والدین یعنی اُن کو ناراض کرنا۔ جادو کرنا یا سیکھنا ہرگاہ بقصد عمل ہو۔ لواطہ یعنی مرد کا مرد سے برا کام کرنا۔ اور عذاب اسکا بہت زیادہ ہے۔ ریا کرنا۔ یعنی دکھاوے کی عبادت کرنا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ جھوٹ باندھنا خدا و رسولؐ پر بلکہ مطلق جھوٹ بولنا۔ دین میں بدعت

یعنی نئی بات نکالنا۔ دوستان خدا کے ساتھ حرب یعنی لڑائی کرنا۔ شراب پینا
چوری کرنا مال غنیمت سے بلکہ مطلق چوری۔ سود لینا مسلمان سے۔ دار اسلام چھوڑ
کر دار کفر کو اُٹھ جانا۔ اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ ایسے شہر میں توطن اختیار کرے
جہاں کوئی عالم دین نہ ہو۔ رحمت خدا سے نا اُمید ہونا اور عذاب خدا سے امین اور
بیخوف ہو جانا۔ سور اور میتہ کا گوشت کھانا اور ایسے جانور کا گوشت کھانا جو غیر
خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ رشوت لینا۔ قمار یعنی جوا کھیلنا۔ بیت المال مسلمین
سے خیانت کرنا بلکہ مطلق خیانت۔ ناپ تول میں کم دینا زیادہ لینا۔ ظلم کرنا یا
ظالموں کی اعانت کرنا۔ لوگوں کے حقوق باوجود مقدور کے نہ دینا۔ اسراف
یعنی فضول خرچی کرنا۔ غنا یعنی گٹکڑی سے کچھ پڑھنا۔ ہر چند دعاء و قرآن ہی
ہو۔ طبلہ سارنگی وغیرہ آلات غنا کا استعمال۔ ترک کرنا اُن اُمور کا کہ وجوب اُن
کا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ مثل نماز پنجگانہ یا روزہ ماہ رمضان یا حج
خانہ کعبہ۔ عہد شکنی کرنا خدا و رسول سے بلکہ مطلقاً کسی کے ساتھ موافق مذہب
بعض علماء کے۔ قطع رحم یعنی رعایت و پاسداری قرابت کی نہ رکھنا۔ گناہان صغیرہ
پر اصرار کرنا یعنی بار بار اُن کا مرتکب ہونا۔ یا بعض علماء نے غیبت کرنا ایسے
مومن کی کہ مشہور بفسق نہ ہو۔ اور کتمان شہادت یعنی گواہی کو چھپانا۔ اور بعضوں
نے ان کے سوا اور بھی بیان کئے ہیں۔ ان سب سے توبہ کرے خاصکر جبکہ
بیمار ہو اور آثار مرگ اپنے میں مشاہدہ کرے۔ سچے دل سے توبہ کرے کہ اگر زندہ
رہا ہوں تو ہرگز گناہ کے پاس نہ جاوے گا۔ اور جو حقوق خدا و خلق اپنے ذمہ رکھتا
ہو حتی المقدور اُن کو ادا کرے اور کسی دوسرے پر نہ چھوڑے نہیں تو وصیت
کرے۔ مثلاً زکوۃ و خمس جو اُس پر واجب ہو چکے ہوں۔ ادا کرے۔ نماز روزہ
حج اگر ہو سکے بجا لائے ورنہ حاضرین کو وصیت کرے کہ اُس کے مال سے ادا
کرائیں۔ کسی کو گالی دی ہو یا زخم لگایا یا کوئی آزار پہنچایا ہو تو اپنے آپ کو اُس
کے حوالے کرے کہ عوض لے یا معاف کردے کسی کی غیبت کی ہو تو اُس سے

معافی مانگے۔ اگر حاضر ہو ورنہ حاضرین سے التجا کرے کہ معاف کرائیں۔ مرگیا ہو تو اُس کے لیئے استغفار کرے کسی کا مال چھینا یا چُرایا ہو اگر قادر ہو تو بجنسہٖ یا اُس کی قیمت واپس کرے۔ اگر زندہ ہو ورنہ اُس کے ورثاء کو بہو نچائے قدرت نہ رکھتا ہو تو بخشوائے۔ بالجملہ حقوق ناس کے ادا کرنے میں تابمقدور کوشش کرے اور ذرا کوتاہی اس میں نہ کرے کیونکہ یہ معاملہ بہت اہم ہے۔ بروز قیامت جبکہ حق تعالےٰ ایک دوسرے کے حقوق و مظالم دلوائیگا۔ کوئی درہم و دینار پاس نہ ہوگا۔ کہ دے دلا کر پاک ہوجائیں۔ اُن کی عوض نیکیاں لی جائیں گی اور صاحبان حقوق کو دلوائی جائیں گی۔ اور جو نیکیاں نہوں گی یا ہوں گی مگر نہ اس قدر کہ لوگوں کے مطالبوں کو کفایت کریں تو اُن کے گناہ لے کر اس شخص پر بڑہاویں گے حق تعالےٰ اپنی عزت و جلال کی قسم کھاتا ہے۔ کہ ظالم کا ظلم بروز قیامت مجھ سے نہیں گذرنے پائے گا۔ ضرور انتقام لونگا اور جو کوئی لوگوں کو دین حق سے گمراہ کرے اُس کی توبہ میں فقط خجالت و پشیمانی اور ارادہ ترک کا کافی نہیں بلکہ واجب و لازم ہے کہ جن جن کو گمراہ کیا ہے اُن کو طریق حق پر لاوے اُس وقت اُس کی توبہ مقبول ہوگی اور جو وہ مرگئے ہیں یا اُس کے کہنے سے اس گمراہی سے باز نہیں آتے تو مشہور علماء میں یہ ہے کہ توبہ اُس کی مقبول نہیں۔

ذکر بعض اخلاق حسنہ

مومن جب گناہوں سے نادم ہوکر توبہ کرے اور آیندہ اُن کے نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرے تو چاہیئے کہ اُس کے ساتھ ہی نیک اخلاق سے اپنے تئیں آراستہ کرنے میں کوشاں ہو۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہے کہ بروز قیامت اعمال خلایق کو تولیں گے تو کوئی شے اخلاق پسندیدہ سے زیادہ وزندار نہیں ہوگی نیز آپ نے فرمایا۔ کہ میں محض اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو کامل کروں تمہارے درمیان اخلاق حسنہ میں سب سے

پہلے تقوے وہ پرہیزگاری خدا ہے۔ پھر قناعت اُس کے عطا کئے ہوئے رزق پر اور صبر و شکر کرنا اور حلم و حیا و سخاوت و شجاعت اپنی عزت کی حفاظت و دوسرون کے ساتھ نیکی کرنا۔ سچ بولنا امانت مالک کو واپس دینا۔ وغیرہ وغیرہ منقول ہے کہ صبر کرنا تقدیر الٰہی پر اور راضی برضاء خدا رہنا اصل طاعت ہے۔ پس جو شخص صبر کرے اور راضی ہو خدا کی مرضی پر تو جو امر حق تعالےٰ کی طرف سے جاری ہوگا۔ وہ موجب خیر و برکت ہوگا۔ اُس کے لئے حدیث میں ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے وحی کی طرف داؤد علیہ السلام کی کہ جو بندہ میرے اوپر تکیہ کرے اور اپنے کام مجھپر چھوڑ دے۔ بہ نیت خالص تو ہرچند تمام آسمان و زمین کے رہنے والے اُس کے ساتھ فریب کرمں میں نجات دونگا اور جو کسی دوسرے پر میری مخلوقات سے بھروسہ کرے۔ تو اُس کے ذرایع و علاقے کاٹ ڈالونگا۔ اور زمین کو باوصف وسعت و فراخی کے اُس پر تنگ کرونگا اور پروانہ کرونگا کہ کس طرح ہلاک ہو۔

اور حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے منقول ہے کہ خندہ پیشانی رہنا اور کشادہ روئی سے پیش آنا۔ کینہ کو دلون سے زائل کرتا ہے اور حضرت صادق کا ارشاد ہے کہ حیا ایمان ہے اور ایمان جنت۔ یعنی حیادار ضرور صاحب ایمان ہوگا اور جو ایمان دار ہے وہ جنتی ہے۔

نیز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد کیا کہ خبر دیتا ہون تم کو بہترین اخلاق دنیا و آخرت سے وہ عفو کرنا قصور کا ہے اُس شخص سے جو تم پر ظلم کرے اور صلہ رحم کرنا اُس سے جو قطع رحم کرے اور احسان و نیکی کرنا بدی کرنے والے کے ساتھ اور دنیا اُس کو جس نے تجھے محروم رکھا ہو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ ہر شے کا ایک قفل ہے۔ ایمان کا قفل نرمی کرنا لوگون کے ساتھ کسی نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا افضل اعمال کون شے ہے۔ فرمایا نماز کو اُس کے وقت پر بجا لانا۔ ماں باپ

سے کے ساتھ نیکی کرنا - اور راہ خدا میں جہاد کرنا - اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا - کہ حق برادر مومن کا مومن پر یہ ہے کہ اس کو بھوک میں سیر کرے - برہنہ ہو تو لباس پہنائے - غمگین کے غم کو زایل کرے - قرضدار کے قرض کو ادا کرے -
نیز آنحضرت عہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ جس نے مومن کو خوش کیا اُس نے مجھے خوش کیا - جس نے مجھے خوش کیا اُس نے خدا کو خوش کیا - علی ہذا تعظیم مومن ہے - جس نے مومن کی تعظیم کی اُس نے بقول امام خدا کی تعظیم کی -

صلح کرانا درمیان مومنون کے

حدیث میں وارد ہے کہ وہ صدقہ جس کو خدا دوست رکھتا ہے یہ ہے کہ مومنون کے درمیان نزاع و تکرار ہو تو اُس کو اصلاح کریں اور ملاویں اُن لوگون کو جو باہم رنجیدہ ہو کر جدا ہو گئے ہون -

مہمانی مومن

جاننا چاہیئے کہ مہمان داری کرنا اور خاطر تواضع سے اُس سے پیش آنا اخلاق پسندیدہ سے ہے اور اُس کے لئے بڑے بڑے ثواب مقرر ہیں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے دنیا سے تین چیزیں اپنے لیئے اختیار کیں ایک گرمی میں روزہ رکھنا - دوسرے راہ خدا میں شمشیر زنی کرنا - تیسرے مہمان داری کرنا -

علامات مومن

جو شخص خوشنودی خدا کے واسطے برادر مومن کی ملاقات کو جائے - اور مقصود اُس کا وہ ثواب حاصل کرنا ہو جس کا حق تعالےٰ نے اُسپر وعدہ کیا ہے تو حق تعالےٰ ستر ہزار فرشتون کو مقرر فرماتا ہے - کہ اُس کو آواز دیں اور کہیں کہ پاک و پاکیزہ ہوا تو اور خالص کیگئی تیرے لیئے بہشت -
امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس وقت دو مومن باہم ملاقات کرتے

ہیں اور مصافحہ کے واسطے ہاتھ بلاتے ہیں تو حق تعالےٰ اپنے دست قدرت کو ان دونوںکے ہاتھ کے بیچ میں داخل کرتا ہے اور دونو میں جو زیادہ محبت رکھتا ہو اُس کے ساتھ مصافحہ کرتا ہے یعنی رحمتِ خدا دونو پر نازل ہوتی ہے۔ الّا زیادہ تر اُس شخص سے مخصوص ہوتی ہے جو ان دونوں میں زیادہ محبت رکھنے والا ہے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی عزیز قریب کے پاس جائے کچھ مال لیکر یا خالی بھی تاکہ صلہ رحم بجا لائے تو اُس کو ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اور ہر قدم پر ہزار نیکیاں اُس کے نامۂ عمل میں درج ہوں گی اور جو کسی نابینا کی حاجت بر لاوے۔ حق تعالےٰ اُس کو آتشِ جہنم سے برأت لکھدے گا۔ اور وہ رحمتِ خدا میں غرق رہے گا۔ جب تک اس کام سے واپس ہو۔

حق ہمسایہ

ہمسائے کے بہت حقوق ہیں اور ہمسایگی کی حد چالیس گھر اُس پاس کے ہیں اور بقولے چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہر چہار طرف سے ہمسایہ میں داخل ہے بعض ہمسایہ ہوتے ہیں کہ اُن کے آدمی پر تین حق ہوتے ہیں۔ ایک حق قرابت دوسرا حق اسلام۔ تیسرا حق ہمسائگی۔

اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی اپنے ہمسایہ کو ایذا دیگا بوئی جنت نہ سونگھے گا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ کہ جبرئیل مجھ کو حق ہمسایہ کی رعایت کی تاکید کرتے تھے تا اینکہ مجھ کو خوف ہوا۔ کہ کہیں وہی میرے وارث نہ ہوں۔ نیز حضرت نے فرمایا کہ ایمان نہیں لایا وہ شخص خدا پر جو شب کو سیر ہو کر سویا درانحالیکہ اُس کا ہمسایہ بھوکا سویا۔

حقیر مولف کہتا ہے کہ یہ چند باتیں مناسب مقام جان کر بیان لکھ دیں ورنہ بیان اخلاق کے واسطے جیسا کہ صدر رسالے میں بیان ہوا ہے علیحدہ باب ترتیب دیا جائے گا۔ انشا اللہ تعالےٰ۔

ذکرِ حالات مرگ و برزخ تا روز قیامت

جاننا چاہیئے کہ موت ہر ذی حیات کے لیئے ہے۔ بجز ایک ذات پاک باری تعالےٰ کے کہ وہ حیؔ لایموت ہے اور نظر بانتظام عالم موت ایک ضروری و لابدی امر ہے کس لیئے کہ اگر موت نہ ہوتی۔ اور حضرت آدم سے لیکر اسوقت تک کوئی نہ مرتا تو بڑی دقت پیش آتی۔ زمین پر کثرتِ مخلوقات سے آدمیوں کو کھڑے ہونے کی جگہ نہ ملتی۔ کھیتی کرنا مکان بنانا اور دیگر سامان آسایش مہیا کرنا تو کجا۔ باپ بیٹے عزیز قریب۔ دوست احباب میں باہم ملاقات تک نہ ہوسکتی۔ اُن کے حقوق کا ادا کرنا اور اُن کی خبر گیری تو کہاں ممکن تھی۔ علاوہ بریں حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ کہ وہ خدا جس نے پیدا کیا زندگی اور موت کو اس لیئے تا کہ آزماوے۔ کہ کون تم سے نیکوکار ہے یعنی موت میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ حق تعالےٰ دیکھتا ہے کہ مرنے کے وقت مرنے والے کے عزیزوں رشتہ داروں کا کیا حال رہتا ہے آیا صبر کرتے ہیں اس مصیبت میں اور اطاعت حق سبحانہٗ تعالےٰ بجا لاتے ہیں یا الزام لگاتے اور اُس کو ظالم قرار دیتے ہیں۔ پس مرنے سے کسی جن و انس کو حتیٰ کہ انبیاء مرسلین و ملائکہ مقربین تک چارہ نہیں۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ۔ کوئی شخص موت کا مزہ چکھے بغیر نہ رہے گا۔ ایک وقت آئے گا کہ خود ملک الموت بھی کہ قابض ارواح عالم ہیں۔ پنجۂ مرگ میں گرفتار ہونگے کوئی متنفس سوائے حق سبحانہٗ تعالےٰ کے باقی نہ ہوگا۔ اُس وقت ارشاد ہوگا۔ لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ کہاں ہے وہ بیوقوف۔ کوتہ اندیش جو میری سلطنت و جبروت کا دوسروں کو شریک و سہیم قرار دیتے تھے۔ یا جو نہایت نخوت و شوخ چشمی سے اپنے تئیں خدا کہتے تھے۔ آج آویں اور دیکھیں کہ ملک و بادشاہی کس کا حصہ ہے پھر خود ہی جواب فرماوے گا۔ اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ۔ خطا کی اُنہوں نے

نے جو ایسا سمجھے سلطنت عام و مطلق بادشاہی صرف خداوندِ یکتا و قہار کے لیئے ہے دوسرے کو شایان نہیں منقول ہے کہ جانکندنی کے وقت پہلے جو صورت آدمی کو نظر آتی ہے وہ اُس کا مال و اسباب دنیا ہے یہ بکمال حسرت و افسوس اُس سے کہتا ہے کہ میں نے تجھکو بڑی مصیبتیں جھیلکر کمایا۔ اپنے عزیز و اقربا سے تیرے واسطے بخل کیا۔ آج تو بھی میرے کچھ کام آئے گا یا نہیں۔ مال اُسکو جواب دیتا ہے کہ بجز اس کے کہ مجھ سے تیری تجہیز و تکفین کا سامان مہیا کردیا جائے اور کچھ نہیں ہوسکتا ادہر تیری روح قبض ہوئی اُدھر وارثوں کا دستِ تصرف مجھ پر دراز ہوا۔ پھر اگر اُنہوں نے مجھکو طاعتِ خدا میں خرچ کیا تو تیرے لئے حسرت و افسوس کا باعث ہوگا کہ جو امر تجھ سے فوت ہوا۔ دوسرے اُس سے فایدہ مند ہوئے اور جو اُنہوں نے فسق و فجور میں ضایع کیا تو اُن کا شریک گناہ ہے۔ کیونکہ آلہ و اسباب بنا۔ پس یہ اُس سے مایوس ہوتا ہے تو دوسری شکل اہل و عیال کی نظر آتی ہے۔ اس سے بھی وہی گفتگو کرتا ہے جو مال سے کی تھی۔ وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم قبر تک تیرے ہمراہ ہیں۔ وہاں تجھ کو تنہا چھوڑکر لوٹ آئیں گے اور اپنے کاروبار میں مشغول ہونگے۔ پھر جو اعمالِ خیر کہ دُنیا میں کیئے ہیں۔ اُنہیں ایک طرف کو کھڑے پاتا ہے۔ ان کو خستہ اور شکستہ حال میں دیکھکر پشیمان ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تمہارے حق میں بہت کوتاہی کی بہت بیدلی سے تم کو بجالایا تھا۔ اب دنیا و اہل دُنیا سے قطع اُمید کرکے تمہاری طرف رجوع کرتا ہوں۔ دیکھوں تم میرے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہرچند تو ہم سے بھاگتا تھا اور بہت بے پرواہی سے ہم کو عمل میں لاتا تھا۔ مگر ہم تیرے ہمیشہ دوستدار رہے اور اب بھی ہر حال میں تیرے شریک اور ساتھی ہیں۔ جبکہ تو سب عزیزوں سے جدا ہوکر قبر میں تنہا رہجائیگا۔ تو فقط ہم ہی تیرے مونس ہونگے اور تیرے پاس رہیں گے یہانتک کہ روز قیامت تیرے شفاعت خواہ ہوں پھر بہشت

میں تیرے ساتھ ہون گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔
نیز اعتقاد کرنا چاہیئے۔ کہ حالت نزع میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
وآئمہ ہدے صلوات اللہ علیہم ہر میت کے پاس تشریف لاتے ہیں۔ مومن ہو
یا مخالف یا کافر۔ مومن کو بشارت دیتے ہیں ساتھ نعمات بہشت اور راحت
ابدی کے اور سفارش کرتے ہیں ملک الموت سے کہ قبض روح اس کا بآسانی
کرے اور کافر و مخالف مذاہب کو عذاب الیم و آتش جہنم سے ڈراتے ہیں اور
سختیان اور شدت موت کی اُس پر زیادہ کرتے ہیں۔ مروی ہے کہ جب زبان مومن
کی کلام سے بند ہو جاتی ہے تو وہ اپنے گرد و پیش حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ و امیر المومنینؑ و دیگر آئمہ طاہرین کو پاتا ہے۔ یہ حضرات اپنا نام نامی اُس پر
ظاہر کرتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں اُس کو قرب و نزدیکی کی دار آخرت میں
اور فرماتے ہیں کہ فائز ہوا تو اُن نعمتون پر جن کا اُمیدوار تھا اور نجات پائی
اُن اندیشون سے جن سے ڈرتا تھا۔ پھر پردہ اُس کی آنکھون کے سامنے
سے اُٹھ جاتا ہے کہ منازل عالیہ بہشت کو کہ اُس کے لئے مہیا ہیں دیکھتا ہے
اُس وقت اُس سے فرماتے ہیں۔ کہ چاہے تو دنیا میں تجھ کو واپس بھیجدیں
اور مال دنیا سے اتنا دیں کہ بڑے جاہ و حشم سے بسر کرے مگر وہ دنیا سے منہ
پھیر لیتا ہے۔ اور نفرت ظاہر کرتا ہے۔ اُس وقت کوئی شئے اُس کے نزدیک
موت سے زیادہ مرغوب نہیں ہوتی پس رنگ رو سفید ہو جاتا ہے اور
پیشانی کو عرق آ جاتا ہے اور لب باہم رل جاتے ہیں۔ بینی قدرے دراز و
کشیدہ معلوم ہونے لگتی ہے اور بائیں آنکھ سے آنسو جاری ہو جاتے
ہیں یہ سب علامتیں خوبی مرگ کی ہیں اور صلحاء مومنین کے لئے ان کا ظہور
ہوتا ہے۔ اور احادیث میں وارد ہے کہ جو تکالیف مومن کو جان کنی کے
وقت ہوتی ہیں وہ کفارہ ہیں اُس کے گناہون کا بلکہ حق تعالےٰ مومن عاصی
کو دنیا میں طرح طرح کے رنج و الم و مرض و بیماری میں مبتلا کرتا ہے۔

کہ اُس کے گناہوں کا کفارہ ہوں حتیٰ کہ اگر ایک کانٹا بھی لگتا ہے تو گناہ اُس کی عوض دور ہوتے ہیں۔ پس جو باقی رہتے ہیں نزع کی سختیاں دفع کرتی ہیں۔ اُس سے بھی بچ رہتے ہیں تو عذاب قبر سے محو ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ پاک و پاکیزہ محشر میں آتا ہے۔ یہ حق تعالےٰ کا تفضل و احسان ہے کہ صحیح الایمان لوگوں کے لیئے نجات کے ذریعہ بنا دیئے۔

سوال و جواب قبر

جاننا چاہیئے کہ قبر میں میّت سے اُس کے عقاید کی بابت سوال کرتے ہیں اُسکا اعتقاد ضروری دین اسلام ہے حتیٰ کہ منکر اس کا مومن نہیں جس وقت کہ عزیز و قریب مُردے کو قبر میں دفن کرکے واپس آتے ہیں تو اس کے نصف اوپر کے بدن میں روح داخل ہوتی ہے کہ بیٹھکر جواب سوال دیسکے پھر دو فرشتے منکر نکیر نام بشکل مہیب قبر میں داخل ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے اور خدا اور رسول و امام سے سوال کرتے ہیں اگر سب یا تون کا جواب باصواب دیا تو اُس کی قبر نو یا دس ہاتھ یا جہان تک نگاہ کام کرسکے۔ یا بقدر ایک ماہ راہ بحسب اختلاف مدارج میّت فراخ ہوجاتی ہے۔ اور فرشہائے ریشمیں بہشت اُس میں بچھا دیتے ہیں اور رام کرتے ہیں اُس کو کہ تا قیام قیامت آرام سے سوتا رہے۔ برخلاف اس کے جو جواب سوال نہیں دے سکتا۔ تو گرز آتشیں اس زور سے اُس پر لگاتے ہیں کہ پہاڑ بھی ہو تو ریزہ ریزہ ہو جائے اور آواز اُس کی ایسی ہولناک ہوتی ہے کہ چرند پرند اُس کو سن کر سہم جاتے ہیں۔ افضال الٰہی

ف کلینی علیہ الرحمۃ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا صلّی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس نے ابتداء میں بکریاں نہ چرائی ہون میں بھی قبل نبوّت بکریاں چراتا تھا۔ بعض اوقات بکریوں اور اونٹوں کو دیکھتا کہ آرام و دلجمعی سے چر رہی ہیں کہ دفعتاً سب سہم گئے اور چرنا چھوڑ دیا حالانکہ آس پاس کوئی ایسی شئے دکھائی ندیتی تھی کہ باعث اُن کے خوف و اضطراب کا ہو میں یہ دیکھکر بہت تعجب کرتا

ہے کہ انسان اُس کو نہیں سُنتا ورنہ عیش تلخ ہو جاتی۔ پس اُس وقت تمام قبر آگ سے پُر ہو جاتی ہے اور سانپ اور بچھو اُس پر مسلط ہوتے ہیں۔ کہ قیامت تک اُس کو کاٹتے رہیں۔

روایت ہے کہ دنیا میں ایک بہشت ہے جانب مغرب میں اور ایک دوزخ ہے جانب مشرق میں۔ مومن کی قبر میں اُس سے ایک دروازہ کھولتے ہیں کہ روشنی اور خوشبو اُس کو پہونچے اور ہمیشہ اُس کی نعمات سے منعم ہوتا رہے۔ اور ایک دروازہ دوزخ سے کافر و منافق کی قبر میں کھولتے ہیں کہ عذاب و عقوبت جہنم سے تکلیف میں رہے قیامت تک۔ اور حدیث میں ہے کہ منکر و نکیر عام لوگون کیواسطے ہیں۔ مومنون کے واسطے دو علیحدہ فرشتے ہیں کہ اُن کا نام مبشر و بشیر ہے وہ بصورت خوب دکھائی دیتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی دوست عزیز میت کا اُس کو عقاید تلقین کرتا ہے تو وہ باہم کہتے ہیں کہ اب ضرورت دریافت کرنے کی اس سے نہیں رہی۔ کس لئے کہ اس کو سمجھا دیا گیا ہے۔ اسی لئے شیخ شہید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ سوال قبر برحق ہے اجماعاً اِلّا اُس شخص سے جسکو تلقین کیا ہو۔ اور احادیث میں ہے کہ تلقین کرو اموات کو عقاید حقہ بوقت نزع اور قبر میں قبل بند کرنے کے اور بعد اس کے کہ جب کوئی بات بار بار کسی سے کہتے ہیں تو اُس کو یاد ہو جاتی ہے گوکہ غبی ہو۔

فشار قبر

یہ ہے کہ قبر میت پر تنگی کرتی ہے اور دہنی بائیں جانب سے اُس کے جسم کو دباتی ہے۔ بجز انبیاؑ و اوصیاء کے کمتر کوئی فشار قبر سے نجات پاتا ہے وہان

بقیہ حاشیہ ص ۳۳۵۔ وجہ اس کی معلوم نہ ہوئی پیغمبر ہوا تو جبرئیل امین نے خبر دی کہ قبر میں کافر کو ضرب لگاتے ہیں تو تمام مخلوقات اُس کی آواز سنتی اور ڈرتی ہے پس اُس وقت مجھکو معلوم ہوا کہ اُن کے خوف کا یہ سبب تھا۔ پس خدا کیطرف پناہ لیجاو عذاب قبر سے ۱۲ منہ

ہاں زیادتی کمی اُس کی حسب حیثیت وحال میت کے ہوتی ہے۔ اور ادنےٰ مرتبہ اُس کا یہ ہے کہ اُستخوان پہلو ایک طرف کے دوسری طرف نکل آئیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ پناہ بخدا کبھی اس شدت سے ہوتا ہے کہ مغزِ سر بہہ کر ناخنِ پا کی راہ نکلتا ہے اور فشار موقوف نہیں کہ آدمی زمین میں دفن ہو۔ اگر بالائے زمین یا دریا میں ہو۔ تو حق تعالےٰ ہوا اور پانی کو حکم کرتا ہے۔ کہ فشار کرو۔ حضرت فاطمہ بنتِ اسد مادر امیر المومنینؑ نے رحلت کی تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ بمنزلہ مادر حقیقی اُن کو جانتے تھے۔ اپنے خاص لباس سے کفن دیا۔ اور اُن کی قبر میں لیٹے کہ فشار سے محفوظ رہیں اور جناب رقیہؓ دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے قضا کی تو آپ نے فرمایا کہ مجھکو ضعف حال رقیہؓ یاد آیا پروردگار عالم سے التجا کی کہ اس کو مجھے بخش دے اور فشار قبر سے نجات دے۔ حق تعالےٰ نے دعا میری قبول کی۔ پس جب فشار قبر ایسے بزرگواروں کے واسطے بھی ہے تو اوروں کا کیا ذکر ہے۔ جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سعد بن معاذ انصاری کی وفات پر ستر ہزار ملک آپ کے جنازے کی مشایعت کو آئے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ سے سر مبارک بطرف آسمان بلند کیا کہ اللہ اکبر سعد جیسے اشخاص کو بھی فشار قبر ہوتا ہے۔ راوی نے عرض کی فدا ہوں آپ پر میں نے سُنا ہے کہ سعد کو اس سبب سے فشار ہوا کہ وہ استخفاف کرتے تھے پیشاب کرنے میں۔ فرمایا معاذ اللہ ایسا نہ تھا بلکہ اس کا باعث یہ تھا کہ اپنے اہل کے ساتھ قدرے کج خلق تھے۔ اور احادیث میں ہے کہ عمدہ عذاب قبر میں پیشاب سے احتراز و اجتناب نہ کرنا ہے اور چغلخوری اور غلیبت مومنین سے بھی ہوتا ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو تمام کرتا ہے نماز میں رکوع کو وحشت قبر اُس پر داخل نہیں ہوتی۔ اور منقول ہے کہ جو کوئی ظہر پنجشنبہ سے ظہر جمعہ تک مرے عذاب قبر سے بیخوف ہے اور جو سورۂ زخرف پر مداومت کرے۔

حق تعالےٰ اُس کی فشارِ قبر و جانورانِ قبر سے حفاظت کرتا ہے اور جو مداومت کرے غسلِ جمعہ پر بدن اُس کا قبر میں پوشیدہ نہیں ہوتا۔ اور یہ مجرّب ہے اور سورۂ نساء کا ہر جمعہ کو پڑھنا موجبِ نجات ہے فشارِ قبر سے اور ارشادِ دیلمی میں مذکور ہے کہ نجف اشرف میں دفن ہونے والے کو عذابِ قبر نہیں ہوتا اور حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو کسی مومن ضعیف کو تلقین حجت کرے کہ وہ مخالف پر حجت اتمام کر سکے۔ حق تعالےٰ اُس کو اُس روز تلقین عقاید کرے گا۔ جبکہ داخلِ قبر ہو۔

جریدتین

منجملہ اسبابِ دفعِ عذابِ قبر کے رکھنا جریدتین کا ہے ساتھ میّت کے کہ جب تک وہ تر رہتے ہیں عذاب نہیں ہوتا۔ اور جب اُس وقت نہ ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ خشک ہونے پر بھی نہ ہوگا۔ کس لیئے کہ ظاہرا عذابِ قبر اُسی روز بلکہ اُسی ساعت ہوتا ہے جبکہ لوگ دفن کر کے واپس ہوتے ہیں۔

وضع جریدتین سنتِ انبیاء سے ہے ابتدائے عالم سے چلا آتا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت آدمؑ بہشتِ بریں سے زمین پر تشریف لائے تو تنہائی اور بےانیسی سے محزون و غمگین رہتے تھے۔ اُس کی شکایت درگاہِ الٰہی میں کی۔ حق تعالےٰ نے درخت خرما کو پیدا کیا کہ حضرت آدم علیٰ نبیّنا کا انیس و جلیس ہو آپ کو اُس درخت سے بہت اُنس ہو گیا اکثر اُس کے پاس آتے اور سایہ میں بیٹھتے جس وقت وفات قریب ہوئی تو وصیّت کی کہ ایک شاخ اُس کی میرے ساتھ رکھیں کہ قبر میں بھی ہمراہ رہے جیسے دُنیا میں ساتھ تھا۔ اُس وقت سے شاخ کا ہمراہ رکھنا سنت ہوا۔ اہلسنت بھی اس کے مسنون ہونے سے انکار نہیں کرتے۔ حدیثیں اسبار میں نقل کرتے ہیں مگر کہتے ہیں چونکہ رافضیوں کا دستور ہو گیا ہے اُس کو ترک کرتے ہیں جیسا دہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا باوجود سنت رسول ہونے کے شیعوں کی ضد میں چھوڑ دی۔ یہ خواص کے اقوال ہیں عوام تو جریدتین پر تمسخر کرتے اور دو دفعہ اہانت ہوتی ہیں کہ اُسکو ذکر سے بھی حجاب آتا ہو گا لاحول

عالم برزخ

جو زمانہ کہ ارواح کے لیئے موت کسے لیکر قیامت تک دراز ہے اُس کو برزخ کہتے ہیں پس جاننا چاہیئے کہ روح مومن کی ہو یا کافر کی مرنے کے بعد فنا نہیں ہوتی۔ باقی رہتی ہے پس اگر خالص مومن ہے تو اس عرصے میں ناز و نعمت سے بسر کرتی ہے محض کافر ہے تو انواع و اقسام کے عذاب جھیلتی ہے جیساکہ فی الجملہ پہلے معلوم ہوا۔ اور آئندہ اور بیان اس کا آنا ہے اور مستضعف کم عقل جو حق و ناحق میں تمیز نہ کرسکے۔ یا صاحب عقل جس کو کسی خاص سبب سے موقعہ تحقیق حق کا نہ ملا ہو۔ جیساکہ ممالک دور دست جنگل و پہاڑ وغیرہ میں رہا ہو۔ جہاں آوازہ دین کا نہ پہونچا ہو۔ یا پہونچا ہو مگر وہ کسی وجہ سے تلاش حق کرنے پر قادر نہوا ہو ایسے لوگوں کے لیئے اور اطفال و دیوانوں کے لیئے عالم برزخ میں ثواب و عذاب کچھ نہیں اُن کا کام روزِ قیامت پر موقوف ہے چاہے تو حق تعالے عدل و انصاف کے ساتھ اُن سے سلوک کرے چاہے محض فضل و کرم سے بخش دے۔ اُس جل شانہٗ کو اختیار ہے۔ مروی ہے کہ جب روح بدن سے مفارقت کرتی ہے تو اپنے بدن پر پرواز کرتی رہتی ہے۔ اور جو غسل و کفن لوگ اُسے دیتے ہیں اُس کو دیکھتی ہے۔ اگر مومن ہے تو اُن کو قسمیں دیتی ہے کہ جلدی کرکے مجھ کو قبر تک پہونچاؤ۔ تاکہ بہشت میں حضرت رسالت پناہ اور اُن کی اہل بیت کی خدمت میں پہونچوں۔ جب جنازہ قبر کی طرف لے جاتے ہیں۔ تو روح اُس کے ساتھ ساتھ جاتی ہے اور بدن کے ساتھ قبر میں داخل ہوتی ہے۔ سوال و جواب وغیرہ قبر سے فراغت پاتی ہے تو اُس کو ایک جسم میں مشابہ جسم اصلی کے داخل کرتے ہیں۔ اور غالبًا قیامت تک اِسی جسم مثالی میں رہتی ہے۔

حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کوئی مومن مشرق و مغرب زمین میں نہیں مرتا اِلّا یہ کہ حق تعالے اُس کی روح کو وادی السلام میں پہونچا دیتا

ہے۔ راوی نے پوچھا وادی السلام کہاں ہے۔ فرمایا بیرون کوفہ۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ارواح حلقے باندھے باہم بیٹھی باتیں کر رہی ہیں۔ جب کوئی روح تازہ اُن پر داخل ہوتی ہے تو اُس سے حالات پوچھتی ہیں۔ بعض ان سے کہتی ہیں کہ ٹھیر وابھی ہول عظیم سے چھوٹی ہے۔ ذرا دم لینے دو۔ پھر ہر ایک عزیز دوست کا حال دریافت کرتے ہیں اگر کہتا ہے کہ زندہ ہے تو اُمیدوار ہوتے ہیں کہ شاید اہل سعادت سے ہو اور ہمارے پاس آئے اور جو خبر دیتا ہے کہ مرگیا تو افسوس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ھوٰے ھوٰے یعنی ہلاک ہوا۔ اور جہنم میں گیا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ارواح مومنین ہر روز شام کے وقت اپنی اپنی قبروں سے نکلکر بہشت دنیا میں جاتی ہیں اور میوہ ہائے بہشت کھاتی اور باہم ملاقات کرکے خوش ہوتی ہیں اور اسی حال میں رہتی ہیں حتیٰ کہ صبح طالع ہوتی ہے۔ اُس وقت وہاں سے باہر آکر مابین آسمان و زمین ہوا میں پرواز کرتی ہیں طلوع آفتاب تک اس وقت اپنی اپنی قبروں کو لوٹ جاتے ہیں مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ مراد لفظ قبر سے اکثر احادیث میں وہ مکان ہے جہاں کہ ارواح عالم برزخ میں رہتے ہیں۔ اور وہ مومن کیلئے صحرا نجف ہے جسے وادی السّلام کہتے ہیں۔ مگر احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ ارواح کو قبر سے بھی جہاں کہ اُس کا جسم مدفون ہوتا ہے۔ گونہ تعلق ضرور رہتا ہے اُسکو پہچانتی ہے اور گاہ گاہ وہاں آتی ہے۔ اور نیز مروی ہے کہ ایک جہنم ہے۔ جانب مشرق میں حق تعالےٰ نے اُس کو اس لئے خلق کیا ہے کہ ارواح کفار اُس میں رہیں وہاں زقوم کھاتے ہیں اور آب گرم پیتے ہیں رات بھر جب صبح ہوتی ہے تو صحراء یمن میں جاتے ہیں جس کو وادی برہوت کہتے ہیں۔ جو کہ آتش دنیا سے بڑھکر گرم ہے۔ وہاں رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں جب شام ہوتی ہے۔ تو اسی جہنم کیطرف واپس کی جاتی ہیں۔ یہی حال ہے انکا

روز قیامت تک۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ تمام
پانیون سے بدتر روئے زمین پر آب برہوت ہے اور وہ ایک صحرا ہے حضرموت
میں کہ ارواح کفار وہان معذب ہوتی ہیں اور حضرت صادق علیہ السلام فرماتے
ہیں کہ عقب یمن میں ایک وادی ہے جس کو وادی برہوت کہتے ہیں وہان بجز
مار سیاہ اور جغد وبوم کے کوئی جانور نہیں رہتا۔ اور اُس وادی میں ایک غار
بلہوت نام ہے۔ ہر صبح وشام ارواح کو وہان لے جاتے ہیں اور آب صدید
اُن کے حلق میں ڈالتے ہیں اور احادیث میں ہے کہ ارواح مومنین اپنے
گھر والیون کیطرف رجوع کرتے ہیں اور گھر والون کی بھلائیون پر واقف ہوتی
ہیں اور خوش وخرم واپس جاتی ہیں اور گھر کی خرابیون سے اطلاع نہیں
پاتی۔ اور جس کو جس قدر فضیلت زیادہ ہے۔ اہل خانہ کے حالات پر زیادہ
اطلاع پاتی ہے۔

مومن زادون کا برزخ

اطفال مومنین کہ قبل بلوغ مرجاتے ہیں اگر اُن کے والدین یا کوئی اور
بزرگ مثل اُن کے پہلے مرچکے ہیں تو اُن کے سپرد ہوتے ہیں کہ نعمات
بہشت میں ان کے شریک رہیں۔ نہیں تو اُن کو حضرت ابراہیم ع اور جناب
سارہ اور جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے سپرد کرتے ہیں یہ حضرات
اگر وہ شیرخوار ہیں تو دودھ پلاتے ہیں۔ ورنہ پرورش کرتے رہتے ہیں جب
تک کہ کوئی سرپرست پہونچے اُس کے پہونچنے پر اُس کے حوالے کردیتے ہیں
اور ایک حدیث میں ہے کہ روز قیامت تک انہیں کی حفاظت میں رہتے
ہیں اُس روز لباسہائے بہشت سے آرایش کرکے والدین کو دیئے جائیں گے
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں کہ شب معراج میں آسمانون
پر تمام ارواح انبیاء سے ملا۔ الا ابراہیم ع کہ اُن کو وہان نہ پایا۔ بہشت میں داخل
ہوا تو دیکھا میں نے کہ ایک درخت ہے بابرگ وشاخہائے بسیار اُس کی شاخیں

مانند پستان عورات پنچے لٹک رہی ہیں۔ اور بہت سے بچے ان سے دُودہ پی رہے ہیں جناب ابراہیم وہان تشریف رکہتے ہیں اور بچون کیخدمت میں بکمال شفقت مصروف ہیں۔ کسی بچے کے موہنہ سے شاخ نکل جاتی ہے۔ تو آپ اُس کے موہنہ میں رکھتے ہیں۔ میں نے استفسار کیا تو فرمایا میں نے حق تعالے سے درخواست کی تھی کہ شیعیان علی ابن ابیطالب کے بچون کی کفالت اور پرورش میرے سپرد کیجائے اُس جلّ شانہ نے التماس میری منظور کی اب اس کام میں لگا ہوا ہون۔ یہ بچے دُودہ ہی نہیں پیتے۔ شاخون سے تمام نعمات بہشت کا مزہ پاتے ہیں ۔

مطلب پانچوان معاد کے بیان مین

یہ پانچویں اصل ہے اصول دین کی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اعتقاد کرے کہ مرنے کے بعد جبکہ بدن خاک ہو جائیں گے ایک روز جسے قیامت کہتے ہیں پھر اصلی حالت پر درست کیئے جائیں گے اور روحین اُن میں داخل کیجائیں گی۔ تاکہ حساب کتاب کے لیئے میدان حشر میں داخل ہون پس مومن نیکو کارون کو بہشت ملے گا اور گنہگار و ن کافرون کو آتش جہنم میں ڈالدین گے اُسی کو معاد جسمانی کہتے ہیں یہ بڑا ضروری رکن دین اسلام کا ہے۔ تہ دل سے اُس پر ایمان لائے۔ اور نفسانی شکوک اور شیطانی وسوسون کو پاس نہ آنے دے۔ قرآن شریف حالات و اخبار قیامت سے بھرا ہوا ہے۔ حق تعالے کفار کو جا بجا اُس کے انکار پر سرزنش کرتا ہے اور طرح طرح سے اُس کے واقع ہونے کو بیان فرماتا ہے اور احادیث نبوی تو اس بارہ میں اس قدر وارد ہوی ہیں کہ احصار و شمار نہیں ہو سکتا۔ مروی ہے کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے عزیز و اقرباء کو جمع کرکے فرمایا اے اولاد عبدالمطلب تحقیق کہ رائدؔ[1] اپنے اہل سے جھوٹ نہیں بولتا۔ قسم ہے اُس خدائے عزّ و جلّ کی جسنے مجھ کو پیغمبر برحق کیا ہے کہ تم مرنے کے بعد زندہ کیئے جاؤ گے۔ جیسا کہ سونے کے

[1] رائد اُس شخص کو کہتے ہیں کہ اہل قافلہ اُس کو اپنے آگے روانہ کرتے ہیں تاکہ کوئی سر سبز

بعد جل گئے ہو اور بعد اس کے کوئی مکان نہیں مگر بہشت یا دوزخ۔ پس جاننا چاہیئے
کہ بڑی غرض و غایت بعثت انبیاء و نصب اوصیا کی اور جملہ امر و نہی و شرعی
نماز روزہ حج زکوٰۃ کی یہی معاد ہے اگر روز قیامت اور اُس کی جزاء و سزا نہ
ہوتی تو پھر ان چیزون کی ضرورت نہ تھی۔ دُنیوی انتظام تو بادشاہ بھی کر لیتے ہیں
مومن کو چاہیے کہ سوچے اور غور کرے۔ کہ پروردگار عالم نے آدمی کو جنگل کے گھاس
پات کیطرح نہیں بنایا۔ کہ نکلے ہرا بھرا ہو پھر خشک ہو کر خاک میں مل جاوے
کہ گویا کبھی تھا ہی نہیں بلکہ بڑی دانائی سے اس کو بنا کر تمام مخلوقات پر فضیلت
و شرافت بخشی اور جوہر عقل ایسا عطا کیا کہ تمام حیوانات سے ممتاز سب میں سرفراز
ہوا۔ پھر انبیاء علیہم السّلام کو اُس ہدایت کے واسطے بھیجا اُن کے بعد اُن کے نائب و
اماموں کو مقرر کیا پس وہ ایک نہ ایک دن ضرور باز پرس کرے گا کہ کون اِس
نفیس جوہر کو کام میں لایا اور طریق مستقیم اختیار کیا اور کس نے شیطان لعین کا
دھوکا کھایا اور سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ اسی جانچ پڑتال کے لئے جو دن
مقرر ہے اُسے قیامت کہتے ہیں اُس روز ضرور کافر بدکار اپنے کئے کی سزا پائیں
گے۔ مومن پرہیزگار ہمیشہ کو بہشت میں جائیں گے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ
اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو عبث اور
بے فایدہ پیدا کیا اور تم ہمارے پاس حساب دینے کو واپس نہ آؤ گے۔ پھر
ارشاد ہے۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا لٰعِبِیْنَ۔ ہم نے آسمانوں اور زمین
کو بطور لہو و لعب و کھیل کود کے نہیں پیدا کیا۔ اور بعض مخالفان اسلام نے جو
شبہ کیا ہے کہ انسان مر کر خاک ہو گیا تو پھر ایسا ہی بن جائے جیسا کہ تھا
قیاس سے باہر ہے یہ اُن کی سمجھ کا قصور ہے جس قادر مطلق نے آدمی کو از سر نو
جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ ابتدائً پیدا کیا تو پھر اُن خاک کے ذرون سے ویسا ہی
بنا دینا۔ جیسا کہ پہلے تھا اُس کے نزدیک کیا مشکل کام ہے۔ حق تعالےٰ نے خود
اس شبہ کا اپنے کلام عزیز میں جواب دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِیَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْ اَنْشَاَھَا اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَھُوَ بِکُلِّ ۔۔ ہمارے لئے مثال لاتا ہے اور اپنی پہلی پیدایش کا حال بھول گیا۔ کہتا ہے کہ کون ان ہڈیوں کو زندہ کریگا جبکہ وہ بوسیدہ ہو جائیں گی ٭ کہدے تو (اے محمد ان سے) کہ ان کو وہی زندہ کرے گا۔ جس نے پہلی دفعہ انہیں پیدا کیا۔ اور وہ اپنی تمام پیدا کی ہوئی چیزون کے حال سے آگاہ ہے۔ نیز قصہ عُزَیر نبی کا قرآن میں مذکور ہے کہ اپنے گدہے پر سوار جارہے تھے۔ اُن کا گزر ایک قریہ پر ہوا۔ کہ قہر الٰہی سے مسمار اور باشندے وہان کے ہلاک ہو گئے تھے عُزیر نے اُن کی یہ حالت دیکھکر خیال کیا کہ کیونکر یہ لوگ دوبارہ زندہ ہونگے فی الفور موت اُن پر مسلط ہوئی۔ چنانچہ سو برس ہوئے پڑے رہے۔ پس بحکم خدا زندہ ہوئے تو اپنے طعام کو دیکھا کہ خراب نہیں ہوا مگر دراز گوش سواری کا گوشت خاک ہو گیا وہی خاک کے ذرے جمع ہو کر بحکم خدا گدہا بنے اور جان پڑگئی عزیر نے یہ دیکھ کر صدق دل سے کہا کہ خدائے تعالےٰ ہر شئے پر قادر ہے اس کے سوا دیگر قصص وحکایات قرآن میں ایسی ہیں۔ جو معاد جسمانی پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ معلوم ہوا تو کچھ حالات حشر اور زندہ ہونے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے ٭

صُورِ اسرافیل

:۔ حضرت اسرافیل ملائکہ مقرب سے ہیں اور صور ایک پھونکنی ہے جس کا ایک سرا اُن کے منہ سے لگا ہوا ہے دوسرا زمین و آسمان کی طرف کھلا ہوا ہے وہ مونہہ اس کا ایسا وسیع ہے کہ زمین و آسمان اُس میں سما جائیں۔ وہ بحکم خدا اُس میں پھونک لگائیں گے تو اُس کی آواز تمام زمین و آسمان کے باشندون کے کان میں پہونچے گی پہلی پھونک میں قبرون میں لرزہ ہوگا۔ دوسری میں خاک اُن کے اندر سے نکل پڑے گی تیسری میں مردے زندہ ہو کر خاک سرون سے جھاڑتے اُٹھ کھڑے ہون گے۔ مروی ہے کہ اُس روز جبرئیل میکائیلؑ اسرافیلؑ

اسرافیل تاج عزت وخلعت کرامت اور براق بہشت ہمراہ لیکر دنیا میں آویں گے
اور موضع قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو نور کی علامت پہچانکر براق کو
وہان لاوینگے اُس وقت حضرتؐ قبر منور سے باہر تشریف لاوینگے۔
اور جبرئیلؑ سے دریافت کرینگے کہ حق تعالےٰ کے نزدیک میری کس قدر
عزت ہے عرض کرینگے کہ بہشت آپ کے تشریف لانے کا مشتاق ہے
ارشاد ہوگا کہ یہ نہیں پوچھتا یہ دریافت کرتا ہون۔کہ میری اُمت کے ساتھ
آج کیا سلوک ہوگا۔عرض کرینگے قسم بخدائے عزوجل کہ بہشت تمام اولاد
آدم پر حرام ہے جب تک کہ پہلے آپ کی اُمت نہ داخل ہووے اُس وقت بہ
بشاشت تمام تاج کرامت کو سر پر رکھیں اور خلعت عزت کو بدن میں پہنیں گے
اور براق نور پر سوار ہونگے کہ اب میری دلجمعی ہوئی۔وہان سے حضرت
امیر المومنینؑ وباقی آئمہؑ طاہرین علیہم السلام کی قبرون پر تشریف لائیں۔وہ
حضرات زندہ ہون۔ملائکہ ہفت آسمان وزمین وحاملان عرش رب العالمین
اُن کا استقبال کریں اور خلعت بہشت سے آراستہ اور تاج کرامت سے پیراستہ
مرکب ہائے نور پر سوار ہوکر ہمرکاب حضرت رسالت مآب عرش اعظم الٰہی تک
پہونچیں اور سجدۂ شکر نعمت ہائے الٰہی بجالائیں۔اُس وقت ارشاد جناب باری
ہو کہ سر اُٹھاؤ۔آج روز رکوع وسجود نہیں بلکہ وقت رحمت بندگان اور
شفاعت گنہگاران ہے۔پس جانب راست عرش کرسی ہائے نور لگائی جائیں
اُن پر جلوس فرما ہون۔پھر تمام انبیاء واوصیاء واولیاءخدا ودیگر مومنان
کامل زندہ کئے جائیں گے۔اور ملائکہ اُن کا بھی اسی طرح استقبال کرکے علی
قدر مراتب تاج خلعت اُن کے لئے حاضر کرینگے۔اور بہشتی سواریان پر
سوار کرکے عرش کے سامنے لاوینگے۔وہان اپنے اپنے مرتبے کے موافق
کرسیون پر جانب راست وچپ عرش بیٹھ جائیں گے۔بعد باقی مومنین
بعد ازان تمام اولاد آدم زندہ کئے جائیں گے اور عرصۂ محشر میں حاضر ہونگے

اور جاننا چاہیئے کہ مقدار روزِ قیامت کی بقدر پچاس ہزار سال کے ہے روز ہائے دنیا سے اور ہولیں اُس دن کی عظیم ہیں۔ انبیاء اور اوصیاء تک نسے امین نہونگے۔ دنیا میں بھی ان کو یاد کر کے ڈرتے اور روتے رہے ہیں۔ خداوندِ قہار اُس روز تختِ معدلت پر جلوس فرماے گا۔ اور تمام بنی آدم نیکوکار بدکردار ایک میدان میں جمع ہون گے۔ بڑے بڑے متمرّدون سرکشون کو مانند فرعون ہامان وغیرہ کے غلّ و زنجیر کر کے حاضر کریں گے۔ آفتاب اُس وقت ایک نیزہ پر ہوگا اور زمین تانبے کی مانند تپتی ہوگی۔ اور جہنم کو حکم ہوگا کہ اپنے تئیں اہل محشر پر عرض کرے۔ ہر فرد بشر اُس وقت مارے خوف کے لرزان ہوگا اور اپنی نجات کا خواہان نہ باپ کو بیٹے کا خیال رہے گا نہ بیٹا باپ کو پہچانے گا۔ انبیاء علیہم السلام تک نفسی نفسی پکارتے ہون گے اِلّا پیغمبر آخر الزمان کہ آپ کو اُس وقت بھی اُمت ہی کی مغفرت کا خیال ہوگا اور فرمائیں گے اُمتی اُمتی کہ خداوندا میری اُمت کو بخش دے۔

حساب کتاب قیامت

جاننا چاہیئے کہ حساب و کتاب قیامت برحق ہے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اِلینا ایابهم ثمّ انّ علینا حسابهم۔ تحقیق کہ اُن کی بازگشت ہماری طرف ہوگی۔ پھر ہم اُن کا حساب لیں گے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ بندہ ایک قدم دوسرے سے جدا نہ کرے گا۔ جب تک کہ اُس سے چار سوال نہ کرلیں۔ عمر کو کنسے کام میں صرف کی اور بدن کو کاہے میں کہنہ کیا۔ اور مال کس طرح کمایا۔ اور کہان خرچ کیا۔ اور سوال کریں گے محبت ہم اہل بیت علیہم السلام سے۔ نیز حدیث میں ہے کہ حق تعالےٰ حساب انبیاء کرے گا اور اُس پر گواہ ہوگا اور انبیاء حساب اپنے اوصیاء کا کریں گے اور اُس پر گواہ ہون گے۔ یہی معنی ہیں قول خدائے تعالےٰ۔ لِتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیداً۔ کے کہ مقام خطاب ائمہ علیہم السّلام اور اُن کی

مدح میں فرماتا ہے تاکہ تم گواہ ہو اُمت کے لوگوں پر اور رسول گواہ ہو تم پر البتہ اس میں شک نہیں کہ بہت سے مومن کامل ایسے ہوں گے کہ بحساب داخل بہشت ہوں گے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا معنے آیہ شریفہ فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انسٌ و لا جانٌ سے ترجمہ پس اُس روز سوال نہ کئے جائیں گے اپنے گناہوں سے نہ انسان اور نہ جنات۔ حضرت نے فرمایا۔ یہاں مراد وہ انس و جن ہیں جو کہ شیعیان و دوستان اہل بیت سے ہیں کہ اُن سے سوال نہ ہوگا۔

نامۂ اعمال

واقعات روز قیامت سے ایک تقسیم نامۂ اعمال ہے جس کو کراماً کاتبین شب و روز دُنیا میں لکھتے رہتے ہیں اور ہر ایک گناہ کبیرہ و صغیرہ خفیہ و علانیہ اُس میں درج ہوتا ہے قیامت کو وہ ہر ایک کے ہاتھ میں دیں گے کہ پشیمان ہو اور آپ اپنے تئیں مستحق عذاب قرار دے۔ بندہ اُن گناہوں کا جو اُن میں تحریر ہیں انکار نہ کر سکے گا۔ کس لئے کہ آنکھ کان ہاتھ پاؤں بقدرت خدا گویا ہوں گے اور کہیں گے۔ ہم نے یہ گناہ کیا ہے۔ فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حساباً یسیراً وینقلب الی اھلہ مسروراً۔ لیکن وہ نامۂ عمل جس کے دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اُس سے بآسانی حساب لیں گے اور وہ اپنے اہل کیطرف خورش و خورم پھریگا۔ واما من اوتی کتابہ وراء ظھرہ فسوف یدعوا ثبوراً و یصلی سعیراً۔ اور جس کا نامۂ عمل اُس کے پس پشت سے دیں گے وہ آہ و فریاد کرے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

میزان

نیز میزان عدالت حق تعالےٰ اُس روز قایم ہوگی۔ تاکہ اعمال بندگان کو تولیں اور اندازہ کریں فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ الراضیہ۔ لیکن وہ شخص جس کے اعمال گران قدر اور وزنی ہوں گے وہ خوش عیشی میں ہوگا اور

فاما من خفّت موازینہٗ فامّہٗ ہاویہ۔ جس کے اعمال ہلکے اور سُبک ہون گے اُس کی قرار گاہ ہاویہ یعنی جہنّم ہوگا۔ اور معنیٔ میزان میں علماء نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے عدلِ حق تعالےٰ ہے۔ مجازاً اس کو ترازو کہا یعنی حق تعالےٰ اعمالِ بندگان کو جانچے گا۔ اور اندازہ کرے گا جو عمدہ اور قابل قدر ہون گے گران اور وزنی سمجھے جائیں گے۔ ناکارہ اور ہوچ ہون گے تو خفیف متصوّر ہون گے۔ بعضون نے اس کے لغوی معنے مراد لئے ہیں اور قائل ہوئے ہیں کہ ایک ترازو مثل ترازوہائے دُنیا جس کے دو پلّے ہون گے لگائی جائیگی اور اُس میں اعمال نیک و بد مجسّم ہوکر وزن کئے جائیں گے۔ نیک اعمال نورانی و درخشان ہون گے۔ بد سیاہ رو بھونڈی شکل کے معہ نامۂ اعمال تُلیں گے۔ اور حق تعالےٰ اُن کو بقدر خوبی و بدی اعمال کے ہلکا اور بھاری کر دیگا۔ مجلسی علیہ الرحمہ بعد نقل ان اقوال کے فرماتے ہیں۔ کہ روایات اس بارے میں مختلف ہیں اس لئے چاہیئے کہ اصل میزان کا اعتقاد رکھیں اور اُس کے معنون کو خدا اور رسولؐ کے علم پر چھوڑ دیں اور یقین کسی ایک صورت کا نہ کریں۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ نصب میزان اور معہ نامۂ عمل صرف اہل اسلام کے لئے ہوگا۔ کفار مشرکین کے لئے یہ امور نہ ہون گے۔ وہ فوج فوج داخل جہنّم کر دیئے جائیں گے ؎

شفاعت

نیز اعتقاد کرے شفاعت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا کہ احادیث متواترہ اس بارے میں وارد ہیں اور انکار اس کا نہ کرے۔ کس لئے کہ آنحضرت صلعم سے منقول ہے کہ جو انکار کرے میری شفاعت کا اللہ تعالیٰ اسکو میری شفاعت سے محروم رکھیگا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس نے تین چیزون کا انکار کیا ہمارے شیعون سے نہیں معراج۔ سوال نکیرین قبر میں۔ اور شفاعت اور احادیث میں وارد ہے کہ شفاعت گناہان کبیرہ کے لئے ہے۔ صغیرہ گناہون میں حاجت

شفاعت کی نہیں وہ ببرکت نماز و روزہ و حج وغیرہ نیک اعمال کے خود بخود بخشے جاتے ہیں اور جاننا چاہیئے کہ آئمہ علیہم السلام بھی اپنے شیعون کے شفیع ہین گے بلکہ بہت سے مومن اپنے عزیزون اور دوستون کی شفاعت کریں گے۔ حتیٰ کہ منقول ہے کہ ادنے مومن بھی تیس آدمیون کی شفاعت کرسکے گا۔ البتہ شفاعت مخصوص اُن لوگون کیلئے ہے۔ جن کا دین درست اور عقاید صحیح ہیں احکام خدا اور رسول کے معتقد اور ثواب و عذاب خدا کے قایل ہیں۔ جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ لایشفعونَ اِلّالمن الارتضیٰ کہ نہیں شفاعت کریں گے مگر اُن لوگون کی جن کا دین پسندیدہ ہوگا۔

حوض رسولؐ خدا

حوض رسولؐ اللہ کا برحق ہے جو اس کا اعتقاد نرکھے گا۔ اُس سے سیراب نہ ہوگا۔ یہ حوض جیسا کہ احادیث میں مروی ہے۔ میدان حشر میں ہوگا۔ جبکہ شدت حرارت و تشنگی سے اہل محشر جان بلب ہون گے۔ اُس وقت حضرت رسولؐ خدا و امیرالمومنینؑ مومنون کو اُس حوض سے سیراب کریں گے اور دشمنون کو اس سے ہٹائیں گے۔ طول اس حوض کا اس قدر ہوگا۔ جیسا کہ مکہ سے صنعا تک کہ ایک شہر ہے یمن میں۔ یا ایلہ سے بصرہ تک۔ مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے گمان کیا ہے کہ حوض کوثر یہی ہے مگر احادیث اہلبیت سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ کوثر نہیں کوثر ایک نہر ہے بہشت میں۔ صحیح بخاری وغیرہ کتب معتبرہ سُنّیہ میں ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا۔ کہ میں بروز قیامت اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو دیکھونگا کہ اُن کو دوزخ کیطرف لے جارہے ہیں اور میرے پاس حوض پر نہیں آنے دیتے۔ اُس وقت کہون گا کہ پروردگارا یہ میرے اصحاب ہیں۔ ارشاد ہوگا کہ تجھے معلوم نہیں کہ اُنھون نے تیرے بعد کیا کیا۔ یہیں اُن کو دوزخ میں لے جائیں گے۔

صراط

ایک پُل ہے جو درمیان میدان حشر وبہشت کے دوزخ کے اوپر لگایا جائے گا۔
جب اہل محشر حساب کتاب سے فارغ ہون گے تو مامور ہون گے کہ اُس پُل پر
سے گذریں وہ بال سے باریک تلوار سے تیز آگ سے زیادہ گرم ہوگا۔ طول اُسکا
بقدر تین ہزار سال راہ کے ہزار سال راہ نیچے سے اوپر کو ہزار سال ہموار راہ
ہزار سال اوپر سے نیچے کو ہر شخص اپنے اعمال کے موافق صراط سے گذرے گا۔
بعضے مثل برق کے ایک پل جھپکنے میں گذر جائیں گے۔ بعض اِس طرح جیسا کہ گھوڑا
چلتا ہے۔ بعض بمانند رو آدمی کیطرح باقی بہت دشوار ہی سے ہاتھون ور گھٹنون
کو ٹیک کر چلیں نگے۔ اور آگ اُن پر حملہ آور ہوگی۔ منقول ہے کہ صراط پر سات
مقام ہیں جہان جہان آدمی روکے جائیں گے پہلے مقام پر وضو کی بابت
سوال کریں گے۔ دوسرے پر نماز سے تیسرے پر زکوۃ سے۔ چوتھے پر روزہ
سے پانچوین پر والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے۔ چھٹے پر امر بالمعروف ونہی
عن المنکر سے۔ ساتوین پر اہل وعیال کے ساتھ نیکی اور مہربانی سے پیش آنے
سے۔ جو ان سوالون کے جواب معقول دے گا۔ آتش جہنم سے نجات پائے گا۔
ورنہ جہنم میں گر جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ صراط پر تین مقام
لغزش کے ہون گے۔ پہلا امانت ورحم کا۔ دوسرا نماز کا تیسرا عدالت الہی
کا۔ مومن پرہیزگار جن سے یا تو گناہ صادر ہی نہیں ہوا اور ہوا تو توبہ و استغفار
دکفارہ وغیرہ سے جلدی تدارک اُس کا کیا۔ یا تکالیف جانکنی وعذاب قبر وغیرہ
سے ہلکا ہوگیا یا شفاعت پیغمبر خدا و آئمہ ہدا سے بخشا گیا وہ بجلی کی طرح ایک
آن میں اِدھر سے اُدھر ہو جائیں گے۔ اور کفار اشرار اول ہی قدم پر گر کر کھڑا
کر آتش جہنم میں گر پڑیں گے۔ رہے وہ مومن گنہگار کہ اُمور مذکورہ سے گناہ
اُن کے معاف نہیں ہوئے۔ تینون مقام مذکورہ پر ٹھیرائے جائیں گے۔ اول
مقام پر اگر خیانت سے پاک رہے ہیں بندگان خدا پر رحم کیا ہے تو اُس
سے گذر جائیں گے ہی طرح اگر نمازیں تمام اور باشرایط ادا کی ہیں تو اُسکو

بھی عبور کر جائیں گے بتیسر امحل عدالت الہی زیادہ پُر خوف کا مقام ہے۔ پیر وہان
رہ کھڑا یئں گے اُس وقت صراط کے ایک طرف حضرت امیر المومنین علیہ السّلام
کھڑے ہو کر دُعا کریں گے کہ پروردگارا میرے دوستون اور شیعون کو صراط
سے گزار دے اور فرشتے فریاد کریں گے یا حلیمُ یا کریمُ اے بُرد بار اے کرم
کرنے والے رحم کر بخشش کر تو بہت سے اُن میں سے بیرکت دعاء امیر المومنینؑ
و ملائکہ مورد رحمتِ خدا ہو کر پُل سے گزرجائیں گے اور داخل بہشت ہون گے
اور باقیماندہ دوزخ میں گریں گے مگر چونکہ وہ بھی مومن صحیح العقیدہ ہون گے
غایۃً جو گناہ ایسے صادر ہوئے باغواء شیطان و نفسِ امّارہ ہوئے۔ نہ از راہ
تمرّد و سرکشی کے۔ احکام خدا سے تو وہ طبقہ اوّل دوزح میں رہیں گے اور بقدر
اپنے اعمال بد کے کوئی سو برس کوئی ہزار یا اس سے کم و زیاد سزا پا کر وہان سو
نکل آئیں گے اور آخر کار بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔

بہشت

بہشت کی تعریف کما حقّہ ممکن نہیں۔ چونکہ مظہر مراحم الہی اور اُس کے جود و
بخشش کا مقام ہے اُس میں وہ وہ نعمتیں ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ
کان نے سُنی۔ رغبت کریں اُن میں نفوس اور خنک ہونگی اُن سے آنکھیں نہ وہان
موت ہے نہ پیری نہ رنج و الم و بیماری نہ احتیاج و مفلسی نہ اور کوئی آفت
ارضی و سماوی بالکل سلامتی کا گھر ہے اور امن کا مکان۔ باشندے اُس کے
دوستان خدا اولیاء اللہ مرفّہ الحال اغنیا۔ کوئی تکلیف و عبادت وہان نہیں۔
بجائے اس کے نعمات و لذائذ ہیں۔ دوست احباب پیتون کے بچھڑے ملیں
گے۔ لطف اور مزے کی ملاقاتیں ہون گی حسد۔ کینہ۔ بغض و عداوت کا وہان گزر
نہیں لغو و بیہودہ بات سُننے میں نہیں آتی۔ جدھر دیکھو سلاماً سلاماً کی آواز
چلی آ رہی ہے جو ایک دفعہ بہشت میں داخل ہو گیا پھر ابدالآباد کے لیے اُس کی

اُس کی جاگیر ہے کوئی دہان سے نکالنے والا [illegible]
آدم تھے وہ بہشت دُنیا تھا کہ آفتاب اُس پر طلوع [illegible]
ہوتا تو کبھی اُس سے نہ نکلتے اور جاننا چاہیئے کہ بعض حکیم مزاج مسلمان کہتے ہیں
کہ بہشت و دوزخ مخلوق نہیں ہوئے۔ بروز قیامت پیدا ہون گے۔ مگر جمہور
اُس کے خلاف ہیں اور شیعہ قاطبتہ اُس پر ہیں کہ مخلوق موجود ہیں۔ بہشت
آسمان پر ہیں اور تعداد میں سات ہیں۔ جنتہ الفردوس جنتہ العدن۔ جنتہ الماویٰ
جنتہ الخلد۔ جنتہ النعیم۔ دارالسلام۔ دارالجلال۔ جنتہ الفردوس سب میں بلند و اعلیٰ
ہے اور جنتہ عدن بہشتون کے بیچون بیچ واقع ہے حق تعالےٰ نے بروز جمعہ سب کو
پیدا کیا اور وہ مخلوق کی آنکھ سے پوشیدہ ہے اور پوشیدہ رہے گا۔ جب تک
کہ اُس کے مستحق اُس میں داخل ہون احادیث امامیہ میں اس شخص کو جو انکار
مخلوق ہونے جنت و جہنم کا کرے۔ منافق کہا گیا ہے۔ مروی ہے کہ بہشت کے آٹھ
دروازے ہیں ایک سے انبیاء و صدیقین داخل ہون گے۔ جنھون نے تمام عمر
طاعت و بندگیٔ خدا میں بسر کی اور گناہ کا ارادہ تک نہیں کیا۔ دوسرے سے
صلحاء و شہداء اور پانچ دروازون سے شیعیان اور آٹھویں سے وہ مسلمان
کہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا اعتقاد رکھتے تھے۔ اور ذرہ بھر بغض و عداوت
اہلبیت دل میں نہ تھا۔ نقل ہے کہ بہشت کے دروازے پر ایک درخت اس
قدر بزرگ ہے۔ کہ اُس کے ہر پتے کے سایہ میں ہزار آدمی آجاویں۔ اُس کے
دہنی جانب ایک چشمہ صاف جاری ہے۔ جو ایکبار اُس کا پانی پیئے۔ حسد و کبر
وغیرہ عیوب ظاہری و باطنی سے پاک ہو جاوے۔ اور بائیں جانب چشمۂ حیات
ہے جو اُس میں ایک مرتبہ نہالے زندگانی جاوید پاوے۔ روایت ہے کہ بہشت
کے مختلف دروازے ہیں۔ درِ رحمت یاقوت سرخ کا ہے اور درِ صبر چھوٹا دروازہ
یعنی ایک کواڑ کا ہے وہ بھی یاقوت سرخ کا اور درِ شکر دو کواڑ دان کا ہے۔
یاقوت سفید سے فاصلہ درمیان دو کواڑون کے پانچسو برس کی راہ ہے اور

بلا ایک تختہ یاقوتِ زرد کا ہے اُس سے بہت کم لوگ داخل ہون گے۔ صرف زاہد و پرہیزگار ہی گزر سکیں گے کہ خدا کی طرف رغبت کرنے والے اور اُس سے اُنس پکڑنے والے ہون گے۔ وسعت بہشت اس قدر ہے کہ ہر گوشہ اس کا تمام زمین و آسمان سے ستر ہزار مرتبے بزرگ تر ہے۔ مکانات اور دیوارین اکثر ایکپارہ جواہرات کی ہیں بعض قصر اس کے یاقوت سُرخ کے۔ بعض یاقوت سفید کے۔ بعض دیگر جواہرات کے ہیں کچھ ایک ڈال جواہر کے کہ درز و رخنہ کا نام نہیں کچھ پارہائے مروارید عقیق زمرد۔ زبرجد۔ یاقوت وغیرہ کو جوڑ کر بنائے گئے ہیں کچھ ایسے ہیں کہ اُن کی دیوارون میں سونے چاندی کی اینٹیں لگی ہیں گارے پانی کی جگہ گلاب مشک اذفر و عنبر کام آئے ہیں۔ غرض جو کچھ ہے ایسا ہے کہ اہل دُنیا کے خیال میں بھی نہیں آیا۔ بجائے خاک کے مشک و عنبر بجائے سنگریزون کے مروارید و جواہر ہیں بہشت کی نہریں کچھ تو پانی کی ہیں۔ جو شہد سے زیادہ میٹھا گلاب سے خوشبو شفاف اس قدر کہ دانہ خشخاس کو سون کی گہرائی سے صاف نظر آئے جو ایک جام پی لے۔ ابدالآباد کی تشنگی سے نجات پائے۔ کچھ نہریں شہد مصفا کی ہیں کہ ایک قطرہ اُس کا ستر مرتبہ پانی میں دھو کر دُنیا میں لائے ہیں۔ اور اُسی سے دنیا کا مٹھاس پیدا کیا ہے ورنہ اہل دُنیا شدت شیرینی سے اُس کو چکھ نہ سکتے۔ کچھ دُودھ کی ہیں کہ شکر سے زیادہ شیریں اور شیر مادر سے زیادہ خوشگوار ہیں اور کچھ شراب کی کہ کمال خوش ذائقہ خوشبو و لطیف و لذیذ ہے۔ جس قدر چاہو۔ پیو نشہ و خمار نہ لائے۔ ہر نہر سے ایک شاخ جدا ہو کر ہر ایک مومن کے گھر میں پہونچی ہے۔ کنارون پر حور و غلمان جام لعل و یاقوت لیئے کھڑے ہیں کہ جب طبیعت راغب ہو فوراً بھر کر حاضر کریں۔ بہشت میں حور عین یعنی خوبصورت گورے رنگ کی بڑی بڑی آنکھون والی عورتیں بکثرت ساکن ہیں کہ اہل بہشت کیخدمت و زوجیت کے لیئے عطا ہون گی۔ دوستان خدا بہشت میں داخل ہون گے تو وہ سلام کریں گی اور بہت شوق و سرور کا

اظہار فرماویں گے۔ ویطوف علیہم ولدان مخلدون باکواب واباریق وکاس من معین اور اُن کی خدمت کے لیئے پسران بے ریش جام وصراحی وکاسہ ہائے شراب ہاتھون میں لیئے ہمیشہ گھومتے ہون گے۔ اور حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ فیہن خیرات حسان یعنی اُن میں ہیں نیک اور حسین بیبیاں۔ اِن کی تفسیر زنانِ دُنیا سے کیگئی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ بہشت میں ہر مومن کو چار عورتیں زنان دُنیا سے ملیں گی اور کم از کم ستّر ستّر حوریں ہر ایک کو عطا ہون گی۔ کبھی حور بہشتی کے ساتھ کبھی دُنیوی عورت کے ساتھ خلوت میں رہے گا۔ نیز منقول ہے کہ زوج و زوجہ دونو دُنیا میں مومن صالح تھے تو دونو بہشت میں داخل ہون گے۔ اور باہم رہیں گے بشرطیکہ فضیلت و مرتبہ دونو کا یکساں ہو۔ ورنہ اعلیٰ رُتبہ والے کو اختیار ہوگا کہ پست مرتبہ والی کو اپنی زوجیت و مصاحبت میں لے قبول کیا تو ساتھ رہیں گے ورنہ علیحدہ علیحدہ۔ اور اہل بہشت مرد عورت خواہ کیسے ہی پیر و ناتوان ہو کر مرے ہیں وہان نورسیدہ اور جوان ہو جائیں گے۔ کیسی ہی کم رُو اور بھدّے ہونگے وہان نہایت حسین وجمیل ہوجائیں گے۔ اور زنان بہشت سب جوان و باکرہ ہونگی۔ روایت ہے کہ حُسن زنان بہشت کا ستّر ہزار مرتبہ زیادہ ہوگا اور حُسن حوران بہشت سے اور نور حوران بہشت ستّر مرتبہ فوق ہوگا نور آفتاب سے۔ مگر حق تعالےٰ جس قدر اُن کے نور کو زیادہ کرے گا اُتنا ہی اُن کے قلب اور بینائی کو طاقت بخشے گا۔ کہ ایک دوسرے کے دیکھنے کی تاب لاسکیں اور مروی ہے کہ ادنیٰ بہشتی کو بقدر ہزار سالہ راہ ملک بہشت میں عطا ہوگا۔ اولیاء خدا اپنے اپنے قصرون میں تخت و کرسیون پر تکیئے لگائے بیٹھے ہون گے اور تاج نور اُن کے سرون پر دھرے ہون گے اور حلّہہائے بہشت رنگا رنگ کے پہن رہے ہون گے اور بے شمار حور وغلمان اُن کی خدمت کو حاضر ہون گے۔ اور عزّت اُن کی اس درجہ ہوگی کہ ملائکہ جو حق تعالےٰ کی طرف سے اُن کے پاس آئیں گے۔ بغیر اجازت اُن کے عشرتخانون میں داخل نہ ہوسکیں گے غذا اہل بہشت کی انواع واقسام کے لذیذ کھانے اور

حلوے اور مرغ بریان ہون گے۔ اور میوہ ہائے بہشت کھائیں گے جن کی شان میں ہے لَامَقطُوعَةٍ وَّلَا مَمنُوعَةٍ جس قدر کھاؤ گے کم نہ ہون جہان سے ایک پھل ٹوٹے فورًا دوسرا نکل آئے اور ایک شراب ملیگی جس کا نام رحیق مختوم ہے۔ مشک بہشت سے اسپر مہر لگائی گئی ہے۔ وہ خاصکر اُن لوگونکو عطا ہوگی جنہون نے بخوف خدا دنیا میں نشہ دار چیز ون سے پرہیز کیا اور پیشاب پاخانہ وہان نہ ہوگا صرف ایک لطیف و خفیف پسینہ آئے گا کہ بوئے مشک اُس سے آئیگی اُسی کی راہ فضلہ نکل جائے گا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اہل بہشت سادہ رو اور امرد ہون گے۔ بال اُن کے بدن پر نہ ہون گے آنکھون میں سرمہ سر پر تاج گلے میں طوق ہاتھون میں کڑے اُنگلیون میں انگشتر نفیس و لطیف مکرّم محترم ہر ایک کو کھانے پینے جماع کرنے میں سو مردونکی طاقت عطا ہوگی۔ صبح شام کے کھانے کی لذت چالیس سال تک موںھ میں رہے گی اُن کے چہرے دن پر نور ہوگا۔ بدن جسم سرسفید۔ سبز۔ زرد۔ نورانی سے آراستہ ہونگے زندہ ہون گے کہ موت اُن کے لئے نہ ہوگی۔ بیدار ہون گے کہ خواب کبھی غلبہ نہ کرے گی۔ غنی ہون گے کہ فقیری اُن کو چھو نہیں سکتی۔ شاد ہون گے کہ غم پاس نہ آئے گا۔ خندان ہون گے کہ گریہ اُس کے ساتھ نہ ہوگا۔ ہمیشہ گرامی رہیں گے۔ کبھی ذلّت نہ اُٹھائیں گے۔ نیک طبیعت اور خلیق ہون گے کبھی تیوری نہ چڑھائیں گے۔ ہمیشہ شاد خندان رہیں گے۔ کھائیں گے بھوک کی تکلیف نہ اُٹھائیں گے۔ سیراب ہون گے پیاس کی شدّت نہ پائیں گے۔ لباس پوش ہوگے۔ ہرگز عُریان نہ دکھائی دیں گے۔ سوار ہوکر ایک دوسرے کی ملاقات کو جائیں گے اور دوستون کو ضیافت کو بلائیں گے۔ روایت ہے کہ بہشت میں ایک درخت ہوگا کہ ہوا کے چلنے سے اُس میں سے طرح طرح کے نغمے اور راگ کی آوازیں نکلینگی۔ جن لوگون نے رضاء خدا کے لئے دُنیا میں راگ نہیں سُنا۔ وہ اُس سے محظوظ ہون گے ؎

کوثر

بہشت میں ایک نہر ہے کہ حق تعالےٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کو ابراہیم اُن کے فرزند پر صبر کرنے کی عوض عطا کیا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنّا اعطیناکَ الکوثر عطا کیا ہم نے تیرے تئیں کوثر۔

حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے منقول ہے کہ کوثر بہشت میں ایک نہر ہے پانی اُسکا دُودھ سے سفید شکر سے شیریں برف سے سرد ہے تیر کی مانند راست اُس کے کناروں پر قبّہا و یاقوت و مروارید بنے ہوئے۔ مرغان سبز اُس نہر پر آتے ہیں جن کی گردنیں مانند شتران خراسان کے ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ نہر کوثر زیرِ عرش سے جاری ہے اُس کا پانی دُودھ سے سفید مکھن سے ملائم اس کے سنگریزے زبرجد یاقوت و مرجان ہیں اور گھاس زعفران اور مٹی مشک بالجملہ نہر کوثر اور حوضِ قیامت جدا جدا ہیں اس مقام پر عوام کو بلکہ بعض خواص کو دھوکہ ہوا ہے کہ چند صفتیں باہم مشترک دیکھکر حوض قیامت کو حوض کوثر کہنے لگے۔ پس ارشاد آخوند مجلسی علیہ الرحمہ کہ پہلے نقل ہوا۔ بہت دُرست ہوا ۱۲

طوبےٰ

ایک درخت ہے بہشت میں۔ اُس کی جڑ حضرت رسولؐ خدا کے گھر میں ہے اور ہر مومن کے گھر میں اس کی چند شاخیں پہونچی ہیں۔ بزرگی اس کی اس درجہ کو

---

۵ حضرت ابراہیم فرزند رسولؐ خدا کے انتقال پر کفار شماتت کرتے تھے۔ کہ محمدؐ کی نسل منقطع ہو گئی اب کوئی انکا نام بھی نہ لیگا۔ اُسوقت آپکی تسلّی کے لئے یہ سورہ نازل ہوا اسمیں ارشاد ہے کہ بعوض اس مصیبت کے یعنی انتقال فرزند کے ہم نے تجھکو کوثر عطا کیا اور آخر سورہ میں ہے کہ انّ شانئک ہو الابتر یعنی بے نام و نشان وہی ہیں جو تیرے دُشمن ہیں یہان مراد کوثر سے بہشتی نہر ہے اور بعض مفسّرون نے لکھا ہے کہ کوثر سے مراد کثرتِ ذرّیۃ و اولاد ہے حضرت رسولؐ خدا جو اس مصیبت میں محزون تھے فرمایا تو غمگین نہ ہو ہم نے تجھکو کثرت ذرّیۃ عطا کی ہے۔ یہ وعدہ اولاد فاطمہؑ زہرا میں پورا ہوا کہ آج سادات بنی فاطمہ اسدرجہ ہیں کہ دُنیا اُن سے پُر ہے اور اُن بدگویون کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ۱۲ منہ

ہے کہ اگر سوار تند رَو اُس کے نیچے سو سال گھوڑا دوڑائے تب بھی اُس کے سائے سے باہر نجائے اگر زاغ بلند پرواز اُس کی جڑ سے اُڑے۔ چلتے چلتے پیری سے سفید ہو جائے۔ اُس کی چوٹی تک نہ پہونچ سکے۔ اکثر نعمات بہشت اس مبارک درخت سے حاصل ہوتی ہیں۔ بعض شاخون میں حلّے اور لباس ہائے بہشت ابریشمین وزر بفت رنگ برنگ کے لگتے ہیں کہ ایک دوسرے سے بالکل مشابہ نہیں ہوتے اور بعض سے ہر قسم کے میوے اور کھانے مہیا ہوتے ہیں جس وقت کسی شے کا ارادہ کریں فوراً اُس کی شاخ دراز ہو کر قریب آ جاتی ہے کہ بہشتی لوگ لیٹے بیٹھے جس طرح چاہیں کارروائی کریں اور جو میوہ وغیرہ اُس سے لیا جائے۔ اُسکی جگہ فوراً دوسرا پیدا ہو جائے۔ گویا اُس سے نہیں لیا گیا۔

دوزخ

جاننا چاہیئے کہ عالم آخرت عالم دنیا سے بالکل جُدا و نرالا ہے جیسا کہ وہان کے آرام و آسایش کو دُنیوی آسایش سے کچھ نسبت نہیں ویسا ہی اس کی مصیبتیں بھی یہان کے مصائب سے بدرجہا بڑھکر ہیں۔ بہشت اور اُس کی نعمات اور تکلفات کا قدرے بیان ہوا۔ اب کچھ دوزخ کے شداید و سختیان ذکر ہوتی ہیں (نعوذ باللہ منہا) واضح ہے کہ یہ دونو مقام باہم متقابل و متخالف ہیں۔ جیسا بہشت میں عموم الطاف و عنایات خداوندی کا اظہار ہے سو ویسا ہی دوزخ محلّ کمال قہر و غضب پروردگار ہے اگر وہ دوستان خدا مقدس و پارسا لوگون کا علیشان خانہ ہے تو یہ کافرون گنہگارون کا ٹھکانا۔ دوزخ ایک آتشیں مکان ہے جس میں انواع و اقسام کے عذاب مہیا کئے گئے ہیں اُس کی آگ میں بلا کی تیزی اور حدّت ہے اگر ایک چنگاری اُس سے دُنیا میں لے آئیں تو روئے زمین طبقہ ہفتم تک جل کر خاک سیاہ ہو جائے۔ ستر[۵] مرتبہ ایک

---

[۵] روایت ہے کہ حق تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو دنیا میں بھیجا تو جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ مالک دربان دوزخ سے تھوڑی سی آگ لیکر دنیا میں آدمؑ کو دیں کہ کھانا پکائیں۔ جبرئیلؑ مالک کے پاس آئے اور آگ طلب کی مالک نے کہا کس قدر آتش درکار ہے اُنھون نے بقدر دانہ ایک

ریزہ کو پانی میں دھو کر لائے ہیں کہ دُنیا کے کار و بار اس سے جاری ہوئے ہیں
نہیں تو کوئی تاب حرارت نہ لا سکتا۔ قیامت کے روز جبکہ پھر اُس کو دوزخ میں لے
جاویں گے تو آتش دوزخ کی شدّت سے ایک فریاد کرے گی کہ اُس کی وحشت سے
انبیاء و مرسل و ملائکہ مقرب تک زانوں کے بل گر جاویں گے۔ منقول ہے کہ آتشِ دوزخ
کو ایک ہزار سال پھونکا ہے کہ سفید ہووے پھر ہزار سال دھونکا کہ سُرخ ہووے۔ پھر
ہزار سال اور روشن کرتے رہے اُس وقت سیاہ ہو گئی چنانچہ اب بالکل تیرہ و تار
ہے اہل جہنم اس طرح اُس میں جھونک دیئے جاویں گے جس طرح ایندھن بھٹی میں اور حق
تعالیٰ فرماتا ہے کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا ۱۱ آخر۔ کہ جب اُن کی کھالیں
جل جاوینگی تو ہم اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ جلیں کیونکہ عذابِ جہنم منقطع نہیں ہوتا
نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ یعنی پیرہن دوزخیوں کے قطران
کے ہوں گے قطران ایک روغن سیاہ اور بدبو ہے کہ خارشتی اُونٹوں کے بدن پر
لگاتے ہیں دعاء وضو میں بھی اس لباس آتشین کا ذکر ہے۔ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ
مقطعات النیران۔ یعنی پروردگار اپناہ لے جاتا ہوں تیری طرف لباس ہائے
آتش سے غذاء اہل جہنم عموماً درختِ زقوم ہے کہ اُس کی جڑ اصل جہنم میں ہے اُس کے
پھل پھول پتے سب آتش جہنم سے ہیں وَطَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ۔ اُس کے
شگوفے ایسے بھدے اور بدنما ہوں گے گویا شیطان کے سر ہیں۔ عرب میں
قبیح چیزوں کو شیطان کے سر سے تشبیہ دیتے ہیں اور شراب اُن کی حمیم یعنی

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۱ مورچہ کی درخواست کی۔ مالک نے کہا اس قدر آگ تو زمین و آسمان کو جلا دیگی
جبرئیل نے بقدر نصف مورچہ کے طلب کی کہا اگر اس قدر دو ن تو شدّتِ حرارت سے ایک
قطرہ آسمان سے نہ برسے اور زمین سے روئیدگی نہ اُگے۔ پس بقدر ریزہ کے آگ لی
اور ۷۰ مرتبہ اُس کو ۷۰ نہروں میں دھویا اور دُنیا میں لا کر ایک کوہ بلند پر رکھدیا اُس کی گرمی
سے پہاڑ پگھل کر بہ گیا اور آگ زمینوں کو توڑ کر دوزخ میں پہونچ گئی حرارت اُس کی جو پتھروں
کے درمیان رہگئی اُس سے دُنیا کی آگ پیدا ہوئی ۱۲ منہ۔

کھولتا ہوا پانی ہے کہ سالہا سال دیگہائے جہنم میں جوش کھایا گیا ہے اور غسّاق کہ زہر ہے زہر دار جانوروں کا نیز غسلین ہے کہ خون و کثافات اہل جہنم و رطوبات ہیں۔ کہ زناکاروں کی فرجوں سے بہم پہونچی ہیں جب بھوک پیاس کی شدت سے اہل جہنم فریاد کریں گے تو قدرے زقوم حمیم و غسلین اُن کو دیں گے جو ہیں یہ چیزیں اُن کے لبوں کے پاس پہونچے کی شدّتِ حرارت سے ہونٹ اور چہرہ کا گوشت گرجائے گا۔ اور اگر بھوک پیاس کی زیادتی میں کچھ اُن میں سے کھا پی لیں گے تو اُن کے شکم دیگ کی طرح جوش زن ہون گے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے لَیْسَ لَہُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ۔ ان کا کھانا فقط ضریع ہوگا جس سے نہ پیٹ بھرے گا نہ فربہی آئے گی ضریع ایک دوزخی خار دار درخت ہے۔ تلخی میں ایلوے سے بڑھ کر بدبو میں مُردار گندے سے زیادہ اور حرارت میں فقط آگ ہے اور ایک زنجیر میں جس کا طول ستّر ہاتھ ہوگا اُن کو باندھیں گے ایک کڑا اُس کا اگر دُنیا میں لادیں تو آدمی اُس کی گرمی سے مرجایئں جب ان عذابات سے تنگ آکر اہل دوزخ خازنانِ جہنم سے فریاد کریں گے کہ تخفیف کرو ہمارے لئے تو جواب ہوگا کیا دُنیا میں تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے اُس کو قبول کریں گے تو کہیں گے کہ جس قدر چاہو استغاثہ و فریاد کرو۔ تم کو کچھ فایدہ نہ ہوگا۔

منقول ہے کہ دوزخ بھی تعداد میں سات ہیں جیسے کہ بہشت سات ہیں مگر بہشت ایک دوسرے کے پہلو میں برابر لگی ہیں۔ دوزخ اوپر تلے طبقے ہیں پہلا طبقہ جو سب سے اوپر اور عذاب میں تمام سے کمتر ہے اُسکا نام جحیم ہے اُس کے نیچے لظےٰ اور تیسرا سقر۔ چوتھا حطمہ پانچواں ہاویہ ہے چھٹا سعیر ساتوان طبقہ جو سب سے اسفل ہے جہنم ہے چاہِ فلق اُس میں ہے جب اُس کا موہنہ کھولتے ہیں تو تمام جہنم اُس کی آگ سے مشتعل ہوجاتا ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ فلق ایک درہ ہے جس میں ۷۰ ہزار مکان ہیں ہر مکان میں ۷۰ ہزار حجرے اور ہر حجرے میں ۷۰ ہزار مارِ سیاہ ہیں کہ ہر ایک سانپ کے پیٹ میں ستر ہزار ظرف پُر از زہر ہیں تمام اہل جہنم کو اُس درہ سے گزرنا ہوگا۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ میں نے شب معراج ایک ہولناک آواز سنی۔ جبرئیل سے پوچھا کیسی آواز ہے اُنہون نے کہا کہ ستر ہزار سال کا عرصہ ہوا کہ میں نے ایک پتھر کنارِ جہنم سے قعر جہنم کیطرف ڈالا تھا۔ آج وہ اُس کی تہ میں پہونچا ہے اور نیز آنحضرت نے اُس رات مالک خازن جہنم کو دیکھا کہ بہ منظر تند خوغضبناک مطلقاً آثارِ بشاشت و خوشحالی اُس کے چہرہ پر نتھے۔ جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے کہ مجھکو اس کی صورت سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ عرض کی کہ سزاوار ہے کہ آپ اس سے خوف کریں یہ مالک خزانہ دار جہنم ہے۔ جس روز سے حق تعالے نے اِسے والئ جہنم کیا ہے اُس کا غیظ وغضب دشمنانِ خدا وگناہگاروں پر زیادہ ہوتا رہتا ہے اگر پہلے کبھی ہنسا ہوتا تو آج ضرور آپ کے سامنے ہنستا فرمایا اسے جبرئیلؑ اسے کہو کہ ذرا جہنم ہم کو دکھا دے۔ بموجب ارشاد مالک نے ایک دروازہ جہنم کا کھولا ایک زبانۂ آتش اُس میں سے نکلا اور آسمان کیطرف بلند ہوا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ خوف ہوا کہ ہم کو نہ جلا دے۔ جبرئیل سے کہا اس کو جلد بند کراؤ۔ مالک نے آگ کو حکم دیا وہیں لوٹ گئی۔ جہان سے آئی تھی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ آتش جہنم کا مشاہدہ کر کے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ہنسنا چھوڑ دیا تھا۔ پھر کبھی نہ ہنسے یہان تک کہ دُنیا سے کوچ کیا۔ علاوہ مالک کے دوزخ میں اُنیس فرشتے شدید وغلیظ اور متعین ہیں جن کی آنکھیں بجلی کی مانند چمکتی ہیں اُن کے نیش یعنی ڈنک بقدر بیل کے سینگ کے موٹے موہنہ سے ہر وقت شرارہ آتش نکلتے رہتے ہیں رحم مطلقاً اُن کے دل میں خلق نہیں ہوا۔ موافق ایک قول کے یہ اُنیس فرشتے صرف طبقۂ سقر کے لئے ہیں باقی طبقات کے اور فرشتے خازن ہیں۔

روایت ہے کہ جب اہل بہشت بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں اپنے اپنے درجون میں ساکن ہوجائیں گے تو موت بصورت ایک گوسفند سیاہ وسفید وہان لائی جاوے گی اور درمیان بہشت و دوزخ کے جہان فریقین اس کو دیکھیں رکھیں گے پھر حق تعالے حکم دیگا کہ اس کو ذبح کرو۔ اس کے بعد پھر کسی کو موت نہ آئیگی

منادی پکارے دے گا کہ اہل نعیم و عذاب جحیم اب ابدالآباد یہان رہو۔ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کوئی کافر منافق داخلِ جہنم نہ ہوگا مگر یہ کہ اُس کو اسکا مکان جنت میں دکھلائیں گے اور کہیں گے کہ اگر تو طاعت خدا و رسول خدا و آئمۂ ہدے کرتا تو تیرا یہ مقام ہوتا اور ون نے نیک عمل کرکے تیرا مقام لے لیا۔ یہ اس لئے کہ حسرت زیادہ ہو۔

منقول ہے کہ آتش جہنم روز قیامت تین شخصون سے ہم کلام ہوگی۔ حاکم۔ قاری صاحب مال۔ حاکم سے کہیگی کہ حق تعالے نے تجھکو سلطنت و حکومت بخشی۔ تونے بندگان خدا کا انصاف نہ کیا یہ کہکر اُسے اُسی طرح اُچک لیگی جیسے مرغ دانۂ کنجد کو۔ پھر قاری قرآن سے کہیگی تونے لوگون کے دکھانے کو براہِ ریا قرآن خوانی کو زینت دی اور معصیت خدا کا مرتکب ہوا۔ پھر اُس کو لے لیگی۔ بعد ازان مالدار سے کہیگی۔ کہ حق تعالے انے تجھے بہت سامان بخشا پھر تھوڑا سا اُس میں سے قرض مانگا کہ آخرت میں کئی گونہ اُس کا واپس دے تو نے بخل کیا۔ اور ندہا یہ کہکر اُس کا بھی لقمہ کر جائیگی۔

محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جہنم میں ایک پہاڑ ہے جس کو صعد کہتے ہیں اُس میں ایک وادی ہے اُسے سقر کہتے ہیں۔ سقر میں میں ایک کنوان ہے جو ہبہبت نام سے موسوم ہے۔ جس وقت کنوئیں کے منہ سے پردہ اُٹھاتے ہیں اہل جہنم اُس کی گرمی سے فریاد کرنے لگتے ہیں اس میں ظالم جابر و خلفائے جور رہیں گے۔ احادیث کثیرہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ کہ گناہگاران اُمت محمدیہ کہ ناصبی و خارجی نہ ہون گے طبقۂ اوّل میں رہیں گے اور ایک میعادِ معین کے بعد بشفاعت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و آئمۂ ہدے آتش دوزخ سے نکل آئیں گے مروی ہے کہ کفار مشرکین جہنم میں مسلمانان اہل توحید کو طعن کریں گے کہ تمہارے مسلمان ہونے نے تم کو کیا نفع بخشا آخر ہمارے ساتھ جہنم میں مبتلا ہو۔ پس حق تعالے اُن پر رحم فرما دے گا اور ملائکہ ابنیاء و مومنین کو اشارہ ہوگا کہ ان کی شفاعت کریں وہ شفاعت کریں گے جن جن کے لئے خدا کو منظور ہوگا۔ پھر وہ رحیم خود فرمائے گا۔

کہ میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہوں باہر نکل آؤ۔ تمام میری رحمت سے بس سب باہر نکل آئیں گے اور دروازہ ہائے جہنم کفار و مشرکین و منافقین و دشمنان اہلبیت پر بند کر دیں گے کہ ابد الآباد وہاں رہیں اور احادیث میں ہے کہ بھروسہ نہ کرو اس پر کہ آخر کار دوزخ سے نکل آئیں گے۔ تحقیق کہ کوئی دوزخ سے نہ نکلیگا جب تک کہ احقاب لبسیار اُس میں نہ رہے کتاب معانی الاخبار میں ہے کہ ایک حقب اسی برس کا ہوتا ہے اور برس تین سو ساٹھ دن کا اور آخرت کا ایک دن برابر ہے ہزار سال دنیا کے بس چاہیئے کہ خائف و ترسان رہے عذاب جہنم سے اور گریاں ہو اُس کو یاد کر کے کیونکہ مقربان درگاہ خدا انبیا و آئمہ ھدیٰ اس کو یاد کر کے روتے رہے ہیں۔ حضرت ختم المرسلین کہ باعثِ ایجادِ آسمان و زمین و رحمتِ عالمین تھے۔ دوزخ کو یاد کر کے گریاں ہوتے تھے۔ امیر المومنین کہ زہد و تقویٰ آپ کا شہرۂ آفاق ہے اور بروز قیامت مختار ہوں گے کہ جسے چاہیں بہشت میں جس کو چاہیں دوزخ میں بھیجدیں دوزخ کا نام سُن کر فرماتے تھے۔ کاش میں شکم مادر سے پیدا نہ ہوتا یا بچپن ہی میں مرجاتا کہ دوزخ کا نام نہ سُنتا زار زار روتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ آہ مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ وَطُولِ الطَّرِيقِ۔ افسوس ہے توشہ کی کمی اور سفر کی درازی پر۔ اہل جہنم کا حال بیان کرتے تھے۔ کہ آگ میں ایندھن کی طرح جھونکے جا رہے ہیں آگ کے قلابوں سے گوشت اُن کے کاٹے جاتے ہیں۔ بیمار ہیں کوئی اُن کی عیادت نہیں کرتا۔ زخمی ہیں کسی کو مرہم پٹی کا خیال تک نہیں قیدی ہیں کسی کو پروا نہیں کہ اُن کو آزاد کرائے۔ طرح طرح کی نعمتیں دُنیا میں کھاتے تھے۔ مگر اب تمام تر طعام اُن کا آتش ہے آگے کتان کے کپڑے پہنتے تھے اب مقطعاتِ نیران یعنی آتشین پارچے زیب تن ہیں بجائے اس کے کہ حسین عورتوں سے ہمکنار رہتے تھے۔ اب شیاطین اُن کے حلیس ہیں حضرتِ یحییٰ کا زہد اس درجہ کو پہونچا تھا کہ ایک کرتا کمبل کا جس سے تمام جسم مبارک کھا لیا تھا پہنتے تھے اور بیت المقدس میں راہبوں کے ساتھ مشغولِ عبادت رہتے تھے روتے روتے رُخسار آپ کے زخمی ہو گئے تھے بحدیکہ دندان مُبارک دکھائی

دیتے تھے مادر گرامی نے دو ٹکڑے نمدے کے رخساروں پر رکھدیئے تھے کہ دانت چھپے رہیں اور آنسو اُن میں جذب ہوتے رہیں یہ کیفیت تھی آنحضرت کی بایں ہمہ ایک مرتبہ حضرت ذکریاء پیغمبر اپنے باپ سے کچھ حال دوزخ کا سُن کر اس قدر متوحش ہوئے کہ نعرۂ واغفلتاہ کا مار کر جنگل میں نکل گئے اور وہاں اس قدر روئے کہ اشکوں کا پانی زیر قدم سے روان ہوا اسرآسمان کی طرف بلند کئے کہتے تھے پروردگار قسم ہے تیری بزرگی کی کہ آب سرد نہ پیونگا اُس وقت تک جب تک کہ اپنا مرتبہ تیرے نزدیک نہ دیکھ لون ماں اُن کی گئیں اور سر مبارک کو چھاتی سے لگایا اور قسمیں دیکر گھر لائیں۔ اور قدرے عدس پکا کر اُن کو کھلائی پس سو گئے جناب یحییٰ علیہ السلام یہان تک کہ نماز کا وقت آگیا عالم خواب میں ارشادِ جنابِ باریٰ ہوا کہ اے یحییٰ، گھر ہم سے چاہتے ہو اور ہمسائیگی ہماری طلب کرتے ہو اور پھر اپنے گھر میں آرام سے سوتے ہو یہ سُن کر چونک پڑے اور عرض کی پروردگار امیری لغزش سے درگذر کر قسم ہے تیری عزت و جلال کی کہ اب سوائے بیت المقدس کے کوئی سایہ طلب نہ کرون گا۔ پس وہی کمبل کا لباس پہنا اور روانہ ہوئے ماں نے چاہا کہ مانع ہوئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا انہیں چھوڑ دو کہ پردے ان کے دل کے کھل گئے ہیں اب عیش دنیا کی طرف راغب نہ ہون گے پس چلے گئے حضرت یحییٰ اور بیت المقدس میں عابدوں کے ساتھ مشغول رہے یہان تک کہ شہید ہوئے

اعراف

شیخ صدوق علیہ الرحمہ رسالۂ اعتقادیہ میں فرماتے ہیں کہ ہمارا اعتقاد اعراف کے بارہ میں یہ ہے کہ وہ ایک حصار ہے مابین بہشت و دوزخ کے بروز قیامت اُس پر چند اشخاص تشریف رکھتے ہوں گے جو لوگوں کو اُن کے چہرہ اور سیما دیکھ کر پہچان لیں گے پھر کہتے ہیں کہ یہ اشخاص حضرت رسولِ خدا و آئمۂ ہدیٰ ہون گے جن کو یہ پہچانیں گے داخل بہشت ہوگا جن کو نہ پہچانیں گے۔ جہنم میں ڈالا جائے گا اور مُرجَونَ لِاَمرِ اللّٰہ بھی اعراف میں ہون گے جن کے بارہ میں قطعی حکم نجات

یا عذاب کا نہیں ہوا ہو گا۔ وہ منتظر حکم خدا ہون گے چاہے اُن کو عذاب کرے چاہے
رحمت سے بخش دے اور ثعلبی نے کہ مفسرین اہل سنت سے ہے۔ ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ اعراف ایک بلند مقام ہے صراط پر جہانکہ علیؑ و عباسؓ و حمزہؓ
کھڑے ہون گے اور دوستون کو چہرے کی سفیدی اور دشمنون کو سیاہی سے پہچانینگے
اور بہت سی احادیث میں آئمہ معصومین سے منقول ہے کہ اہل اعراف ہم ہیں جو ہمکو
پہچانے ناجی ہے نہیں تو جہنمی۔ بالجملہ اعراف ایک بلند مقام ہے جہان سے بہشت
دوزخ کی کیفیت اچھی طرح سے نظر آتی ہے۔ جن لوگون نے گناہ اور ثواب برابر
کئے ہون گے بہشت و دوزخ میں نہ جا سکیں گے۔ گناہ اُن کو بہشت میں جانے
سے روکیں گے نیکیان جہنم سے مانع آئیں گی۔ لاچار وہان ٹھیرینگے جب بہشت اور
اُس کی نعمات کو دیکھیں گے اُمیدوار ہون گے رحمت خدا کے جس وقت عذاب جہنم
کی طرف نظر اُٹھائیں گے۔ خائف ہون گے۔ پس اسی اُمید و بیم میں رہیں گے جب
تک کہ حق تعالےٰ اُن کے درمیان بحق درستی حکم کرے یا اپنی رحمت کاملہ سے بخشدے۔

خاتمہ

حقوق واجبہ و مستحبّہ کے بیان میں جو مومنین مومنات پر ہیں

کتاب وسایل الشیعہ میں سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السّلام سے
منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا حق بندہ پر یہ ہے کہ اُسکی بندگی
کرے اور کسی کو اُس کا شریک نکردانے۔ اگر بخلوص نیت ایسا کرے گا تو وہ سبحانہٗ
اُس کے دنیا اور آخرت کے کامون کی کفایت کریگا اور حق اپنے نفس کا یہ ہے کہ
طاعت خدا میں اُس کو کام میں لاوے اور حق زبان کا یہ ہے کہ بُری باتون
سے بچائے اچھی میں لگائے۔ فضول و لغو کلام سے پرہیز کرے۔ اور لوگون کا
بھلائی سے ذکر کرے۔ حق کانون کا یہ ہے کہ غیبت برادر مومن کی اور ایسی باتیں
جن کا سننا روا نہیں ان سے دور رکھے۔ حق آنکھون کا یہ ہے کہ جہان دیکھنا حلال نہ

ہو اُن کو نہ کھولے بند رکھے اور صنعت ہائے الٰہی کو دیکھکر عبرت پذیر ہو۔حق ہاتھوں کا یہ ہے
کہ ناجائز اُمور کی طرف اُن کو دراز نکرے۔حق پاؤں کا یہ ہے کہ ناجائز کاموں میں نہ چلے
پھرے اور جانے کہ پُل صراط پر انہیں سے گذرونگا ایسا کوئی کام نہ کرے کہ وہان کی
لغزش کا باعث ہو کہ جہنم میں گر جائے۔حق شکم کا یہ ہے کہ لقمۂ حرام اُس میں داخل
نہ کرے اور نہ ضرورت سے زیادہ کھانا کھاوے۔شرمگاہ کا حق یہ ہے کہ زنا سے باز رہے۔
اور نامحرم کی نظر سے اُسے پوشیدہ رکھے اور بچائے کہ دیکھنے نہ پائے۔حق نماز کا یہ ہے کہ
جانے عالی جاہ بارگاہ کی حضوری ہے اور رب الارباب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے پس
نہایت شکستگی و عاجزی سے اُس کے قہر سے ڈرکر اور اُس کی رحمت کا اُمیدوار ہوکر
بکمال سکون و وقار کھڑا ہو اور روئے دل اُس طرف پھیرے اور ارکان و حدود کے
ساتھ اُس کو بجالائے۔حق حج کا یہ ہے کہ جانے کہ گناہوں سے بھاگ کر خدا کی طرف
جاتا ہوں جہان توبہ قبول ہوگی اور فرض ادا کیا جائیگا۔حق روزہ کا یہ ہے کہ وہ ایک
حجاب ہے درمیان مُنہ اور کان۔ناک فرج و شکم کے اور آتش جہنم کے اگر اُسے ترک
کیا تو اُس پردے کو پھاڑ ڈالا۔حق صدقہ کا یہ ہے کہ وہ ذخیرہ کرنا اور امانت رکھوانا ہے آخر
کیواسطے جس میں گواہ شاہد کی ضرورت نہیں اعتقاد کرے کہ جس قدر اخفا کے ساتھ ہوگا
اُتنا ہی زیادہ وثوق و اعتبار کے قابل ہوگا اور جانے کہ دُنیا میں بیماریان اور بلیّات اس سے دفع
ہوتی ہیں اور آخرت میں آتش جہنم سے پناہ ہے ہدایت کا حق یہ ہے کہ محض خدا کیواسطے ہو جسکو ہدیت دیا
کرے اُسپر احسان نکرے فقط رحمت خدا اور نجات کا طالب ہو اور حق سلطان یہ ہے کہ جانے کہ حق
تعالےٰ نے اُسکو میرے اوپر قہر و غلبہ بخشا ہے مجھکو اُس کیساتھ سابقہ پڑا ہے کوئی ایسا کام نہ کرون
جو اُس کے غیظ و غضب کا باعث ہو کہ اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنا ہوگا اور آپ اپنے خون میں
شریک ہونا ہے حق اُستاد کا اُس کی تعظیم اور اُس کی مجلس کی توقیر کرنا ہے اور دل سے اُسی کی
طرف متوجہ ہونا اور کان لگا کر اُس کی باتیں سُننا اُس کے آگے آواز بلند نکرے کوئی اور اُس سے سوال
کرے تو جواب ندے اُسکو جواب دینے دے اُس کے ساتھ سرگوشی نکرے کسی کی غیبت نکرے
کہیں بُرائی سے اُس کا ذکر ہوتا ہو تو اُس کو دفع کرے اُس کے عیبوں کو چھپائے خوبیونکی شہرت دے۔

اُس کے دوستوں کا دوست دشمنوں کا دشمن ہوا ایسا کریگا تو ملائکہ گواہ ہوں گے کہ یہ تحصیل علم خدا کیواسطے
ہے حاکم کا حق یہ ہے کہ اُس کی اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے مگر اُس وقت جبکہ غضب خدا کا
باعث ہو تحقیق کہ مخلوق کی اطاعت کے لئے خلق کی معصیت روا نہیں حق رعایا کا کہ تیرے تحت
حکومت ہوں یہ ہے کہ جانے کہ وہ کمزور ضعیف ہیں تو قہر و قوت رکھتا ہے پس انصاف سے
حکومت کر بلکہ مہربان کی طرح اُن پر مہربان ہو اُن کی خطاؤں کو معاف کر اور سزا دینے میں
تعجیل نکر اور شکر کر حقتعالے نے تجھکو قہر و غلبہ دیا ہے ماں کا حق یہ ہے کہ اُس نے ایسی حالت میں تجھے
اُٹھایا جبکہ کوئی کسی کو نہیں اُٹھا سکتا اور اپنا ثمرۂ قلب یعنی خون دل پلایا جو کوئی نہیں پلا سکتا۔ تو
اسیطرح اُس کی مکافات نہیں کرسکتا مگر بتائید و توفیق خدا۔ باپ کا حق یہ ہے کہ جانے تیرا اصل و
منشا ہے وہ نہوتا تو عدم سے وجود میں نہ آتا جو خوبی اپنے آپ میں پاوے اُس کی اصل باپ کو جانے
خدا کا شکر کرے اور اُس کا احسان مانے بیٹے کا حق یہ ہے کہ وہ تیرا ہے دُنیا میں تیری طرف
منسوب ہے بھلا ہو یا بُرا عقبیٰ میں تجھ سے سوال ہوگا کہ کیا تعلیم کیا اور کیونکر راہ خدا دکھایا اور
اُس کی بندگی سکھائی پس اُس کی تربیت اس خیال سے کر کہ اُس کی بہتری میں ثواب ہے اور خرابی
میں عذاب بھائی کا حق یہ ہے کہ وہ تیرا قوت بازو ہے اور عزت و قوت کا باعث ہے پس اُس کو
معصیت خدا کا آلہ نہ بنا اور اُس کے ذریعہ سے خلق خدا کو نہ ستا اُس کے دشمن پر اُس کی نصرت کر
اگر طاعت خدا کے ساتھ ہو ورنہ خدا اُس سے اکرم ہے محسن کا حق یہ ہے کہ اُسکا ممنون ہو اُس کے
احسان کو یاد رکھے ہر موقع پر اُس کے ساتھ بھلائی کرے صدق دل سے اُسکے واسطے دُعا کرے ہوسکے تو
اُس کے احسان کو مکافات کرے ایسا کریگا۔ تو ظاہر و باطن شاکر نعمت سمجھا جائیگا۔ مؤذن کا حق یہ ہے کہ خدا
کو یاد کراتا ہے عبادتِ خدا کی طرف بلاتا ہے فرض خدا کے ادا کرنے میں تیرا مددگار ہے اُسکا اس
طرح شکر کر جیسے محسن کا پیشنماز کا حق یہ ہے کہ خدا کے سامنے تیرا سفیر ہے تیری جانب سے کلام کرتا
ہے حالانکہ تو اُس کی طرف سے کلام نہیں کرتا اُس جلشانہ کے آگے کھڑا ہونیکی ہول و ہیبت کو تجھ سے
کافی ہوا اگر کمی ہوئی تو وہ نقصان اُس کے لئے ہے پورا کیا تو اُس کا شریک ہے بغیر اس کے کہ اُس کو
فوقیت ہو وہ اپنی جان سے تیری حفاظت کرتا ہے اور اپنی نماز سے تیری نماز کی نسبت اُسی مقدار
میں اُس کا شکر یہ بجالا ہمنشین کا حق یہ ہے کہ ملائمت اُس سے پیش آئے کلام میں شرط انصاف لگا

اُس کی اجازت بغیر جگہ سے نہ اُٹھے وہ اُٹھ جاوے تو گلہ نکرے اُس کی خطاؤن سے درگذرے
خوبیون کو یاد رکھے اچھی طرح سے کلام کرے ہمسایہ کا یہ حق ہے کہ پیٹھ پیچھے اُس کی محافظت
کرے سامنے ہو تو باکرام پیش آوے اُس پر ظلم ہوا ہو تو حمایت کرے اُس کے مخفی عیبون کی
جستجو نکرے کوئی بُرائی معلوم ہو تو اخفا کرے اگر جانے کہ بات ملنے گا تو ضرور نصیحت کرے
سختی و شدت میں اُس کا ساتھ دے لغزشون سے چشم پوشی کرے۔گُناہ معاف کرے
کریمون کی طرح معاشرت کرے مصاحب کا حق یہ ہے کہ تفضل و انصاف سے مصاحبت ہو
اور ہمسرانہ برتاؤ کسی مکرمت کی طرف اُس کو سبقت نکرنے دے اگر سبقت کی تو اُس کی مکافات
کرے معصیت خدا سے اُسے باز رکھیں رؤف و مہربان ہو عذاب کرنے پر دلیر ہی نہ کرے۔
شریک اور ساجھی کا حق یہ ہے کہ پیٹھ پیچھے اُس کی بجالائے ہو سامنے ہو تو رعایت کر اُس کی اُو
بدون اُس کے حکم کے اور بغیر اُس سے گفتگو کر لینے کے محض اپنی رائے سے کوئی کام نہ کر
اُس کے مال کی حفاظت کو واجب جان اور ادنی سی شے میں بھی خیانت نہ کر بہ تحقیق شریکون
پر اللہ کا ہاتھ ہے جب تک کہ خیانت نہ کریں حق مال کا بوجہ حلال اُس کو حاصل کرنا اور موقعہ
مُناسب پر خروج کرنا ہے جو تیری حمد نہ کرے اُس کو اپنے نفس پر ترجیح نہ دے اور اطاعت
خدا میں خرچ کر اور بُخل نہ کر کہ انجام اُس کا حسرت و ندامت ہے اور مواخذہ آخرت۔
حق غریم کا جس کا قرضہ ہو یہ ہے کہ قدرت ہو تو اُس کو ادا کرے۔نہیں تو
خوش کلامی سے اُسے راضی رکھے اور نرمی و لطافت سے ٹالتا رہے۔خلیط کا حق یہ ہے
کہ دھوکا نہ دے اُس کو اور دغا و فریب سے پیش نہ آئے اور اللہ سے ڈرتا رہے۔
دشمن دعوے دار کا حق یہ ہے کہ دعوے اُس کا درست ہو تو اُس کا گواہ ہو اپنے نفس
پر اور اُس کا حق اُسے دے غلط دعوے کرے تو رفق و مدارا سے اُسے اپنے اوپر
سے دفع کرے۔مشورہ چاہنے والے کا حق یہ ہے کہ اچھی طرح معلوم ہو تو اُس سے کہے
ورنہ اپنے سے داناتر کے پاس بھیجدے اور مشورہ دینے والے کا حق یہ ہے کہ اُس کا
مشورہ موافق ہو تو عمل کرے اور شکر خدا بجالائے اُس پر نہیں تو خواہ مخواہ اُس کو
متہم نہ جان لے جو نصیحت طلب کرے رفق و رحمت سے اُس کو نصیحت کر تجھ کو کوئی نصیحت

کرے تو آہستگی و انکسار سے قبول کر۔ درست نصیحت کی تو شکر خدا کرکے عمل پیرا ہو ورنہ تہمت نہ لگا الا جبکہ واقعی اُس کا مستحق ہو اُس وقت بے تکلف کہدے اپنے سے بڑے کا حق یہ ہے کہ بوجہ بزرگی و سابق الاسلام ہونے کے اُس کی تعظیم کرے اور بروقت صدور خطا اُسکا مقابلہ کرے اور بیٹھنے اور راہ چلنے میں اُس سے آگے نہ ہو۔ اور جاہل نہ کہے اُس کو اور جو تجھے بیوقوف کہے تو بوجہ حرمت اسلام اُس کی برداشت کرے اور چھوٹے کا حق رحم و شفقت کرنا ہے۔ اُس پر اور بخش دینا و معاف کرنا اُس کی خطاؤں کو اور بردہ پوشی کرنا اُس کے عیبوں کی اور رفق و مدارا کرنا اور اعانت کرنا۔ سوال کرنے کا حق یہ ہے کہ مقدور ہو تو بقدر حاجت اُس کو عطا کرے جس سے سوال کریں اُس کا حق یہ ہے کہ کچھ دے تو شکر یہ کے ساتھ اُسے قبول کرے انکار کرے تو اُس کا عذر مانے جو شخص براہ خدا تجھکو خوش کرے اُس کا حق یہ ہے کہ اول حمد خدا بجالائے پھر اُس کا شکر کرے جس نے تیرے ساتھ بدی کی اُس کا حق یہ ہے کہ اُس کو معاف کرے اور جو جانے کہ دلیر ہو گا اور اصرار کرے گا اُس کے اوپر تو انتقام لے اور حق ہم مذہبوں کا یہ ہے کہ جو بات اپنے لئے پسند نہ کرے اُن کے واسطے بھی نہ چاہے اُن میں سے بوڑھوں کو بجائے باپ کے جوانوں کو بھائی جانے۔ بڑی عورتوں کو ماں کے درجے پر رکھے۔ چھوٹے بچوں کو اولاد کی برابر جانے۔ اہل ذمہ کا حق یہ ہے کہ اُن سے وہ اُمور قبول کرے جن کو اللہ تعالے نے قبول کیا ہے۔ جب تک وہ عہد خدا کو نہ توڑیں اُن پر ظلم نکرے تمام ہوئی حدیث حقوق اور اُسی کے ساتھ یہ رسالہ آج بتاریخ ۴ جولائی ۱۹۱۰ء مطابق ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ ہجری روز چہارشنبہ ختم ہوا مومنین و مومنات سے جو اس مختصرہ سے فایدہ اُٹھائیں استدعا ہے کہ اس حقیر فقیر **مظہر حسن** موسوی سہارنپوری عفی عنہ کو دعا سے یاد فرمائیں۔ و آخر دعوتنا الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد و آلہ الطاہرین۔

اخسا

یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ جب سے شاہ صاحب دہلوی نے ہندوستان میں شیعہ اور سنّی کے درمیان دل آزار مناظرے کا دروازہ کھولا اسی روز سے خروج کی بھی بنیاد قایم فرمادی اور اسی دن سے سنی نما خارجی طرح طرح کے لباس پہن کر شیعوں کے سامنے آنے لگے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری ہے اسی خروج کی ہوا سے متاثر ہو کر تھوڑا عرصہ گذرتا ہے کہ ایک شخص ولایت حسین حنفی ساکن گیا نے خارجیوں کی وکالت کرتے ہوئے شیعوں سے سوال کیا تھا کہ وہ خوارج کے مقابلہ میں جناب امیرؑ کے ایمان کا ثبوت دیں یہ سوال سائل کے انتہائے عجز پر دلالت کرتا ہے یعنی خلفائے ثلٰثہ کے ایمان کو جب محققانہ اعتراضات کی رَو بہا لے گئی تو اس الزامی جواب سے اُن کو ساکت کرنے کی کوشش کی گئی جس کے صریح معنی یہ ہوئے کہ اچھّا ہم تو خلفائے ثلٰثہ کا ایمان ثابت نہ کر سکے مگر تم جناب امیرؑ کا ایمان ثابت کرنے سے عاجز ہو شیعی خون ایک لمحہ کے لئے بھی اس سُبک ایراد کا زیر بار نہیں ہو سکتا چنانچہ جناب میرزا عبد التقی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ اڈیٹر رسالہ روشنی نے خوارج کے اس ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو تحقیق کی تیز و تند ہوا سے بجھا کر رکھدیا مرحوم نے اس مسئلہ پر قلم اُٹھایا اور اس شائستگی سے اُٹھایا جس کے سامنے کسی مخالف کو بشرطیکہ اس کے دماغ میں عقل ہو سوائے سر تسلیم خم کرنے کے چارہ نہیں اس نادر تالیف یا ایک مرحوم دوست کی اعلیٰ اور ہمیشہ قایم رہنے والی یادگار کا پہلا حصّہ اسوقت ہماری نظر سے گذرا ہے اس کی خوبیوں کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ پہلا ایڈیشن اسکا بے نظیر قبولیت کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور اب شائقین کے اصرار پر دوبارہ طبع ہوا ہے جس میں کاغذ لکھائی چھپائی کا عمدہ اہتمام کیا گیا ہے یہ کتاب ساڑھے چار سو صفحہ سے زیادہ پر ختم ہوئی ہے اور قیمت صرف **ایک روپیہ چار آنہ** رکھی گئی ہے۔ امید کہ شائقین ہاتھوں ہاتھ اس کو خریدیں گے۔

نورِ ایمان

یہ رسالہ دو طالب علموں کا مناظرہ ہے منجملہ اُن کے ایک کا نام علی رضا اور دوسرے کا نام محی الدین ہے یہ دونوں طالب علم ایک کالج میں تعلیم پاتے تھے ایک دن نماز پڑھنے پر باہم گفتگو شروع ہوئی آخر کار علی رضا صاحب نے بدلایل معقول و منقول قایل کیا اور محی الدین صاحب مذہب حقّہ کی طرف رجوع ہوئے اور طریق باطل کو ترک کیا یہ مناظرہ قابل دید ہے ضخامت ۰۰ ۱۲ صفحہ قیمت فیجلد **ایک روپیہ**

شرح کنز مکتوم فی بحث عقد امّ کلثوم

رسالہ ہذا میں حسب رفتار زمانہ اک حاکم قرار دیکر حضرات اہلسنت سے درباب عقد جناب امّ کلثوم سلام اللہ علیہا جواب دیا ہے حاکم نے بربنائے بیانات فریقین حسب حال مقدمہ چند تنقیحات برآمد کی ہیں فریقین کے وکلانے ہر تنقیح پر فیصلہ صادر فرمایا ہے حسبقدر کہ تنقیحات ہیں اسیقدر فیصلہ ہیں نئے قرینہ سے واقعہ عقد کی حقیقت کو دکھلایا ہے اسکے مصنف بھی مولوی سجاد حسین صاحب مشہور مناظر ہیں قیمت ۸ر